نحنُ انصارُ اللہ

مجلس انصار اللہ کینیڈا کا ترجمان

ایک انذاری پیشگوئی

خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیاء کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اسقدر تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقل مند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ پر ان کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لیے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" (بنی اسرائیل ،16۔ ناقل) اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائیگا۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 257)

Want To Purchase a House near
BAIT-UL-ISLAM MOSQUE (Maple)
Or
Near BRAMPTON MOSQUE ?
Many Houses Available
Also With Finished Basement

For a Complete
&
Honest Service
Call: NAZEEF CHAUDHARY
Sales Representative
416-839-4015

- Mortgage Arrangement
- Up to 0 % down *
- Good or Bad credit
- Lawyer and Home Inspector Services

Sell Your House For Top $$$$$$
listings wanted

HOMELIFE
HIGHER STANDARDS

Homelife/United Realty Inc.
7420 Airport Rd, Unit 105, Mississauga, ON
L4T 4E5

* OAC Some conditions may apply

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم　　و علے عبدہ المسیح الموعود

مجلس انصار اللہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی و دینی مجلّہ

نحنُ انصارُ اللہ

1384-1383 ہجری شمسی　　2005-2004 عیسوی

جلد نمبر 5، 6 شمارہ نمبر 4 برائے سال 2004، شمارہ نمبر 5 برائے سال 2005

امیر و مشنری انچارج کینیڈا

مولانا نسیم مہدی

صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا

ملک کلیم احمد

قائد اشاعت

محمد زبیر منگلا

مدیر (اردو)

ناصر احمد وینس

مدیر (انگلش)

ڈاکٹر ساجد احمد

کمپوزنگ و ڈیزائننگ

محمد خلیل

فوٹو گرافی

بشیر ناصر

محمود چغتائی

فہرست مضامین

☆ دینی اقتباسات
☆ مکتوب گرامی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز
☆ اداریہ　☆ قربِ الٰہی کی راہیں۔۔۔اگر خدا نہیں ہے۔
☆ جسمانی وضو۔ روحانی وضو
☆ قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے
☆ احمدیت کی برکات　☆ رقیبائے غوغاں
☆ اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے
☆ ہوئے ہیں فیضانِ خداوندی بھی کبھی بند
☆ مفادِ قوم اور استحکام وطن کو سبوتاژ کرنے کا مرتکب کون
☆ مغربی ممالک میں کرسمس کا تہوار
☆ ملتِ اسلامیہ اور جماعت احمدیہ کا خادمانہ کردار
☆ ایک رخ یہ بھی ہے ان عزائم کی تصویر کا
☆ ہم اپنے بچوں کو کیا بتائیں　☆ کردار
☆ جہالت، کج فہمی یا فکری اوباش پن　☆ آپ کا خط ملا
☆ ایک اعتراض نامہ۔۔۔ایک جواب نامہ
☆ رپورٹ نیشنل سالانہ اجتماع
☆ مختصر رپورٹ مجلس انصار اللہ کینیڈا

دفتر اشاعت۔ 100 Ahmadiyya Ave. Maple. Ont. Canada L6A 3A4 Tel: 905-417-1800 Fax: 905-417-1006.

القرآن الحکیم

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

یعنی اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ بجالانے والے مومنوں سے وعدہ کر رکھا ہے کہ انہیں زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا جس طرح کہ اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ اس آیت کو بیان کر کے حضرت علی بن حسینؑ نے فرمایا کہ:۔

"نَزَلَتْ فِی الْمَهْدِیّ" کہ یہ آیت امام مہدیؑ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اسی طرح ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ مہدی اور اس کی جماعت مراد ہے۔ (بحار الانوار جلد سوم صفحہ ۱۳)

احادیث النبی ﷺ

☆ عن ابی هریرة رضی الله عنه قال کنا جلوساً عند النبی صلی الله علیه وسلم انزلت علیه سورة الجمعة واخرین منهم. قیل من هم یارسول الله فلم یراجعه حتی سال ثلاثاً وفینا سلمان الفارسی وضع رسول الله صلی الله علیه وسلم یده علیٰ سلمان ثم قال لوکان الایمان عند الثریا لناله رجال اورجل من هولاء۔ (بخاری کتاب التفسیر سورة الجمعة صفحہ ۱۲۵)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ پر سورہ جمعہ کی آیت وآخرین منهم نازل ہوئی حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے یعنی منهم سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپؐ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ حضورؐ سے تین دفعہ پوچھا گیا۔ اس مجلس میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی بیٹھے تھے آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمانؓ پر رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ان (اہل فارس) میں سے ایک شخص یا ایک سے زائد اشخاص اس کو پالیں گے۔

☆۔ قال رسول الله ﷺ اذامضت الف ومأتان واربعون سنة یبعث الله المهدی۔ (النجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

ترجمہ:۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب ایک ہزار دو سو چالیس سال گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مہدی کو مبعوث کرے گا۔

ارشاداتِ عالیہ

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا وہ راضی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچا دے۔ اور وہ اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اس کا نام ونشان باقی نہ رہتا

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصر

واجعل لی من لدنک سلطٰنا نصیرا

انا فتحنا لک فتحا مبینا

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

امام جماعت احمدیہ

لندن

12-11-04

مکرم کلیم احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے مجلس انصار اللہ کینیڈا کا مجلہ ''نحن انصار اللہ'' موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ماشاء اللہ اچھی کوشش ہے۔ اللہ آپ کو بہتر رنگ میں جماعتی خدمات سرانجام دینے کی توفیق بخشے اور آپ کی کوششوں کے بابرکت ثمرات ظاہر فرمائے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنے فضلوں سے ہمیشہ نوازتا رہے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا

ادارتی صفحات

ترقیات وضروریات کی نئی وسعتیں اور ہماری ذمہ داریاں

تاریخِ عالم پر نگاہ ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی وہی عرب قوم جسمیں ہر قسم کی اخلاقی برائیاں پائی جاتی تھیں، ایسی پاک ومطاہر ہوکر ابھری اور قربانی کے ایسے اعلیٰ نمونے پیش کئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے لئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی نوید عطا فرمادی۔ آنحضورﷺ کی پیشین گوئیوں کے مطابق امتِ مسلمہ پر ایک وقت زوال کا بھی آنا طے تھا مگر اسکے بعد یعنی تیرہ سو سال کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے آنحضورﷺ کے ایک نائب اور روحانی فرزند حضرت امام آخرالزمان علیہ السلام کا ظہور بھی مقدر تھا۔ چنانچہ الٰہی نوشتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدیٔ معہود علیہ السلام کو عین وقت پر اصلاح کیلئے کھڑا کر دیا جسے امامِ زمانہ نے اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا ہے کہ ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت ☆ میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

آپ کے ذریعہ دنیا میں ایسے افراد کی جماعت تیار ہوگئی جس نے فاستبقوا الخیرات کے قرآنی ارشاد کیمطابق نیکیوں میں آگے بڑھتے ہوئے ہر نوع کی قربانیاں پیش کرنے میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کر دی۔ جماعت احمدیہ کی گذشتہ ایک صدی پر نظر ڈالتے ہوئے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ تاریخِ احمدیت میں قربانیوں کے لامثال واقعات آبدار موتیوں کی طرح ہر سو بکھرے پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی خاطر اپنی محبوب ترین متاع کو بھی قربان کر دینا محبتِ الٰہی کی حتمی دلیل ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ سورہ ال عمران آیت ۹۳ میں قربِ الٰہی کے حصول کیلئے اولین شرط یہ عائد فرمائی گئی ہے کہ تم اسکی راہ میں اپنے محبوب اور مرغوب ترین اموال خرچ کرو۔ کیونکہ اپنے مرغوب اموال کی قربانی ہی فی الاصل اصلاحِ نفس کا بنیادی ذریعہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک سے لیکر آج تک سلسلہ کی روز افزوں ضروریات اور وسعتوں کے ساتھ ساتھ مخلصین جماعت کی قربانیوں کا گراف بھی ہمیشہ بلند سے بلند تر ہوتا چلا گیا۔

چنانچہ جہاں جہاں احمدی جماعتیں قائم ہوتی رہیں یا ہو رہی ہیں وہاں وہاں مقامی ضروریات کے مطابق قربانیوں کے بھی نئے نئے روح پرور مناظر سامنے آرہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کینیڈا اسکی ایک نمایاں مثال ہے۔ چنانچہ جب مسجد بیت الاسلام کی تعمیر کا عظیم پراجیکٹ شروع ہوا تھا تو مردوں عورتوں اور بچوں نے مالی قربانی کی ایسی لازوال مثالیں رقم کیں جو تاریخ احمدیت کا ایک درخشاں باب ہے۔ جماعت احمدیہ کینیڈا میں جو دن بدن حیران کن اضافہ ہو رہا ہے اور نئی نئی وسعتیں اور ضروریات سامنے آرہی ہیں ان سب کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے بعض نئے پراجیکٹس پر بھی کام جاری ہے۔ چنانچہ عید الفطر کے موقع پر امیر جماعت ومشنری کینیڈا محترم مولانا نسیم مہدی صاحب نے تین بڑے پراجیکٹس جماعت کے سامنے رکھے۔ جن میں ایک تو احمدیہ قبرستان اور بہشتی مقبرہ کیلئے مناسبِ حال جگہ کی خرید اور دوسرے دو پراجیکٹس کیلگری اور برامٹن میں نئی مساجد کی تعمیر ہیں۔ کیلگری کی مسجد اپنی وسعت کے اعتبار سے خدا تعالیٰ کے فضل سے نارتھ امریکہ کی سب سے بڑی مسجد ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز جس کا سنگِ بنیاد رکھنے کیلئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی خدمت میں درخواست کی گئی ہے۔ ان پراجیکٹس کیلئے 6.5 ملین کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری کے ساتھ محترم امیر صاحب نے احبابِ جماعت کینیڈا کو اس مالی جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی اپیل کی ہے۔ مامورین الٰہی کی قوتِ قدسیہ کا ایک اعجاز یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ بندوں کا اپنے رب کے ساتھ اس درجہ مضبوط اور گہرا تعلق قائم کر دیتے ہیں کہ ان کے دلوں میں دنیاوی محبتیں سرد پڑ جاتی ہیں اور مقصود بالذات صرف مولا کی رضا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس رخ سے دیکھا جائے تو کینیڈا میں مخلصینِ جماعت مذکورہ پراجیکٹس کیلئے مسجد بیت الاسلام والے پراجیکٹ کی یادیں تازہ کرتے ہوئے اپنی قابلِ رشک مالی قربانیوں میں جس طرح بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں لاریب وہ اِمام آخرالزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت وحقانیت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مالی جہاد کا ٹارگٹ جلد از جلد پورا کر لینے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین

موضوعِ ہذا کے آخر میں قارئین کی دلچسپیٔ طبع کیلئے (عہدِ خلافتِ ثانیہ کے دور میں جب جماعت کا بجٹ آمد وخرچ ہزاروں سے نکل کر لاکھوں میں شمار ہونے لگا تھا) ایک مخالف احمدیت مولوی سید محمد علی صاحب مونگھیری بانی ادارہ ندوۃ العلماء کا سراسیمگی کے عالم میں تحریر کردہ تبصرہ پیشِ خدمت ہے۔ مولوی صاحب رقمطراز ہیں:-

''ان کی سعی اور کوشش اس قدر انتھک اور منظم ہے جس کو دیکھ کر ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے۔ ان کے پاس کوئی بنک نہیں، کوئی ریاست نہیں۔ صرف ایک بات ہے کہ مرزا (مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے کہہ دیا کہ ہر مرید حسبِ استطاعت ماہانہ مذہب کی اشاعت کیلئے کچھ دے...... اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پاس بیت المال میں لاکھوں روپیہ جمع ہوگیا۔ ان کا ہر مرید اپنی آمدنی کا کم از کم دسواں حصہ دیتا ہے۔ اور بعض تو تہائی اور چوتھائی قادیان بھیجتے رہتے ہیں۔ جس سے وہ خاطر خواہ اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں۔''

(کمالاتِ محمدیہ صفحہ: ۲۷۵۔ بحوالہ ہفت روزہ بدر قادیان ۱۶ تا ۲۳ نومبر ۲۰۰۰ء صفحہ: ۱۱۶)

ع کہ حرکت تیز تر ہے اور ....!

دنیا بھر میں شہریت کا تصور، وطنیت کے حوالے سے تسلیم کیا جاتا ہے اور پاسپورٹ اس حوالے کا ایک بنیادی جزو اور بیرونِ ملک سفر کرنے کیلئے قانونی دستاویز ہے۔ چنانچہ غیر ملکی سفارت خانے ویزہ دینے کیلئے نہیں دیکھتے کہ پاسپورٹ ہولڈر کا مذہب یا عقیدہ کیا ہے۔ آیا پاسپورٹ ہولڈر نماز ہاتھ باندھ کر پڑھتا ہے یا آمین بالجہر کہنے کا قائل ہے۔ نہ ہی وہ ویزہ دیتے وقت یہ دیکھتے ہیں کہ پاسپورٹ ہولڈر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر آجتک زندہ تصور کئے ہوئے ہے یا دیگر رسولوں کی طرح وفات یافتہ تسلیم کرنے کا قائل اور نہ ہی انہیں اس سے سروکار ہوتا ہے کہ یہ سنی، شیعہ، بریلوی، دیوبندی، احمدی، کیتھولک، پروٹسنٹ، پارسی، ہندو یا کس مسلک اور فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کے لئے تو محض پاسپورٹ ہولڈر کی شہریت کی شناخت کافی اور ضروری ہوتی ہے اور وہ کسی کے ذاتی مذہبی عقیدے کے حوالے سے کوئی امتیازی یا غیر امتیازی سلوک روا نہیں رکھتے۔ لیکن پاکستان غالباً دنیا کا واحد ملک ہے جہاں کی خود غرض سیاست نے چند انتہا پسند ملاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے پوری قوم کو پاکستانیت کی بجائے طبقوں، فرقوں اور گروہوں میں بانٹ کر مسلم، غیر مسلم شہریت کے خانوں میں تقسیم کر دیا۔ جو اقوامِ متحدہ کے چارٹر، بنیادی انسانی حقوق، ''میثاقِ مدینہ'' جیسی اولین اسلامی ریاست کے مثالی دستور اور بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے پیش کردہ قابلِ تقلید اصولوں کے سراسر منافی ہے۔ چنانچہ جداگانہ انتخابات، دستور میں آئینی وقانونی اغراض کیلئے قیام واستحکامِ پاکستان میں امتیازی طور پر حصہ لینے والی ایک کلمہ گو مذہبی جماعت یعنی جماعت احمدیہ پر ''ناٹ مسلم'' کی آئین کی ترمیمی

تہمت، پاسپورٹ میں مذہب کا اندراج ایسی بیشمار متعصبانہ کرتوتیں ہیں جن کے ذریعے بانیٔ پاکستان کے تاریخ ساز کردار اور اصولوں کو یکسر فراموش کر دیا گیا ہے۔ قائداعظم نے جس نظریہ پاکستان کی ترتیب وتہذیب کی اسکے مقاصد میں متحدہ ہندوستان کے کلمہ گوؤں سمیت تمام اقلیتوں کو اکثریت کے تاریخی جبر اور اقتصادی، معاشی، سماجی اور سیاسی غلامی سے نجات دلا کر انہیں ایک ایسا دارالامان (فلاحی و جمہوری اسلامی ریاست) مہیا کرنا تھا جہاں وہ برابری اور مساوات کے اعلیٰ اسلامی اصولوں کے تحت اپنے اپنے انداز میں خوشحال اور جمہوری معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔ لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ''وردی'' کے ایشو پر ایجی ٹیشن کی تحریک چلا کر اسلام آباد پر قبضہ کر لینے والے سیاسی ملاؤں کی دھمکیوں کے جواب میں ایک وفاقی وزیر اعلان کرتا ہے کہ صدر نے یہ ''وردی'' انہی سے نپٹنے کیلئے پہنی ہوئی ہے.....ہمت ہے تو تحریک چلا کر دیکھ لیں.....! جبکہ پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کو بحال کروانے کیلئے ایجی ٹیشن کی دھمکیوں پر فیصلہ کالعدم کرنے کے اعلان کروائے جاتے ہیں غور وخوض کیلئے وزراء کی کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں اور مردانِ آہن جیسے لوگوں کی بھی گھگھی بندھنے لگ جاتی ہے۔ کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ صاحبانِ اقتدار خدا کی ذات سے زیادہ ان ''دھرناباز'' ملاؤں کی گرج چمک سے ڈرتے ہیں۔ ایسے صاحبان اختیار کیلئے جو خود کو قائداعظم کے اصولوں کا علمبردار بھی گردانتے رہتے ہیں کیلئے قائداعظم جیسے بااصول انسان کے عظیم کردار کی مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند ایک مثالیں پیشِ خدمت ہیں کہ بقول شخصے ع شائد کے اُتر جائے تیرے دل میں مری بات!

۱۹۴۴ء میں قائداعظم نے کشمیر میں ایک پریس کانفرنس کی تھی جس کی رپورٹنگ اُس دور کے مشہور مسلم اخبار انقلاب میں بھی شائع ہوئی۔ قائداعظم نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:-

''مجھ سے ایک پریشان کن سوال پوچھا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے مسلم لیگ کا ممبر کون بن سکتا ہے؟ یہ سوال خاص طور پر **قادیانیوں** کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ میرا جواب یہ ہے کہ جہاں تک آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین کا تعلق ہے اسمیں درج ہے کہ ہر مسلمان بلاتمیز عقیدہ وفرقہ، مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے۔ میں جموں وکشمیر کے مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ فرقہ وارانہ سوالات نہ اٹھائیں بلکہ ایک ہی پلیٹ فارم پر اور ایک جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اسی میں مسلمانوں کی بھلائی ہے۔'' (روزنامہ انقلاب لاہور یکم جون ۱۹۴۴ء)

پھر اسی سال (۱۹۴۴ء) لاہور میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں مولانا عبدالحامد بدایونی نے احمدیوں کے خلاف ایک قرار داد پیش کرنے کی کوشش کی مگر قائداعظم کے جذبہ یکجہتی اور اصول پرستی کے سامنے مولوی صاحب کی پیش نہ گئی۔ اس پر روزنامہ انقلاب نے اپنے اداریے میں قائداعظم کے (اصولوں کی پاسداری پر ڈٹ جانے والے) کردار کی بابت لکھا:-

''مسٹر جناح نے بے حد دانش سے کام لیا ہے کہ مولوی عبدالحامد بدایونی کی اس قرارداد کو پیش کرنے کی اجازت نہ دی۔ جس کا منشاء یہ تھا کہ احمدیوں کو مسلم لیگ کا ممبر نہ بنایا جائے۔ ہمیں اس کے متعلق مسٹر جناح کے مسلک کی نسبت کچھ شبہ نہیں۔ انہوں نے کشمیر کی پریس کانفرنس میں صاف صاف فرما دیا تھا کہ فرقوں کی بحث نہ اٹھاؤ۔ ہر مسلمان مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے اس کے بعد جب ناظر صاحب امور خارجہ قادیان نے استفسار کیا تو مسٹر جناح نے ان کو بھی لکھ بھیجا کہ لیگ کے آئین کے مطابق ہر بالغ مسلمان دو آنے کا ممبری چندہ دے کر اور ''لیگ'' کے نصب العین کی تائید کر کے مسلم لیگ کا ممبر ہوسکتا ہے۔'' (روزنامہ انقلاب لاہور ۳/اگست ۱۹۴۴ء)

ایک اور مثال ---- تحریک قیام پاکستان کے ایک شدید مخالف گروہ مجلس احرار کے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری نے قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم سے ملاقات کرنے کی درخواست اور (احمدیوں کے خلاف بات کرنے کی) اپنی اس خواہشِ ملاقات کا تذکرہ بایں الفاظ کیا:-

''میں نے قائداعظم کے جوتوں پر اپنی سفید داڑھی رکھی اور کہا میری ٹوپی لے جا کر ان کے قدموں میں رکھ دو۔ مگر قائدِ اعظم نے ملاقات کی اجازت نہ دی۔''

(احراری اخبار آزاد۔ لاہور جلد: ۷ نمبر ۵۳ مورخہ ۱۴/نومبر ۱۹۴۹ء)

بابائے قوم محمد علی جناح جن کا یومِ ولادت ۲۵/دسمبر کو منایا گیا اور اس موقعہ پر صاحبانِ اقتدار نے حسبِ دستور قائداعظم کے راہنما اصولوں کا اپنے رسمی بیانات میں شدّ ومد کے ساتھ ذکر کیا، کاش قائداعظم کے بیمثال عملی اصولوں پر محض زبانی جمع خرچ کرنے والوں کو اس بااصول انسان کی دی ہوئی نشانی یعنی مملکت پاکستان کو انہی اصولوں پر چلانے اور اپنانے کی بھی توفیق بخشے اور قوم کو روشنی عطا کرے۔ بصورتِ دیگر مخالفینِ قیام پاکستان کے ناروا مضحکہ خیز اور تشت وافتراق پھیلانے والے مطالبات کے سامنے جھک جانے کا نتیجہ آج پوری قوم کے سامنے ہے جس کا نقشہ ایک پاکستانی شاعر منیر نیازی نے کچھ اس طرح کھینچ رکھا ہے

منیر اس ملک پر آسیب کا سایہ ہے کہ کیا ہے ☆ کہ حرکت تیز تر ہے اور سفر آہستہ آہستہ

قیامت سے پہلے قیامت --اور-- نجات کا واحد راستہ

کرسمس کے اگلے روز جنوبی ایشیاء کے تیرہ ممالک میں سمندر کی تہہ میں آنیوالے زلزلے کے نتیجہ میں ''سونامی'' نامی بپھری ہوئی سمندری لہروں نے آناً فاناً ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد کو موت کی گہری نیند سُلا کر قیامتِ صغریٰ برپا کر دی۔ آج تک زلزلوں کی پیمائش کرنے والی اسکیل پر ۶ اور ۷ درجے کی شدت تو ریکارڈ ہوتی رہی مگر اس سمندری زلزلے کی پیمائش ۹ درجے سے زائد تھی۔ شائد ہی دنیا کا کوئی ملک ایسا ہو جس کے باشندے براہِ راست یا بالواسطہ اسکی لپیٹ میں نہ آئے ہوں۔ ساحلی علاقوں بالخصوص تھائی لینڈ میں ہر سال ہزاروں کی تعداد میں سیر سپاٹے پر سیاح یہاں آتے ہیں۔ کسی زمانے میں ایشیائی ممالک میں بیروت سیر وتفریح کے دلدادوں کیلئے باعث کشش اور اہم مرکز ہوا کرتا تھا مگر لبنان کی خانہ جنگی کے دوران یہ خوبصورت شہر کھنڈرات کا ڈھیر بن گیا۔ جس کے نتیجہ میں جنوبی ایشیا کے متعدد ساحلی علاقے تفریحی مراکز بن گئے۔

حالیہ عظیم انسانی المیئے کے بعد تمام دنیا جس طرح دل کھول کر آفت زدگان کیلئے امداد دے رہی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسانیت ابھی زندہ ہے۔

ترقی یافتہ ممالک کے ساحلوں پر ایسے طوفانوں کی قبل از وقت نشاندھی کرنے والے سیٹلائیٹ سسٹم کے بعد اکثر لوگوں نے مطالبہ کیا ہے کہ ایشیائی اور دیگر ساحلوں پر بھی یہ نظام نصب کیا جائے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ تمام تدابیر قہرِ الٰہی کے آگے بند باندھ سکتی ہیں۔ بالخصوص اس صورت میں جب انسان اپنے مولیٰ حقیقی سے دور چلا گیا ہو اور زمین انسانی گناہوں اور شرک جیسے گناہِ عظیم سے ازخود عذابِ الٰہی کو دعوت دے رہی ہو۔ تاہم عذابِ الٰہی سے بچنے کیلئے فقط ایک ہی علاج اور ایک ہی راستہ بچتا ہے کہ دنیا اپنے خالقِ حقیقی کی طرف لوٹ آئے۔

اس ضمن میں یہ اہم نقطہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے اور عذابوں کے بارے میں پیش گوئیاں خواہ وہ کتنی ہی واضح کیوں نہ ہوں توبہ سے ٹل سکتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی مثال موجود ہے۔ انہوں نے ندامت سے توبہ کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو باوجود عذاب کی پیشگوئی کے عذاب سے بچا

لیا تھا۔ گو موجودہ دور اور صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے جس میں انسان کی اخلاقی قدروں کے مسلسل زوال مثلاً ہم جنس پرستوں کی شادیوں کو قانونی تحفظ دینے جیسے انسانی فطرت سے متصادم اور قہرِ الٰہی کو دعوت دینے والے اقدامات کی وجہ سے بچنے کی صورت مخدوش ہو کر رہ گئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ عذاب میں دھیما ہے اس لئے یہ اس کے اختیار میں ہے کہ وہ چاہے تو بچالے۔ بشرطیکہ انسان سچے دل سے توبہ کرنے اور آستانۂ الوہیت پر جھکنے کی توفیق پالے۔ اللہ تعالیٰ نے مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے فی زمانہ بنی نوع انسان کو بچنے کی جو خبر دی اسے انذاری پیشگوئی کے طور پر آپ نے ۱۹۰۶ء میں اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں شائع فرمایا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

> ''کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اس سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے اے یورپ تُو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیاء تُو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں وہ سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۶۸۔۲۶۹ حقیقۃ الوحی)

حج بیت اللہ -- اور -- احمدی

فریضۂ حج کی ادائیگی پانچ ارکانِ اسلام میں سے ایک ہے جو ہر صاحبِ استطاعت کلمہ گو پر زندگی میں ایک دفعہ واجب ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ کعبۃ اللہ جا کر اس اہم رکنِ اسلام کی بجا آوری کے ذریعے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے چنانچہ معروف شاعر ریاضؔ خیر آبادی نے اس نیک خواہش اور قلبی کیفیات کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے ؎

کعبہ سُنتے ہیں کہ گھر ہے بڑے داتا کا ریاضؔ ☆ زندگی ہے تو ہم فقیروں کا بھی پھیرا ہوگا

لیکن ایک افسوس ناک بلکہ شرمناک حقیقت یہ بھی ہے کہ حق و صداقت کے بعض ازلی دشمن اور ظالم انسان ایسے بھی ہیں جو خدا کے بندوں کو طوافِ کعبہ اور حج بیت اللہ سے روکنا عین ثوابِ دارین سمجھ بیٹھے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق قرآنِ پاک میں نہایت واضح تنبیہ ہے کہ:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا (البقرہ:۱۱۵) یعنی اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ کی مساجد اور ان میں ذکرِ الٰہی سے روکتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ فی زمانہ مشرکینِ مکہ کی طرح حجِ کعبہ سے کون کس کو روک رہا ہے۔۔۔۔؟! زیادہ گہرائی میں جا کر سوچنے کی ضرورت نہیں۔ حقائق از خود بول رہے ہیں کہ کفارین مکہ کا کردار کون ادا کر رہا ہے۔ کون سا طبقہ پاکستان کے پاسپورٹ فارموں میں مذہب کا خانہ یہ کہہ کر بحال کروانے کا مطالبہ کر رہا ہے کہ مذہب کے خانے کی عدم موجودگی سے ''قادیانی'' سعودی عرب جا کر طوافِ کعبہ کر سکیں گے۔

بعض مذہبی پیشہ وروں کا کہنا ہے کہ پاسپورٹ پر مذہب کا خانہ نہ ہونے کی وجہ سے قادیانی سعودی عرب میں داخل ہو کر یہود و ہنود کیلئے ''مخبری'' کریں گے اور وہاں گڑ بڑ پھیلائیں گے۔ الغرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ ان الزامات اور سعودی عرب کی تاریخ کا موازنہ کیا جائے تو اس کڑوے سچ سے آنکھیں چرانا کسی کے بس میں نہیں کہ اس ارضِ مقدس پر اب تک فساد پھیلانے والے، سعودی حکمران خاندان کو نقصان پہنچانے والے اور سعودی عرب کی سالمیت کو خطرے میں ڈال کر سعودی حکومت کو کڑوے فیصلوں پر مجبور کرنے والے فی الحقیقت احمدی افراد نہیں بلکہ وہ اشخاص ہیں جو پاکستان کی ایک آئینی ترمیم کی روشنی میں متفقہ طور پر ''سرکاری مسلمان'' سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً:-

☆ سعودی حکمران شاہ فیصل کو گولی مارنے والا مسلمان اور شاہ کا اپنا بھتیجا تھا۔

☆ خانہ کعبہ میں جب ''امام مہدی'' کے ظہور کا واقعہ ہوا تو اس سانحہ کا مرکزی کردار اور اسکے ساتھ سب مسلمان تھے اور ان کی سرکوبی کرنے والے بھی مسلمان تھے جن میں شنید ہے کہ سعودی حکومت کی درخواست پر پاکستانی آرمی کے کمانڈو دستوں نے بطور خاص وہاں جا کر کمانڈو ایکشن میں حصہ لیا۔

☆ حجرِ اسود کو چُرا کر لے جانے والے بھی مسلمان تھے۔

☆ حج کے ایام میں سیاسی و مذہبی اختلاف کی بنا پر حرمین میں جس گروہ نے ہمیشہ مظاہرے کئے ہیں حتیٰ کہ اسی کے عشرہ میں دورانِ ایام حج، فساد کی وجہ سے سینکڑوں مظاہرین، سعودی سیکیورٹی فورسز کی گولیوں کا نشانہ بنے (جبکہ ان ایام میں مناسکِ حج کے علاوہ فساد برپا کرنا اور خون بہانا منع ہے) وہ سب لوگ مسلمان تھے اور ایران کے شہری تھے۔

☆ حالیہ آئے روز ہونے والے بم دھماکوں کے پیچھے جس دہشت گرد تنظیم کا نام لیا جاتا ہے اسکے بانی و ارکان سب مسلمان بلکہ ''مجاہد'' کہلائے جاتے رہے ہیں۔

☆ جب عراق نے کویت پر قبضہ کیا تو سعودی عرب نے اپنی حفاظت کیلئے امریکی افواج کو سعودی عرب کی سرزمین پیش کر دی۔ اس فوجی تعاون میں اس ارضِ مقدس پر اتحادی افواج کے مختلف ممالک سے غیر مسلم فوجی جوان کثیر تعداد میں آئے۔ جن کے پاس ہر قسم کا مخابراتی ساز و سامان بھی تھا۔ ان فوجی جوانوں کی مذہبی تربیت کیلئے جہاں غیر مسلم مبلغین ساتھ تھے وہاں ان فوجی جوانوں کی تفریحِ طبع کیلئے گلوکارائیں اور بھاری تعداد میں ستم پیشہ (فاحشائیں) بھی لائی گئیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنے وسیع پیمانے پر آنے والی غیر ملکی فوج، جس کے پاس جدید ترین الیکٹرانک آلاتِ حرب و جاسوسی ہوں اسے ارضِ مقدس کے بارے میں کچھ جاننے کیلئے کسی تیسرے کو بطور ایجنٹ استعمال کرنے کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے؟ جبکہ جاسوس سٹیلائیٹ سسٹم تو چپے چپے کی خبر دیتا ہے۔۔۔؟! پھر ایک ظاہر و باہر حقیقت یہ بھی ہے جسے واقفِ حال صاحبانِ بصیرت بھی جانتے ہیں کہ سعودی عرب اور کویت جیسی ریاستیں امریکہ کی غیر اعلانیہ ریاستیں بن چکی ہیں۔ سعودی عرب کی اندرونی معلومات کا تمام تر دارومدار سی آئی اے اور دیگر مغربی خفیہ اداروں پر ہے جنکے ڈانڈے بالآخر تل ابیب سے جا ملتے ہیں۔ اور دنیا اچھی طرح جانتی ہے کہ آج امریکہ جیسی سپر پاور کی پالیسیاں واشنگٹن میں نہیں تل ابیب میں بن رہی ہیں۔ لہٰذا محض اختلاف عقائد کی بنا پر اس قسم کے لغو بودے اور مضحکہ خیز الزامات کی بنا پر پاسپورٹوں پر مذہب کے خانے کی بحالی اپنی دانشوری کا بھرم توڑنے اور دنیا پر عیاں کرنے کے مترادف ہے۔

خدا تعالیٰ کی تقدیر بعض اوقات عجیب رنگ میں تجلی فرماتی ہے۔ یہی مخالفینِ احمدیت جو کل تک **احمدیوں پر حج نہ کرنے کا جھوٹ** باندھا کرتے تھے آج ان کا جھوٹ خود انہی کی زبانوں سے طشت از بام ہو کر ایک طرف ان کی رُسوائی و جگ ہنسائی تو دوسری جانب **احمدیت کی سچائی کو ساری دنیا پر عیاں کر رہا ہے۔** تاریخ سے معمولی شُد بُد رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ آلِ ابراہیمؑ پر طوافِ کعبہ فرض ہے اور وہ اسلام سے پہلے بھی طوافِ کعبہ کیا کرتے تھے۔ **جہانتک احمدیوں کا تعلق ہے جماعت کے پہلے** دو خلفاء الحاج تھے۔ جبکہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنے ایک مصاحب حضرت حافظ احمد اللہ صاحب کو حجاز بھجوا کر اپنی طرف سے حجِ بدل کروایا۔ **یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اگر تو احمدی واقعی حج پر نہیں جاتے تو پابندی لگوانے کے کیا معنی؟ پاکستان کے مسیحی، پارسی، ہندو اور دیگر مذاہب کے لوگ حج کو قطعاً نہیں جاتے کیا ملّانوں نے حکومتِ پاکستان سے کبھی ان کے متعلق بھی مطالبہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو سعودی عرب جانے سے روکا جائے کیونکہ وہ ناٹ مسلم ہیں۔** ویسے احمدیت مخالف ملّاؤں کا احمدیوں کو حج سے روکنے کا مطالبہ نیا نہیں ہے۔ عرصہ پہلے شاہ عبدالعزیز بن سعود والیٔ سعودی عرب کے زمانہ کی بات ہے کہ مولویوں نے اس سے بھی یہی مطالبہ کیا تھا کہ احمدیوں کو حج سے روکا جائے۔ اس کا جو جواب شاہ عبدالعزیز نے انہیں دیا وہ سارا واقعہ معروف عالم مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی مرحوم نے اپنے مشہور و مؤقر رسالہ ''صدقِ جدید'' لکھنو میں بایں الفاظ شائع کیا:-

''قادیانی اور بابِ کعبہ''

''بالکل اسی قسم کا واقعہ شاہ فیصل کے والد مرحوم سلطان ابن سعود کے زمانہ میں بھی پیش آیا تھا۔ حجرہ نشین مولویوں نے مرحوم سے کہا کہ چونکہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں اس لئے انہیں حجاز مقدس سے نکال دیا جائے۔ مرحوم نے مولوی صاحبان سے پوچھا کہ قادیانی حج کو اسلام کا رکن اور اس کو فرض سمجھتے ہیں یا نہیں؟ جواب میں انہیں یہ کہتے ہی بنی کہ یہ لوگ حج کو فرض سمجھتے ہیں۔ اس پر مرحوم نے فرمایا کہ جو شخص حج کی فرضیت کا قائل ہے اور اسے اسلام کا اہم رکن سمجھتا ہے اسے حج سے روکنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ یہ واقعہ ہم نے مرحوم کی زندگی میں خود بعض مولویوں کی زبانی سنا تھا۔ ممکن ہے کہ بعض اخبارات میں بھی شائع ہوا ہو۔'' (ہفت روزہ ''صدقِ جدید'' لکھنو۔ مطبوعہ ۶ راگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۸)

چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان جیسی نابغۂ روزگار شخصیت سے کون واقف نہیں۔ پاکستان سمیت سارا عالمِ اسلام اور عالمِ عرب ان کی خدماتِ جلیلہ کا قدردان ہے جو انہوں نے عرب اور مسلم کاز کیلئے سر انجام دیں۔ سعودی عرب کے سابق فرمانروا شاہ فیصل مرحوم چوہدری صاحب کے بے حد مداح تھے حالانکہ وہ ان کے احمدی عقائد سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود چوہدری صاحب نے ایک دفعہ عمرہ اور ایک مرتبہ حج کرنے کی سعادت پائی۔ دونوں مرتبہ چوہدری صاحب غیر سرکاری حیثیت میں حجاز گئے مگر دونوں مرتبہ پہلے شاہ عبدالعزیز اور پھر شاہ فیصل (باپ بیٹے) کے ذاتی مہمان اور شاہی حکومت کی جانب سے فراہم کردہ پورے سرکاری پروٹوکول کیساتھ قیام کیا۔ نیز روضۂ رسولِ مقبول ﷺ کے دروازے حضرت چوہدری صاحب کیلئے خصوصی طور پر کھولے گئے (یاد رہے محض روضۂ اقدس کی جالیوں کو چومنے کیلئے کسی پنجابی شاعر کا مشہور مصرعہ ہے ع ''تیری خیر ہووے پہریدارا روضے دی جالی چُم لین دے'!) سوال یہ ہے آیا چوہدری ظفر اللہ خاں جیسے سکہ بند احمدی کے حج کر لینے سے سعودی عرب کی سالمیت یا آفاقی مذہب اسلام ''خطرے'' میں پڑ گیا تھا۔۔۔۔؟! (ہاں، البتہ مولوی کا اسلام خطرے میں ضرور پڑ گیا ہوگا!) اسی طرح جو احمدی پاکستان سے باہر ہیں اور ان کے پاس دیگر ممالک کے پاسپورٹ ہیں اور کینیڈا سمیت ان کی ایک بڑی تعداد ہر سال حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوتی ہے تو کیا یہ کافر گر طائفہ ان پر بھی پابندیاں لگوانے کی پوزیشن میں ہے؟ افریقہ کے بعض ممالک سے بعض احمدی معلمین سرکاری حیثیت میں حج وفود کے ہمراہ جاتے ہیں حق و صداقت کے معاند ملّاؤں نے ان کا کیا بگاڑ لیا؟ دلچسپ بات یہ کہ احمدیوں پر حج نہ کرنے اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر حج کو ساقط کرنے کا سراسر غلط افتراء باندھنے والے بعض مولویوں کے اپنے فتوے ریکارڈ پر ہیں جن میں برملا فتویٰ دیا گیا کہ حج ساقط ہو گیا۔ بریلوی علماء کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو جبکہ پاسپورٹوں میں مذہب کا خانہ بحال کروانے کا مطالبہ کرنے والی متحدہ مجلس عمل میں شامل نورانی میاں (جن پر سعودی حکومت نے سعودی عرب داخلے پر پابندی لگا رکھی تھی) کے صاحبزادے انس نورانی بھی بریلوی مسلک کی نمائندگی میں مذکورہ مطالبہ کر رہے ہیں:-

''حج کی فرضیت ساقط ہے اور ادائیگی لازم نہیں''

''بریلوی علماء کا فتویٰ''

پچھلے دنوں جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے صاحبزادے مفتی مصطفیٰ رضا صاحب بریلوی کا ایک فتویٰ حج کی فرضیت ساقط ہونے کے تعلق سے شائع ہوا۔ اس فتویٰ پر پچاس کے قریب بریلوی اکابر کے دستخط بھی ہیں۔ جن میں حشمت اللہ قادری، حامد رضا ابن احمد رضا بریلوی، نعیم الدین مراد آبادی اور سید دلدار علی وغیرہ شامل ہیں۔ اس فتویٰ میں درج ہے :-

''.....نجس ابنِ سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر مشرک جانتی ہے اور ان کے اموال کو شیرِ مادر سمجھتی ہے.......ان کے اس عقیدے کی وجہ سے **حج کی فرضیت ساقط اور عدم لازم ہے۔''** (تنویر الحجہ صفحہ: ۱۰ مطبوعہ بریلی)

اسی فتویٰ کے آخر پر درج ہے :-

''اے مسلمانو! ان دنوں آپ پر حج فرض نہیں یا ادا لازم نہیں۔ تاخیر روا ہے۔ اور یہ ہر مسلمان جانتا ہے اور اپنے سچے دل سے مانتا ہے کہ اس نجدی علیہ ما علیہ کے اخراج کی ہر ممکن سعی کرنا اس کا فرض ہے اور یہ بھی ہر ذی عقل پر واضح ہے کہ اگر حجاج نہ جائیں تو اسے تارے نظر آ جائیں۔ نجدی سخت نقصانِ عظیم اٹھائیں۔ ان کے پاؤں اکھڑ جائیں۔ آپ کے ہاتھ میں اور کیا ہے۔ یہی ایک ایسی تدبیر ہے جو انشاء اللہ کارگر ہوگی''۔ دہلی کے ایک بریلوی عالم اس فتوے کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:- ''حج کے ملتوی ہونے سے نجدیہ کے ناپاک قدم سے انشاء اللہ حرمین طیب و طاہر ہو جائیں گے۔'' (تنویر الحجہ صفحہ: ۳۱ بحوالہ کتاب ''بریلویت'' صفحہ ۲۹۲ تا صفحہ ۲۹۳ تصنیف امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر۔ ترجمہ عطاء الرحمان ثاقب۔ بشکریہ ہفت روزہ بدر قادیان ۱۶ تا ۲۳ نومبر ۲۰۰۰ء)

اس فتویٰ اور مفتیوں کے بارہ میں کیا رائے قائم کی جائے اس کا فیصلہ ہم ''پاسبانِ اسلام''، پاکستان کی وزارت ہائے مذہبی امور و اطلاعات کے متعلقہ وزراء اور حکمران مسلم لیگ (ق) کے صدر چوہدری شجاعت جیسے حضرات، جو پاسپورٹوں میں مذہب کے خانے کی بحالی کے زبردست وکیل بنے ہوئے ہیں کے ساتھ ساتھ پاکستانی کیبنٹ کی اس کمیٹی کے ممبران پر چھوڑتے ہیں جو پاکستان کو درپیش دیگر تمام ملکی و قومی مسائل کے بالمقابل اس اہم تر ''عظیم ترین'' مسئلہ پر غور کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے کہ آیا پاسپورٹوں میں مذہب کا خانہ بحال ہونا چاہیئے یا نہیں۔ کچھ ایسی ہی صورتحال پر جناب ثاقب زیروی مرحوم نے کہا تھا ؎

دامنِ دل کی جو کرتا تھا کبھی بخیہ گری ☆ وہ بھی اب چاک گریباں ہے نہ جانے کیا ہو
کافرِ عشق کدھر جائیں، کھڑے سوچتے ہیں ☆ شہر کا شہر مسلماں ہے نہ جانے کیا ہو

نثار احمد ۔ ٹورانٹو ایسٹ

قُرب الٰہی کی راہیں

قران مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورۃ العنکبوت آیت ۷۰)

ترجمہ : اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنے رستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشیں گے اور اللہ تعالیٰ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے۔

يَآيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝

(سورۃ الانشقاق آیت نمبر۷)

ترجمہ: اے انسان تو اپنے رب کی طرف پُورا زور لگا کر جانے والا ہے۔ اور پھر اُس سے ملنے والا ہے۔

تفسیر صغیر میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قُرب عمر بھر محنت کر کے حاصل ہوتا ہے۔

قُرب الٰہی کے تین مرتبے تین قسم کی تشبیہہ سے مناسبت رکھنے کی بابت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام یوں فرماتے ہیں۔ ''اول مرتبہ کا قُرب الٰہی خادم اور مخدوم کی تشبیہ سے مناسبت رکھتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے یعنی اپنے اللہ جلشانہ کو ایسے دلی جوش محبت سے یاد کیا کرو جیسے باپوں کو یاد کیا جاتا ہے اور سب سے اعلیٰ درجہ کے قرب الٰہی میں صفات الٰہیہ صاحب قرب کے وجود میں یہ تمام تر صفائی منعکس ہو جاتے ہیں۔ (سرمہ چشم آریہ حاشیہ صفحہ ۱۸۵ تا ۲۵۱)

چنانچہ یہ مقام محمدؐ ہمارے لئے قُرب الٰہی کی راہوں کے دو پہلو ہیں۔ ایک حقوق اللہ اور دوسرا حقوق العباد۔

حقوق اللہ کا پہلو تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنی عبادتوں میں خشوع وخضوع پیدا کریں۔ نمازوں، نوافل اور تہجد کو پوری توجہ اور انہماک سے ادا کریں۔ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر تخلیہ میں بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہوں۔ اُس کے حضور گڑ گڑائیں اور آہ و زاری کریں۔ ماہِ رمضان کی برکتیں خُوب خُوب سمیٹیں۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں اگر عبادتوں کا پورا حق ادا کیا جائے تو یہ مہینہ انسان کی ہستی میں ایک کامل انقلاب پیدا کرتا ہے۔ دین کی راہ میں جان مال عزت اور اولاد کو قربان کر دیں۔ خلیفۂ وقت کے ساتھ ذاتی تعلق قائم کریں۔ اس ذاتی تعلق میں بہت ہی برکتیں ہیں پھر نظام جماعت ہے جو خلیفۂ وقت کی برکت سے فی الحقیقت وہی حبل اللہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے اور اس حبل اللہ کو مضبوطی کیساتھ تھامے رکھنے کا حکم آتا ہے ؎

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

اس شعر میں دُعا پر خاص زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ اپنے ایک شعر میں دعا کی روحانی تاثیر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زور دُعا دیکھو تو

قُرب الٰہی کے سلسلے میں دوسرا اہم تقاضا ''حقوق العباد'' کی ادائیگی ہے۔ اس میں کمال عاجزی، انکساری اور فروتنی سے بنی نوع انسان کی خدمت بجا لانا ہے۔ کسی بھی جان دار کو کسی تکلیف میں دیکھو تو ایسے ہی محسوس کرو کہ جیسے وہ تکلیف اپنی جان پر گزر رہی ہو اور اُس تکلیف کو دُور کرنے کی خاطر مرہم بن جاؤ۔ میاں بیوی، ماں باپ، قرابت داروں اور ہمسایوں کے حقوق میں جن کو پورے تقویٰ اور اخلاص سے ادا کرنا ہم پر فرض ہے۔ ایک احمدی مسلمان کو دوسرے احمدی کی خبر گیری کرتے رہنا چاہیئے اور اس سلسلہ میں ایثار اور برادرانہ محبت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اور ایک دوسرے کی بیمار پُرسی کی عادت ڈالنا چاہیئے۔

تبلیغ یعنی رُوحانی طور پر بھٹکے ہوئے کو صحیح راستہ دکھانا بھی حقوق العباد کی ادائیگی میں بہت اہم ہے۔

رسول پاک ﷺ کی حدیث ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُم حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفسِه.

ترجمہ : تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی بات پسند نہ کرے جو وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

قُرب الٰہی کی خاطر ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو پورا کرنے کے لئے تقویٰ، تدبیر، دُعا اور صحبت الصالحین کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ ہر وہ تدبیر اور عمل جو تقویٰ سے خالی ہو۔ اُس کی اللہ تعالیٰ کی نظر میں کچھ حیثیت نہیں اور ہر وہ عمل اور تدبیر جس کو دُعا کا مضبوط سہارا میسر نہ ہو اُس کی کامیابی کی کوئی ضمانت نہیں ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے ☆ اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

سو یہ ہیں وہ راہیں جن پر چل کر ہم حقیقی قُرب الٰہی کو پا سکتے ہیں۔ اور اسی قُرب الٰہی میں ہماری حقیقی نجات مضمر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرب الٰہی کی راہوں پر قدم مارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین!

ہستی باری تعالیٰ

اگر خدا نہیں ہے تو؟

(فائز محی الدین قریشی ۔ ٹورنٹو ایسٹ)

تمام دنیا کے انسان خدا کی ہستی کے حوالے سے دو گروہوں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ ایک وہ گروہ جو یہ یقین رکھتا ہے کہ اس تمام کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والی اور نظام کائنات کو چلانے والے ایک ہستی موجود ہے۔ دوسرا گروہ کسی ایسی ہستی کے وجود پر یقین نہیں رکھتا۔ ان کے خیال کے مطابق یہ کائنات خود بخود حادثاتی طور پر پیدا ہوگئی ہے اور اس کا کوئی خالق نہیں۔ اس مضمون میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ اگر خدا نہیں ہے تو اس کے منطقی نتائج کیا نکلتے ہیں۔ اور کیا ان نتائج کے صحیح ہونے کی تصدیق عملی طور پر اس کائنات میں ہوتی ہے یا نہیں؟

جائزہ شروع کرنے سے پہلے اس کائنات کے بارہ میں کچھ بنیادی حقائق بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس سے اس جائزہ کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ یہ کائنات مادی اور غیر مادی اشیاء پر مشتمل ہے۔ ہر وہ چیز جسے محسوس کیا جا سکے اور وہ جگہ گھیرتی ہو مادہ کہلاتی ہے۔ مثال کے طور پر مٹی۔ ہوا۔ پانی۔ لوہا اور لکڑی وغیرہ۔ غیر مادی اشیاء جیسے روشنی۔ آگ۔ آواز۔ قوت وغیرہ۔ انہیں عام طور پر انرجی کہا جاتا ہے۔ مادہ اشیاء اپنی قدرتی حالتوں میں ٹھوس، مائع یا گیس ہوتی ہیں۔ مثلاً لوہا ٹھوس ہے، پانی مائع ہے اور ہوا گیس ہے۔ اگر اشیاء کی ماہیت پر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ یا تو سادہ ترین حالت میں ہوتی ہیں جسے سائنس کی زبان میں عنصری حالت کہتے ہیں یا وہ دو یا دو سے زائد عناصر کے آپس میں ملنے سے بنی ہیں اور اس صورت میں وہ مرکب کہلاتی ہیں۔ لوہا ایک ٹھوس عنصر ہے (بقیہ: صفحہ 6)

جسمانی وضو....اور....روحانی وضو

محمود احمد ملک۔ سکار بورو

خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام احمدی احباب جسمانی وضو دن میں پانچ دفعہ کرتے ہیں۔ لیکن وضو کی ایک اور قسم بھی ہے جس کا تعلق آپ کے ارادہ آپ کے دل اور آپ کی سوچ کے ساتھ ہے۔ اس وضو کے کرنے کے بعد آپ کا دل اور دماغ آپ کو مجبور کر دے گا کہ اس پر عمل پیرا بھی ہوں چنانچہ اس طرح آپ اپنے باطن میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے۔

چنانچہ پہلے ہم وضو کی وضاحت کرتے ہیں کہ وضو کیا چیز ہے اور اس کی کیوں ضرورت ہے۔ جب کوئی فرد کسی اپنے پیارے سے ملاقات کیلئے وقت طے کرتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس ملاقات پر وہ اپنا ایک اچھا تاثر اپنے پیارے پر ڈالے کہ جس سے وہ محسوس کرے کہ ایک اچھے انسان سے ملاقات ہوئی ہے اور اس کا وقت ضائع نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ وضو سے ایک طرح کی بشاشت حاصل ہوتی ہے۔

آدمی جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا چاہتا ہے کہ وہ اپنی دعاؤں سے اپنی التجاؤں سے اللہ کو راضی کر لے گا۔ تو وہ اِس کوشش سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اس کے دربار میں حاضری دینے کے لئے جو تیاری کرتا ہے اس کو ہم وضو کہتے ہیں۔ اور یہ وضو دو قسم کا ہوتا ہے اگر انسان ان دونوں قسم کے وضو سے اپنی تیاری کرتا ہے تو پھر اس کی دعاؤں اور التجاؤں کو اللہ تعالیٰ بہت جلدی قبولیت بخشتا ہے اور وہ ہیں جسمانی اور روحانی وضو۔ اب میں آپ کی خدمت میں ان دونوں قسم کے وضوؤں کا ساتھ ساتھ ذکر کرونگا۔

☆......پہلے آپ نے پانی کی ٹونٹی کھولی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آپ نے ہاتھ صاف کئے ہو سکے تو صابن کو بھی استعمال کریں یہ عمل آپ نے تین دفعہ کرنا ہے۔ اس عمل میں روحانی وضو کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس عرصہ میں آپ نے اپنے دل اور دماغ دونوں سے یہ وعدہ لینا ہے کہ وہ میرے پاکیزہ ہاتھوں سے نیک کام کرنے میں میری آئندہ مدد کریں گے۔ اور اگر یہ پاکیزہ ہاتھ کسی غلط کام کی طرف اُٹھیں تو ان کو روکنے میں بھی میری مدد کریں گے ان ہاتھوں کو کوئی بد کام کرنے کی تحریک نہیں کریں گے۔

☆......پھر آپ نے دائیں ہاتھ کیساتھ تھوڑا سا پانی اپنے منہ میں ڈالا اور منہ کا اندرونی حصہ صاف کیا۔ یہ عمل بھی آپ نے تین دفعہ کرنا ہے۔ چنانچہ اس عمل کا روحانی وضو کیا ہے۔ اس دوران پھر دل اور دماغ سے وعدہ لینا ہے کہ وہ اس پاکیزہ زبان سے کسی کو گالی نہیں نکالنے دیں گے اپنے ماں باپ کے سامنے اونچی آواز میں بولنے کی تحریک نہیں کریں گے۔ تمام اپنے سے بڑے اور اپنے سے چھوٹوں سے با اخلاق گفتگو کریں گے اور وہ تحریک کریں گے کہ اس پاکیزہ منہ سے قرآن مجید کی تلاوت کریں آنحضور ﷺ کی احادیثِ مبارکہ اور سلطان القلم امام آخرالزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی خزائن (کتب) کا مطالعہ کریں گے۔

☆......پھر آپ نے تھوڑا پانی لے کر اپنی ناک میں ڈالا اور اس عمل کو بھی آپ نے تین دفعہ کرنا ہے تو اس عمل کا روحانی وضو کیا ہے۔ ایک حدیث ہے کہ ایک دفعہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے صحابہؓ کو بتا رہے تھے کہ یاد رکھو کہ شیطان تمہارے فارغ وقت میں تمہاری ناک میں آرام کرنا بہت زیادہ پسند کرتا ہے۔ ناک میں پانی ڈال کر آپ نے شیطان کو نکال باہر کیا اور اپنی ناک کو جنت کی خوشبو سونگھنے کے لئے تیار کرلیا۔

☆......پھر آپ نے اپنے منہ پر تین دفعہ پانی ڈال کر اپنا چہرہ اور آنکھیں صاف کیں اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ میرے چہرے پر اپنے نور کی بارش کر اور میری آنکھوں میں ایسی نورانی چمک پیدا کر کہ قیامت کے دن میں اندھوں میں سے نہ اٹھایا جاؤں اور اس دن تیرا دیدار حاصل ہو۔

☆......پھر آپ نے اپنے دونوں بازو اپنی کہنیوں تک صاف کرنے ہیں اور یہ عمل بھی آپ نے تین بار کرنا ہے اس کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعا کرنا ہے کہ اے اللہ ان بازوؤں میں اتنی طاقت دے کہ میں غریبوں کی مدد کر سکوں۔ ظلم کو روک سکوں اور بقیہ تمام عمر میں دین اور احمدیت کی خدمت کر سکوں اور اے اللہ آخرت میں صرف میری نیکیوں کا اعمال نامہ میرے ان بازوؤں میں تھمانا۔

☆......پھر آپ نے اپنے پاک اور گیلے ہاتھوں سے سر کا مسح کیا کانوں میں انگلیاں دے کر کانوں کو صاف کیا اور گردن کا مسح کیا۔ اس حصے کا روحانی وضو یہ ہے کہ پہلے آپ نے اپنا سر صاف کر کے خدا سے التجاء کی کہ اے اللہ اس پاکیزہ سر پر اپنی رحمت کا سایہ کردے۔ کان صاف کر کے آپ نے اذان و تلاوت قرآن اور بہت ساری اچھی باتیں سننے کا ارادہ کیا۔ پھر گردن صاف کر کے اللہ سے دعا کی کہ اے خدا میرے گلے میں جنت میں داخل ہونے کا شناختی کارڈ ڈال دینا۔

☆......پھر آپنے آخر میں اپنے پاؤں صاف کئے۔ پہلے دایاں پھر بایاں پھر دل اور دماغ سے وعدہ لیا کہ وہ میری مدد کریں گے میرے پاؤں نیک جگہوں کی طرف مثلاً مسجد وغیرہ کی طرف ہی اٹھیں گے اور کبھی بھی کسی غلط کلب یا نشہ کی دوکان کی طرف نہ جائیں گے۔

☆......آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہر احمدی کو خواہ وہ اطفال ہوں۔ ناصرات ہوں۔ لجنہ اماءاللہ ہوں۔ خدام ہوں یا انصاراللہ کے ممبر ہوں۔ جسمانی وضو کے ساتھ روحانی وضو پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ آخر میں آپ نے وضو کی دعا پڑھنی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ

بقیہ اگر خدا نہیں ہے تو؟

اور پانی ایک مائع مرکب ہے جو کہ آکسیجن اور ہائڈروجن سے مل کر بنا ہے۔ غیر مادی اشیاء، مادی اشیاء پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک کے مختلف مادہ پر مختلف اثرات پیدا کرتی ہیں۔ غرضیکہ یہ کائنات مادی اعتبار سے عناصر اور مرکبات پر مشتمل ہے۔ اس مختصر سے تعارف کے بعد اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

اب ہم یہ بات فرض کر لیتے ہیں کہ خدا نہیں ہے تو اس بات کے کچھ ممکنہ منطقی نتائج یہ نکل سکتے ہیں:

ا۔ یہ کائنات خود بخود پیدا ہوگئی ہے۔

ب۔ خود بخود پیدا ہونے کی صورت میں تمام عناصر اپنے خالق خود ہیں۔

پ۔ ان تمام عناصر کو اپنا خالق خود ہونے کی صورت میں اپنی ذات پر پورا اختیار ہونا چاہیے۔

پہلا نتیجہ تشریح طلب نہیں۔ دوسرا نتیجہ کچھ مزید تفصیل چاہتا ہے۔ اگر عناصر خود بخود پیدا ہو گئے تھے تو کیا عناصر پیدا ہونے کا عمل اب بھی جاری ہے یا بند ہو گیا ہے۔ اگر جاری ہے تو اس صورت میں عناصر کی تعداد میں اضافہ ہوتے رہنا چاہیے۔ اور ان کی تعداد شمار سے باہر ہونی چاہیے کیونکہ یہ کائنات کھربوں کھرب سالوں سے چلی آ رہی ہے۔ اور اگر اب بند ہو گیا ہے تو کب۔ کیسے اور کیوں بند ہوا۔ اور کس نے بند کیا۔ تیسرا نتیجہ تو کافی زیادہ تفصیل چاہتا ہے۔ اس کی وضاحت کیے دیتا ہوں۔ اپنی ذات پر پورا اختیار ہونا کئی پہلوؤں سے ہو سکتا ہے۔ سب سے اہم پہلو تو تمام عناصر کا اپنی ہستی کے بارہ میں ہے۔ اگر عناصر خود بخود عدم سے وجود میں آ سکتے ہیں تو انہیں اس بات پر بھی قدرت ہونی چاہیے کہ وجود سے عدم میں جا سکیں۔ یہ پہلو اتنا اہم ہے کہ تمام کائنات کی بنیاد ہی ہلا سکتا ہے۔ اس امر کا سرسری احاطہ آئندہ کیا جائے گا۔

سردست ایک اور پہلو لیتا ہوں۔ اور وہ ہے تمام عناصر کا اپنے خواص پر اختیار۔ اگر عناصر اپنے خالق خود ہیں تو انہیں اپنے خواص پر ہر طرح کا اختیار ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر ہم سب جانتے ہیں کہ لوہا ایک ٹھوس عنصر ہے اس کا ایک مخصوص رنگ ہے اور وہ بے بو ہے۔ (جاری ہے۔)

سب کتابوں سے مجھے قرآں ہو محبوب تر

ہم کو قرآں میں خدا کا نور آتا ہے نظر
چاند ہے قرآں ہمارا اوروں کا ہو گا قمر
جب مجسّم ہو تو بن جائے محمدؐ یہ کتاب
سوچئے خُلقِ رسول اللہ اس کو دیکھ کر
یہ کلام اللہ ہے لا ریب رحمٰن کی عطا
یہ ہدایت ہے سراسر متقی ہو دل اگر
آسماں پر عزّتیں لکھ دی گئیں اُن کے لئے
جو زمیں پر اس کو دیں گے اک مقامِ معتبر
دورِ اوّل میں صحابہؓ فیضِ قرآں سے بڑھے
دورِ آخر میں ملے گی اس سے ہی فتح و ظفر
مہدیٔ دوراں نے آ کر آج یہ ثابت کیا
زندہ ہے قرآن اور کرتا ہے دیں کو زندہ تر
مقتدر قادر خدا نے خود اُتارا ہے اسے
جس کا حافظ خود خدا ہو اُس کو کیا خوف و خطر
ہولے ہولے پڑتی ہے دل پر سکینت کی پھوار
صبح دم پڑھئے اسے بادردِ دل، با چشمِ تر
فجر کا قرآں مری ترتیل پر مشہود ہو
اس ذریعے سے میں جاؤں درجۂ محمود پر
اس کی چاہت میری رگ رگ میں لہو بن کر رہے
سب کتابوں سے مجھے قرآن ہو محبوب تر

(امۃ الباری ناصر)

''انوکھے مطالبات''

جناب اصغر علی گھرال ایڈوکیٹ ہائی کورٹ جن کے کالم پاکستان کے مشہور قومی اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں، اپنے کالموں کے مجموعہ ''اسلام یا ملّا ازم'' میں رقمطراز ہیں:-

''اسلام کی ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ الزام تو لگتا رہا کہ مسلمانوں نے زبردستی کافروں کو کلمہ پڑھوایا۔ البتہ کلمہ پڑھنے والوں کو بنوکِ شمشیر اس سے باز رکھنے کی کوئی مثال پہلے نہیں ملتی! مگر اس آرڈیننس (اینٹی احمدیہ آرڈیننس ۲۹۸ سی) کے تحت جرائم کی یہ فہرست یہیں تک محدود نہیں رہے گی۔ وقت گزرنے کے ساتھ مُلّا کے مطالبات اور آرڈیننس کے دائرے وسیع ہوتے چلے جائیں گے۔ غیر مسلموں کے تمام اعمال جو ''شبہ بالاسلام'' ہونے کا احتمال ہے قابلِ دست اندازی پولیس جرائم کی زد میں آ سکتے ہیں مثلاً:-

......قرآن پاک کا پڑھنا اور کتاب اللہ کو گھر میں رکھنا ممنوع ہوگا۔ بلکہ قرآن پاک کے نسخے کی برآمدگی کی صورت میں منشیات اور ناجائز اسلحہ سے زیادہ سزا کا مستحق ہوگا! (میں نے اگلے دن ایک ساٹھ سالہ احمدی خاتون کو قرآن پاک حفظ کرتے دیکھا ہے۔ وجہ پوچھی تو کہنے لگیں جب مولوی لوگ یہ خزانہ میرے گھر سے اٹھا کر لے جائیں گے تو تلاوت کیسے کروں گی؟ اور یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی جھڑ رہے تھے!)......''

{''اسلام یا ملّا ازم''۔ مکتبہ الوکیل، گجرات۔ صفحہ: ۵۰}

(مرسلہ: محمد خلیل۔ سینٹرل ٹورانٹو)

''قرآں کے گردِ گھوموں کعبہ میرا یہی ہے''

حضرت ابوذر غفاریؓ جو اوّلین اسلام قبول کرنیوالوں میں ساتویں مسلمان تھے، جب مسلمان ہوئے اور انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کعبہ میں کیا تو کفار کے نزدیک یہ بات حرم کے لئے سب سے بڑی توہین آمیز تھی۔ چنانچہ ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ قریش نے ان کو اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت یہ حالت تھی کہ فرائض اسلام آزادی کے ساتھ انجام نہیں دیئے جا سکتے تھے۔ حتیٰ کہ حرم میں کوئی شخص بلند آواز سے قرآن مجید بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔

جب عبداللہ بن مسعودؓ مسلمان ہوئے تو وہ قرآن کریم کی محبت میں تلاوت کی غرض سے حرم میں گئے اور انہوں نے مقامِ ابراہیمؑ کے پاس کھڑے ہو کر سورۃ الرحمٰن پڑھنی شروع کی جس پر کفارِ مکہ ہر طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑے اور ان کے منہ پر طمانچے مارنے شروع کئے۔ لیکن وہ پھر بھی پڑھتے رہے اور جہاں تک ان کو پڑھنا تھا وہ پڑھ لیا۔ ان کفار کے دلوں پر قفل ہی تو پڑے تھے جو انہوں نے سورۃ الرحمٰن پڑھنے والے کو طمانچے مارے۔ اس سورۃ میں اللہ جلّ جَلالہٗ کی صفات میں سے اس کی صفت رحمانیت کو پیش کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی رحمانیت کے فیوض کی قدر کریں گے ان کیلئے دونوں جہاں کی سب نعمتیں ہونگی۔ ''سو بتاؤ تو سہی کہ تم دونوں (جن و انس) اپنے رب کی نعمتوں میں کس کس کا انکار کرو گے'' (ترجمہ آیت سورۃ الرحمٰن) مگر مشرکینِ مکہ کا تعصب و جہالت ملاحظہ ہو کہ انہیں ربِّ کعبہ کا پاکیزہ کلام تک سننا گوارا نہیں تھا۔ مگر پھر بفضلِ تائیدِ الٰہی حالات ایسے پلٹے کہ آج جوق در جوق لوگ خانہ کعبہ میں حاضری دینے آتے ہیں۔ قرآن پڑھنے والے نمازیں ادا کرنے والے۔ اعتکاف بیٹھنے والے۔ اور رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن کریم سننے والے امّتِ مسلمہ کے بندے حرم میں حاضری دیتے ہیں۔ الحمد للہ اسلام جب پھیلا اور مکہ فتح ہوگیا تو سب حالات بدل گئے اور سب کو آزادی تھی کہ کعبہ میں آئیں اور عبادت کریں۔ رحمٰن اور رحیم خدا کی طرف سے رمضان المبارک کے مہینہ میں نازل ہونے والے پاک کلام کو نہ صرف مکّہ مکرمہ میں بلکہ ساری دنیا میں قاری حضرات خوش الحانی سے نماز تراویح میں سناتے ہیں اور لوگ بڑے شوق سے سنتے ہیں اور T.V پر بھی دیکھتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں قرآن پاک کا ایک اعجاز یہ بھی چشمِ فلک دیکھ رہی ہے کہ آجکل کے مادی دور میں ٹی وی اور سیٹلائیٹ چینلز سمیت جہاں ہر شے کمرشلائز ہو چکی ہے۔ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی ہے کہ خالص دینی، اسلامی اور قرآنی تعلیمات پر مبنی صاف ستھرے پروگرام پیش کرنے والا ٹی وی چینل قائم کر دیا ہے جو چوبیس گھنٹے اسلام کا پیغام متعدد زبانوں میں پیش کر رہا ہے۔ چنانچہ لوگ M.T.A. پر دیکھنے سننے کے علاوہ قرآن کریم کی تلاوت کی آڈیو۔ ویڈیو کیسٹس حاصل کر کے بھی قرآن کریم کی تلاوت سنتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ لاریب سب برکتیں قرآن میں ہیں۔

سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْم
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

(مرسلہ: عبداللطیف شرما۔ وان۔ اونٹاریو)

''جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے''
(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

آپ بیتی

محمد سعید (مانٹریال)

برکاتِ احمدیت (یعنی حقیقی اسلام)

نحن انصار اللہ'' میں مکرم و محترم محمد زبیر منگلا صاحب کی اپنی داستان پڑھکر خاکسار، عاجز نابکار کو بھی کچھ لکھنے کی ہمت ہوئی ۔ اور حوصلہ بڑھا۔ گو میری داستان اس قدر مشکلات و مصائب کا شکار نہ ہو لیکن میری داستان احمدیت یعنی حقیقی اسلام برکاتِ رحمانیہ سے معمور نظر آئے گی ۔ تو بغیر مزید تمہید اور تعارفی کلمات کے میری داستان میں برکاتِ رحمانیہ بوجوہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا مطالعہ فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

ذاتی تعارف:

اس عاجز کا نام محمد سعید ہے۔ میری پیدائش ایک پسماندہ گاؤں ناہر یانوالہ میں ہوئی جو تحصیل بوتالہ ضلع گوجرانوالہ میں واقع ہے۔ تاریخ پیدائش ۷ مئی ۱۹۲۲ء ہے۔ میرے والد بزرگوار کا نام محمد شریف اور دادا جان کا نام مولوی احمد دین ، نانا جان کا نام مولوی سراجدین جن کی رہائش ناہریانوالہ میں تھی۔ میرے والد صاحب قلعہ فیروز پور کے سرکاری ڈپو کی ۲۰ سالہ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۳۴ء میں پینشن لے کر بمعہ اہل وعیال قادیان میں آکر آباد ہو گئے۔

احمدیت سے وابستگی

میرے دادا جان مولوی احمد دین فیروز پور میں عربی کے استاد تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اوائل زمانہ میں بذریعہ خط بیعت کی۔ تریاق القلوب میں سید نا حضرت مسیح موعودؑ نے ان کا نام لیکھرام کے قتل کے بارہ میں بطور شہادت درج فرمایا ہے۔ وفات تک وہ فیروز پور اسلامیہ ہائی سکول میں بطور مدرس کام کرتے رہے ۔ اور بالآخر فیروز پور ہی میں دفات پائی۔ ان کے جنازہ پر فیروز پور شہر کے تمام مسلمان شامل ہوئے ہمارے چچا جان چوہدری عبدالعزیز صاحب نے مجھ کو بتایا کہ ایک جم غفیر آپکے جنازہ میں شامل تھا۔ یہ مرحوم کی شہر فیروز پور میں نافع الناس ہونے کی علامت تھی۔
اس طرح مجھے احمدیت کی نعمت پیدائشی طور پر حاصل ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

میری تعلیم

۱۹۴۰ء کے زمانہ کے لحاظ سے میٹرک بہت معمولی تعلیم تھی ۔ ۱۹۳۹ء میں میں نے دسویں کا امتحان پاس کیا۔ ۱۷ مئی کو ہمارا نتیجہ نکلا۔ اور میں نے ۱۸ مئی کو ہی حضرت فضل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی۔ گو ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۹ء تک حضورؓ کے خطباتِ جمعہ، مسجد اقصیٰ کے ممبر کے بالکل قریب حضرت اقدس کے پاؤں کے نیچے بیٹھ کر سنتا رہا۔ مگر اُس روز سے قبل ملاقات یا مصافحہ کا کبھی موقع نہ ملا۔ حضرت فضل عمرؓ نے میری درخواست پر یہ زریں نصائح اپنے دستِ مبارک سے تحریر کر کے خاکسار کو عنایت فرمائیں۔

''اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں کی اطاعت کرو ۔ اپنی عمر اور وقت کو ضائع کرنے سے بچاؤ، جو اپنی عمر کو ضائع کرتا ہے وہ خدا کی دی ہوئی امانت میں خیانت کرتا ہے۔''
(دستخط) محمود احمد خلیفۃ المسیح ۱۸ مئی ۱۹۳۹ء

۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۹ء تک تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں میٹرک تک تعلیم حاصل کرنا ، ایک بہت بڑی برکت تھی اور اس تعلیم کے اختتام پر حضرت فضل عمرؓ سے ملاقات کی سعادت پانا ، اس برکت پر سونے پر سہاگہ کے مترادف تھی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

احمدیت کی برکات

برکاتِ احمدیت کو اگر میں شمار کرنا شروع کروں تو ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ پیدائشی احمدی ہونا ،قادیان دارالامان میں رہائش ،تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے اساتذہ جن میں اکثر صحابی تھے۔ ان سے شاگردی کا اعزاز پا لینا، ۳۴ء سے ۳۹ء تک مسجد اقصیٰ میں سیدنا حضرت فضل عمرؓ کے خطبات جمعہ سننے کی توفیق پانا میرے لئے نعمتِ عظمیٰ سے کم نہ تھا۔ ناشکری ہو گی کہ میں اپنے اساتذہ جو امامِ آخرالزماں علیہ السلام کے صحابہ کرامؓ تھے۔ ان کے نام گرامی یہاں نہ لکھوں ۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے۔

1۔ حضرت مولوی محمد دین صاحبؓ ، 2 ۔ حضرت قاضی محمد عبد اللہؓ بی اے بی ٹی (سیکنڈ ماسٹر)، 3۔ حضرت حافظ صوفی غلام محمد صاحبؓ آف ماریشس ، 4۔ حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ (استاد ریاضی)، 5۔ حضرت ماسٹر علی صاحبؓ، حضرت اطہر صاحبؓ (استاد اردو) ، 6۔ حضرت علی محمد صاحبؓ بی اے بی ٹی (المعروف بی ٹی صاحب) استاد تاریخ و جغرافیہ، 7۔ حضرت مولوی محمد جی صاحبؓ (استاد دینیات)

پھر قادیان دارالامان کے قیام کے دوران بعض نامور صحابہ سے بھی ملاقات اور استفادہ کا موقع ملا ۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

1۔ حضرت حافظ مفتی محمد صادق صاحبؓ ، 2۔ حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ ، 3۔ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ، 4۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ، 5۔ حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادیؓ ، 6۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہرؓ ، 7۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ، 8۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ ، 9۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ ، 10۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ، 11۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ، 12۔ حضرت سید غلام غوث صاحبؓ، 13۔ حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ، 14۔ قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بھٹیؓ، 15۔ قاضی محمد عبداللہ صاحبؓ بی اے بی ٹی وغیرہ۔ ان صحابہ کرام سے ذاتی طور پر متعارف ہونا اور یوں صحبتِ صالحین سے گاہے بگاہے استفادہ کرتے رہنا جہاں میری یادوں کا سرمایۂ حیات ہے وہاں یقیناً یہ احمدیت کی برکات کا پرتو بھی ہے۔

فوج میں ملازمت

۱۲ دسمبر ۱۹۴۰ء کو میں برٹش انڈین آرمی میں بطور سپاہی بھرتی ہوا۔ چونکہ stores میں کام کرتا تھا اس وجہ سے سپاہی سٹورین سے فوجی سروس کا آغاز ہوا۔ اپریل ۴۱ء میں ہمیں overseas بھیج دیا گیا۔ ہم نے ابی سینیا کے صوبہ Eritrea کے شہر اسمارا کے نواح میں گوندر گاؤں میں آرڈیننس ڈپو کھولا۔ مزید سٹاف بھی آتا رہا۔ ہمارے کمانڈنگ آفیسر کا نام Major Kaper تھا۔ ہم بارہ حوالدار سٹور مین اس ''گوندر'' کے ڈپو میں تھے۔ ہمارے آفیسر کمانڈنگ میجر ہارپر نے صرف میرا نام ہی فوری ترقی کے لئے سفارش کے ساتھ بھیجا چنانچہ ہم سب ۱۰ مارچ ۴۳ء کو حوالدار سٹور مین بنے تھے۔ اس امتیازی سفارش کی بنا پر میں اکیلا ۲۰ مارچ سے ملٹری سٹور کیپر MAS /o c v یعنی جمعدار ملٹری سٹور کیپر کا عہدہ لینے کے اعزاز کا مستحق قرار دیا گیا۔ گویا صرف بارہ دنوں کے وقفہ کے بعد مجھے حوالدار کے رینک سے ترقی دے کر جمعدار بنا دیا گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

جمعدار رینک کی ترقی پانے کے بعد گوندرڈپو اسمارا سے میری تبدیلی سوڈان کے خرطوم آرڈیننس ڈپو میں ہوگئی۔ وہاں سے مجھے دمشق بھجوا دیا گیا اور پھر دمشق کی یونٹ کے ہمراہ میں اکتوبر ۴۳ء میں جنوبی اٹلی میں پہنچ گیا۔ جون ۴۴ء تک اٹلی کے مشرق کے ساتھ ساتھ Advancing Troops کے ساتھ شہر تک بڑھتے گئے۔ یہاں سے مجھے میری والدہ صاحبہ کی درخواستوں کی بنا پر واپس انڈیا روانہ کر دیا گیا۔ ہم دونوں بھائی فوج میں تھے۔ میرے بڑے بھائی محمد نصیب صاحب عارف سنگا پور میں فروری ۴۲ء میں جاپانی قیدی بن گئے۔ اور جنگ کے اختتام پر اگست ۴۵ء میں رہائی ہوئی۔ چونکہ میری والدہ صاحبہ فیروز پور میں اکیلی تھیں۔ محکمے میں ان کی پے در پے آنیوالی درخواستوں کو منظور کرتے ہوئے، میں انڈیا (فیروز پور) واپس آیا۔ فیروزپور واپس آنے کے بعد متعدد جگہوں پر میری پوسٹنگ ہوتی رہی۔ ۱۹۴۸ء میں مجھے کمیشن کیلئے کوہاٹ جانا پڑا۔ ٹریننگ کے بعد جون ۱۹۵۰ء میں پاکستان آرمی میں لیفٹیننٹ بنا دیا گیا۔

پاکستان آرمی میں کمیشن

پاکستان آرمی مین کمیشن ملنے کے بعد بطور لیفٹیننٹ آرڈیننس ڈپو نوشہرہ، اور آرڈیننس ڈپو کالا میں پوسٹینگ ہوئی اسکے بعد بطور کیپٹن (آرڈیننس سنٹر ماہر چھاؤنی، ایمونیشن سب ڈپو جہلم، GHQ) اور پھر ۱۹۶۵ء جنگ میں بطور میجر چھمب جوڑیاں کے محاذ پر تھا۔ جنگ کے بعد مختلف مقامات پر (بشمول مشرقی پاکستان) فوجی ڈیوٹی سرانجام دینے کے بعد بالآخر مئی ۱۹۷۲ء میں ریٹائر ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جون ۵۰ء سے ۷۲ء تک بطور ایک ذمہ دار فرسٹ کلاس آفیسر، اپنے فرائض کی ادائیگی کی توفیق ملی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

دورانِ ملازمت بوجوہ احمدی، ترقی میں رکاوٹ:

دوران ملازمت مجھے احمدی ہونے کی بناء پر کچھ مشکلات بھی پیش آئیں۔ کیپٹن سے میجر کی ترقی یہ الزام لگا کر روک دی گئی کہ میں سرکاری وقت میں جماعت کا کام کرتا ہوں۔ جب مجھے اس الزام کا علم ہوا تو میں نے اپنے ایک جاننے والے کرنل کو GHQ میں خط لکھا کہ جس الزام کی وجہ سے میری ترقی روک دی گئی ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے۔ جبکہ سچائی یہ ہے کہ مجھے ذمہ داری کے کام محض اس بنا پر دیئے جاتے ہیں کہ میں ایک کام کرنیوالا اور قابلِ اعتماد احمدی آفیسر ہوں۔ لیکن میری ترقی روک دی جاتی رہی۔ مجھے GHQ میں ایک ذمہ دار کام پر تین سال کے لئے لگایا گیا لاہور میں ایمونیشن ڈپو جل کر اڑ گیا۔ اسے از سرنو قائم کرنے کا کام میرے سپرد ہوا۔ آرمی Rules & Regs کی پڑتال کرنے کا کام مجھے دیا گیا۔ لیکن جب ترقی کا وقت آتا ہے اس میں رکاوٹ ڈال دی جاتی ہے کمیشن سے میجر کی ترقی تو مجھے ۱۹۶۱ء میں دے دی گئی۔ لیکن ۶۷ء میں کرنل کی ترقی کے لئے واضح طور پر No لکھ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور خلیفہ وقت کی دعاؤں نے مدد کی کہ باوجود میرے ڈائریکٹر کے No لکھ دینے کے، جرنیلوں کے بورڈ نے مجھے ترقی سے نوازا۔ اس سے بڑی احمدیت کی اور کیا برکت ہوسکتی ہے۔ کہ احمدی ہونے کے ناطے ترقی معرض خطر میں ہے۔ لیکن احمدیت کی برکت سے ہی اللہ تعالیٰ مجھے اس ترقی کا مستحق قرار دیتا ہے۔

میں یہ بات بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنی آرمی سروس کے دوران کبھی اس بات کو چھپانے کی کوشش نہیں کی کہ میں احمدی ہوں۔ جب بھی میرا تبادلہ ہوتا تھا۔ نئی یونٹ میں جانے سے پہلے وہاں سب کو علم ہو جاتا تھا کہ ایک ''میرزائی'' آفیسر آرہا ہے۔ اور میں نے سرکاری اوقاتِ کار کے بعد جب بھی موقع ملا جماعت کی خدمت میں کوئی فروگزاشت نہیں کی۔ جب میں صوبیدار تھا تو چھاؤنی کے بہت بڑے پھیلے ہوئے علاقہ میں سائیکل پر جا کر احمدی افراد سے جماعتی چندہ وصول کیا۔ جتنا عرصہ کیپٹن رہا چندہ کی وصولی کا کام میں نے اپنے ذمہ لیا۔ کرنل بننے کے بعد بھی یہ کام نہیں چھوڑا مشرقی پاکستان (ڈھاکہ) میں چندہ وصول کیا۔ اور اسکے بعد لاہور آ کر بھی یہ کام میرے سپرد ہی رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ خدمتِ سلسلہ میں برکت ہی برکت ہے۔

حضرت فضل عمرؓ کی مری میں تشریف آوری

میں ۱۹۵۵ء میں مری پوسٹ ہوا۔ اور اسی سال میں ربوہ جا کر حضرت مصلح موعودؓ سے درخواست کی کہ حضور ہر سال کوئٹہ اور بعض دیگر ٹھنڈے مقامات پر جا کر گرمیوں کا موسم گزارتے ہیں۔ مری کا موسم بھی بہت خوشگوار ہوتا ہے۔ حضورؓ ازراہِ کرم مری میں بھی موسم گزار کر دیکھیں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ حضور انورؓ ۵۶ء میں مری تشریف لائے اور حضور کے منشاء کے مطابق ہم انتظام کے قابل ہو سکے۔ حضورؓ جس روز مری تشریف لائے حضور کا مری سے نیچے ۱۳ میل دور ایک مقام پر حضورؓ کا استقبال کیا گیا۔ حضور انورؓ خیبر لاج میں رہائش پذیر ہوئے۔ اس کوٹھی کی چار منزلیں تھیں۔ ایک منزل سطح زمین پر تھی۔ باقی کی تین منزلیں پہاڑی کے اندر تھیں۔ جسکی وجہ سے ہمیں اس کوٹھی میں روشنی کے لئے بجلی کے بے شمار بلب لگانے پڑے۔ کوٹھی کے سامنے شامیانہ لگایا گیا۔ تا جمعہ کی نماز اور عید کی نماز کیلئے سہولت رہے۔ حضورؓ نے خیبر لاج میں قیام کے دوران تفسیر کبیر بھی لکھوائی اور مجھے تفسیر کبیر لکھنے والوں نے بتایا کہ حضور بہت لمبے برآمدہ میں ٹہل ٹہل کر Dictate کرواتے تھے۔ اور کیپٹن سعید (اس عاجز) کو بھی دعاؤں سے نوازتے تھے کہ رہائش کا انتظام بہت ہی مناسب حال تھا۔ خیبر لاج میں قیام کے دوران مجھے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضورؓ کے نہایت ہی قریب رہنے کا موقع ملا۔ اور پانچوں نمازیں حضور انورؓ کی امامت میں ادا کی جاتی رہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک

یہ سب کچھ احمدیت کی برکتیں ہیں جو مجھے اور میری فیملی کو ملتی رہیں۔ فالحمدللہ

کینیڈا میں آمد

مئی ۱۹۷۹ء میں ہم کینیڈا ایمیگریشن پر آ گئے۔ اور اب تقریباً گذشتہ ۲۵ سال سے بھی زائد عرصہ سے کینیڈا میں قیام ہے۔ اپریل ۸۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے میرا وقف منظور کرتے ہوئے مجھے فلپائن میں مربی انچارج مقرر فرمایا تاہم فلپائن کا ویزا نہ ملنے کی صورت میں ٹورنٹو کینیڈا میں ہی کام شروع کر دیا۔ مولانا منیرالدین صاحب شمس امیر و مشنری انچارج تھے ان کی سفارش پر حضور انورؒ نے مجھے وینکوور میں مربی تعینات فرمایا۔ وینکوور میں قریباً دو سال کام کرنے کے بعد اس عاجز کو کیلگری میں اور کیلگری میں ۸ ماہ کے قیام کے بعد مرکز ٹورانٹو میں خاکسار احمدیہ مسلم جماعت کینیڈا کا پہلا سیکرٹری مقرر ہوا۔ اسکے بعد ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۸ء تک بطور نیشنل سیکرٹری وصایا، انتخاب کے نتیجہ میں خدمت کرنے کی سعادت پائی۔ فالحمدللہ۔ یہ سب برکتیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کی توفیق پانے کی سعادت حاصل کرنا محض اور محض احمدیت کی برکات اور فیوض ہیں فالحمدللہ

اپریل ۸۳ء سے اکتوبر ۹۲ء تک دینی خدمات کے عرصہ کے دوران تبلیغ کے میدان میں کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور غیبی طور پر اچانک اور دفعتاً مذہبی بات چیت میں تائید خداوندی کے ایمان افروز نظارے بھی دیکھے جس سے یہ یقین ہو گیا کہ جو بھی داعی الی اللہ کے سلسلہ میں خدمت میں لگ جائے اُسے اللہ تعالیٰ کی نصرت، تائید اور مدد ہمیشہ حاصل رہتی ہے۔

بطور نیشنل سیکرٹری وصایا ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۸ء تک اس دوران میں نے کینیڈا کی جماعتوں میں چار مرتبہ جا کر وصایا کے حصول کی توفیق پائی۔ اور اس کام میں بھی ایمان افروز برکات کے نظارے دیکھنے کو ملتے رہے۔

نظام وصیت کی برکات

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس عاجز کو ۱۹۴۶ء میں نظامِ وصیت میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ اب میری وصیت پر ۵۸ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ (بقیہ صفحہ: 44)

مقالہ خصوصی (قسط اول)

ناصر ویس

غوغائے رقیباں

غرورِ زہد نے سکھلایا ہے واعظ کو ☆ کہ بندگانِ خدا پر زبان دراز کرے

علامہ اقبال کے مندرجہ بالا شعر میں بندگانِ خدا پر زبان درازیوں کی عملی تفسیر کا قلمی چہرہ اگر دیکھنا مقصود ہو تو ٹورنٹو سے شائع ہونیوالے ماہنامہ آفاق کا نومبر ۲۰۰۴ء کا اداریہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ یاد رہے یہ جریدہ سر اقبال کا نہ صرف زبردست خوشہ چیں ہے بلکہ مدیرِ آفاق نے اپنے اِس ماہواری پرچے کو ''اقبال اکیڈمی'' تک کا درجہ بھی دے رکھا ہے۔ اقبال کا پیغام تو یہ تھا کہ ع

اپنا تو پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے!

علامہ اقبال کے اِس پیغامِ محبت کے برعکس مدیرِ آفاق کے قلم نے اپنے اداریئے میں جماعت احمدیہ اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر (اپنے زعم میں اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے) تبرّا بازی کر کے نہ صرف پوری دنیا میں پھیلے کروڑوں احمدیوں بلکہ کثیر التعداد غیر احمدی شرفاء کی بھی دل آزاری کی ہے۔ مدیرِ آفاق نے جماعت احمدیہ اور حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ پر نفرتوں کے تیر چلا کر شائد سمجھ لیا ہے کہ یوں موصوف نے خدمتِ اسلام کے میدان میں کوئی بڑا معرکہ مارا ہے۔ مدیرِ آفاق سے سوال ہے کہ کیا ہمارے مولیٰ و آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا بھی یہی اُسوہ تھا اور کیا سرورِ کائنات نے اسی طرزِ تبلیغ سے اپنے سے مختلف الخیال لوگوں کے قلوب میں ایمان کی تخم ریزی فرمائی تھی......؟ اس روش پر، تشت و افتراق اور عداوتوں کے پودے کی آبیاری کرنیوالے اِس جریدے کو اگر آفاق کی بجائے ''نفاق'' کا عنوان دے دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور جس پر مدیرِ آفاق کے فکری پیشوا سر اقبال کا یہ شعر پوری طرح صادق آتا دکھائی دیتا ہے کہ ؎

عجب واعظ کی دینداری ہے یا رب
عداوت ہے اسے سارے جہاں سے

مدیرِ آفاق، جو آفاق کے باقاعدہ اجراء سے قبل ایک مقامی ہفت روزہ پاکیزہ میں ''درویش آفاقی'' اور اب اپنے پرچے میں ''شاہین آفاقی'' کے قلمی ناموں کیساتھ بھی احمدیوں اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر افتراء سازیوں اور اختراع سازیوں کے مشغلے سے اکثر دل بہلاتے رہتے ہیں، اپنے تازہ ''افکارِ عالیہ'' میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی ذات کو بلاوجہ اور بے ربط طور پر موضوعِ اداریہ میں گھسیٹتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

''مادی پستی سے ابھرنے والی ذہنی و فکری غلامی کا تجربہ ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں سے زیادہ کس کو ہو گا کہ کسی سیاسی قوت کی محرومی کے باعث ہماری آنکھوں کے سامنے اسلام میں تاویل و تبدّل تو ایک جانب خود پورے کے پورے اسلام پر قبضہ جمانے کے لئے جدید پیغمبر بھی مسلمانوں کے اوپر مسلط ہو گیا۔ یہ پیغمبر کسی نئے مذہب یا پیغام کا پیغمبر ہونے کی بجائے پورے اسلام اور مسلمانوں کی ملکیت کا دعوے دار تھا۔ اس پیغمبر کی شریعت کیمطابق جس نے مسلمان رہنا ہے وہ مرزا قادیانی (کروڑوں عقیدت مندوں کے روحانی پیشوا کا نام لکھتے وقت تہذیب و شائستگی اور اندازِ تکلّم کا غالبًا ایسا ہی کوئی اچھوتا نمونہ دیکھ کر شاعر نے کہا ہوگا ع

(زباں بگڑی سو بگڑی خبر لیجئے دھن بگڑا--- ناقل) کی نبوت کو مانے ورنہ وہ مسلمان نہیں۔ مسلمان ہونے کیلئے اللہ، قرآن اور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی نبوت کو ماننے کی بجائے مرزا غلام احمد کی نبوت کو ماننا بھی لازم ٹھہرا۔ پچاس سال سے زیادہ یہ نبوت کا دعویٰ ہمارے ایمان کو آزماتا رہا لیکن کوئی کچھ نہ کر سکا کہ نہ ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت تھی اور نہ مسلمانوں کے پاس ایسی سیاسی قوت تھی جس کے بل پر وہ اسلام اور مسلمانوں پر قبضے کے دعوے کو چیلنج کر سکتے۔ لیکن ہوا کیا؟ پاکستان بننے کے بعد پاکستان کی تقدیر کلی طور پر پاکستان کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہ ہونے کے باوجود صرف اجتماعی سیاسی قوت کے بل پر ہمیشہ کیلئے یہ طے کر دیا گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار اپنے آپ کو جو چاہیں کہیں لیکن وہ مسلمان ہرگز نہیں۔ مسلمان ہونے کیلئے لازم ہے کہ اسلام کی حقانیت ہی نہیں بلکہ اسکی ابدیت پر بھی ایمان لایا جائے۔ لیکن جس طرح انگریزی سر زمین (ہندوستان) میں مرزا غلام احمد کی نبوت پر ایمان لانا اسلام ٹھہرا تھا ایسے ہی آج کینیڈین سرزمین پر ہم جنس پرستی اور مسجدوں میں مردوں کے شانہ بشانہ عبادت کرنے کو اسلام قرار دیا جا رہا ہے۔''

(اداریہ: ماہواری جریدہ آفاق، ٹورنٹو۔ بابت نومبر ۲۰۰۴ء صفحہ: ۵)

اداریئے کے مذکورہ بالا الفاظ پڑھ کر ان کے متعلق اس تاثر اور رائے کے علاوہ کوئی دوسرا اندازہ لگانا کافی محال ہے کہ اداریہ نویس کے قلم کا جہاں شائستگی اور حقائق کے کوچے کی طرف ذرا بھی گذر نہیں نیز جہاں تنفر اور تضحیک و تحقیر کا رسیا ہے، وہاں ''اقبال اکیڈمی'' کا کاغذی مدارالمہام ہونے کے باوجود صاحبِ تحریر، اقبال اور احمدیت کے حوالے سے اقبال کے نظریات و تحریرات سے بے بہرہ ہیں۔ چنانچہ آئندہ سطور میں اقبال کی اپنی اور بعض دیگر اسکالرز کی تحریرات کے حوالوں کے پس منظر میں مدیرِ آفاق کے مندرجہ بالا تضحیک آمیز و درشت کلامی کے خمیر میں گندھے اعتراضات کا قلمی تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قلمی تجزیہ پیش کرنے سے قبل راقم اپنے اِس مطالعاتی مشاہدہ کا اظہار بھی کرنے پر مجبور ہے کہ آج تک جتنے بھی ماہرینِ فکر اقبال، اقبال شناسوں اور اقبال پرستوں کی تحریرات راقم کی نظر سے گزری ہیں چاہے وہ ہفتگی اُردو ٹائمز (ٹورنٹو) کے میگزین سیکشن میں رفیق احمد آف مسی ساگا جیسا غیر معروف لکھنے والا ہو، شکاگو (امریکہ) کا ڈاکٹر شبیر احمد نامی طبیب ہو۔ مسی ساگا کا شاعرِ ''بے بدل'' حشام سید ہو یا درویش آفاقی و شاہین آفاقی کے قلمی ناموں میں چھپے ہوئے مدیرِ آفاق سجاد حیدر کی پسِ پردہ کمانِ قلم کے زہر میں بجھے تیر ہوں----- یا پھر اقبال اکیڈمی لاہور کے ڈاکٹر عشرت وحید جیسے بھاری بھرکم پی ایچ ڈی ڈگری ہولڈرز ہوں ان جیسے بیشتر حضراتِ اقبال شناسوں کی پند و نصائح اور درسِ انسانیت و اخلاقیات پر مبنی لیکچر نما تحریروں میں جیسے ہی حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کا نامِ نامی آتا ہے، پی ایچ ڈی جیسی اعلیٰ تعلیمی ڈگریوں، اسلامی رواداریوں، اخلاقیات اور تہذیب و شائستگی جیسی خصوصیات و اقدار کے تمام جامے تار تار ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ راقم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے کہ کیا اُس فکرِ اقبال کی تاثیرات کا یہی اثر اور حاصل ہے جس اقبال کا کہنا تھا کہ ع اقبال بڑا اُپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے! مگر اقبال شناسی کے مذکورہ قسم کے دعوے داروں پر (دوسروں بالخصوص احمدیوں کی بابت) ''من باتوں میں موہ لینے'' جیسی تعلیماتِ اقبال کی تاثیرات کا تو کوئی شائبہ بھی دور دور تک مشاہدے میں نہیں آتا.......! کہیں ایسا تو نہیں کہ مذکورہ بالا قسم کے مزاج شناسان اقبال نے حضرتِ اقبال کے مندرجہ بالا مصرعہ والے شعر کے اس پہلے مصرعہ کو چھوڑ کر فقط اس دوسرے مصرعہ کے معانی و مفہوم کو ہی حرزِ جان بنا لینا اہم اور انتہائے مقصود سمجھ لیا ہو کہ ع

گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا......!!

ایک حقیقت پسند و نامور مفسّرِ قرآن کی رائے

مدیرِ آفاق کے مندرجہ بالا الزامات و اختراع سازیوں کے تعلق میں برصغیر کے ایک نامور اور حقیقت بیان اسکالر و مفسّرِ قرآن مولانا عبدالماجد دریا آبادی صاحب

کی رائے یہاں درج کی جاتی ہے جن کی ''سچی باتیں'' بھارت کے جرائد و رسائل ہی میں نہیں، پاکستان کے روزنامہ نوائے وقت جیسے اقبال کے فکری پیروکار اور پھر آگے نوائے وقت کے خوشہ چینوں میں بھی سالہا سال تک دھرائی جاتی رہیں۔

ماہنامہ ترجمان القرآن (ایڈیٹر مولانا مودودی) بابت جنوری ۱۹۶۳ء میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے کراچی سے تعلق رکھنے والے ایک مخلص کرم فرما کا شکایت نامہ نقل کیا گیا جسمیں شکایت کنندہ نے آفاق کے مذکورہ بالا اداریئے جیسے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی سے ان کی ''قادیانیت نوازی'' کا شکوہ کیا:-

''قادیانیت نوازی'' --- (شکایت نامہ)

''آپ سے راقم السطور کو شدید اسلامی گلہ یہ ہے کہ آپ قادیانیت کی پشت پناہی کرتے ہیں اس سے آپ کی محبوبیت میرے خیال میں مجروح ہو چکی ہے۔ قادیانیت دینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف انگریز کی سازش ہے یہ آپ سے محبت کا تقاضا ہے کہ میں آپ سے شدّت کے ساتھ مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ قادیانیت سے اپنے دامن کو ہمیشہ کے لئے بچا کر رکھیں۔ آپ کی تحریریں قادیانیت کی تعریف میں جب قادیانی اخبارات پیش کرتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ آپ سے پوری جنگ کی جائے---- آپ کو معلوم ہے کہ آج سے نہیں سالہا سال سے آپ کی سچّی باتیں التزام کے ساتھ شائع کی جاتی ہیں۔ ضرور آپ کی نظر سے گزرتا ہو گا۔ آپ کے دل کی تمام اسلامی خوبصورتی میرے نزدیک اس وقت غارت ہو جاتی ہے۔ جب آپ کے قلم سے قادیانیت کی تعریف میں کلمات نظر آتے ہیں۔ یہ ایک ایسا وبال ہے جو آپ اپنے اوپر لے رہے ہیں۔ یہ دوسرے لوگوں کی گمراہی کا وبال ہے جس کی ذمہ داری قیامت کے دن آپ پر ہو گی---'' ایڈیٹر (کراچی)

شکایت کنندہ کو جواب

مفسّرِ قرآن مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے اپنے اس چاہنے والے کی شکایت یا الٹی میٹم کا اپنے موقر جریدہ ''صدقِ جدید'' (لکھنؤ) ۲۶ر اکتوبر ۱۹۶۲ء کے ذریعہ ''ایک مخلص کا الٹی میٹم'' کے زیرِ عنوان مندرجہ ذیل الفاظ میں جواب شائع فرمایا:-

''---- ان پاکستانی ایڈیٹر صاحب نے جس پُر زور پیرائے میں اپنے مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا ہے اسے بجنسہٖ نذر ناظرین کر دیا ہے۔ اور یہ تحریر اپنی نوعیت کی کوئی پہلی نہیں بیسیوں تحریریں اس مضمون کی بڑے سے بڑے عزیز مخلصوں کی طرف سے آ چکی ہیں۔ اور برابر آتی رہتی ہیں۔ لُبِ لباب یا حاصل ان سب عزیزوں کا کچھ یوں ہوتا ہے۔

قادیانیت اپنے سارے اجزاء سمیت ایک سو فی صدی باطل اور دشمن اسلام و محزب ایمان تحریک ہے۔ جس کا ذکر کِسی اعتبار سے بھی موقع داد و تحسین پر قابلِ برداشت نہیں۔ یہ ایمان و ضمیر کا معاملہ ہے جس میں کِسی مصالحت، مداہنیت اور تساہل کی گنجائش نہیں۔

بے شک ایسا ہی ہو گا لیکن اسے کیا کیجئے کہ بعینہٖ وہی دینی مصلحت اندیشی (سٹریٹیجی) جو آپ حضرات کو جوش و خروش اور تشدّد پر آمادہ کرتی رہتی ہے---- کچھ اللہ کے بندوں کو اس کے برعکس نرمی و رواداری کی طرف بھی بلا رہی ہے۔ آپ حضرات کی نظر جب بھی پڑتی ہے تو ''مابہ الاختلاف'' پر اس سے طبیعت فوراً اشتعال قبول کر لیتی ہے۔ لیکن کچھ نظریں ایسی بھی ہیں جو--- ''مابہ الاشتراک'' کی تلاش میں رہتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ اسی پر پڑتی ہیں۔ قدرتاً اس گروہ کا (اقل قلیل سہی) یہ ہے کہ

--- جب اشتراک عقیدہ توحید میں موجود ہے

--- تصدیق رسالت میں ہے

--- عقیدہ آخرت میں ہے

--- حقانیت قرآن میں ہے۔ کلمہ میں ہے۔ قبلہ میں ہے

--- عبادت و فرائض پنجگانہ میں ہے

اور اختلاف صفات رسالت میں صفت ''خاتمیت'' میں بھی نہیں۔ بلکہ صرف ''تعبیرِ خاتمیت'' میں ہے

تو یہ اُمّت کے حق میں کہاں کی دوستی ہے کہ اسی کو اتنا اچھالا جائے اور نمایاں کیا جاتا ہے----''

علامہ عبدالماجد دریا آبادی نے اپنے پرچہ صدق جدید کی ایک دوسری اشاعت میں ایک سنی المشرب عالمِ دین کا فاضلانہ مقالہ بھی شائع کیا جس میں انہوں نے واضح کیا تھا کہ عقیدہ ختم رسالت میں ہمارا احمدیوں سے اختلاف صرف شخصیت میں ہے۔ مقالہ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:-

''....دونوں ہی مسیح موعود کی نبوت کے قائل ہیں۔ دونوں ہی کا عقیدہ ہے کہ خاتم المرسلین ﷺ کے بعد مسیح موعود نبی ہو کر آئیں گے۔ اب یا تو دونوں ہی ختم نبوت کے منکر ہیں یا دونوں ہی اس الزام سے بری ہیں۔ مرکزی نقطہ مسیح موعود کی نبوت ہے اور اس پر دونوں ہی کا اتفاق ہے۔'' (صدق جدید لکھنؤ۔ ۵ر نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ: ۷)

برصغیر کے نامور مذہبی اسکالر مولانا عبدالماجد دریا آبادی صاحب کی مندرجہ بالا تحریرات سے یہ تو خوب واضح اور ثابت ہو گیا کہ اختلاف صفتِ خاتمیت میں نہیں بلکہ صرف ''تعبیرِ خاتمیت'' یعنی فقط شخصیت کے تعین میں ہے۔

خودغرض سیاست مداخلت فی الدّین کی ڈگر پر!

آفاق کے اداریہ نویس کا **کافر گری** کا شوقین قلم، اُس مذمومہ سیاسی فیصلے پر بڑی ڈھٹائی کیساتھ لڈی ڈالتا اور بغلیں بجاتا دکھائی دیتا ہے جس کے مطابق پارلیمنٹ میں نام نہاد آئینی و قانونی اغراض کی خاطر خودغرض سیاست نے **مداخلت فی الدّین** کی گھناؤنی، خطرناک و ناعاقبت اندیشانہ راہ کھولتے ہوئے احمدیوں پر ''ناٹ مسلم'' کی تہمت لگادی تھی۔ چنانچہ نہ صرف قرآن، حدیث اور سنتِ نبویؐ کو کلیۃً پسِ پشت ڈال دیا گیا، بلکہ مروّجہ مہذّب جمہوری اصولوں اور یو این او کے چارٹر برائے حقوقِ انسانی کا منہ چڑانے کے ساتھ ساتھ خود آئینِ پاکستان کی بنیادی انسانی حقوق والی شقوں کی مٹی پلید کرتے ہوئے ''مسلمان'' کی ایک انوکھی و خود ساختہ تعریف سیاسی قوت کے بل پر دستور میں گھسیڑ دی گئی۔ جبکہ اس کے بالعکس دستورِ پاکستان کی شق نمبر ۲۰ بالوضاحت اعلان کرتی ہے کہ ''پاکستان کے ہرشہری کو یہ حق حاصل ہے کہ جو مذہب وہ چاہے، اسے اختیار کرے۔ اُس پر عمل کرے اور اُسکی تبلیغ کرے۔'' آج کی ماڈرن جمہوریت کی تاریخ میں یہ نئی ترمیم بلاشبہ ایک بدترین مثال ہے۔

واضح رہے کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے تعلقات میں ساری کنفیوژن ''مسلمان کی تعریف'' کی ہے جو کہ علماء ۱۹۵۴ء میں دو مسلمان ججوں، چیف جسٹس محمد منیر اور جسٹس ایم۔ آر کیانی کی عدالتی تحقیقات میں پیش کرنے سے سراسر قاصر رہے۔ البتہ مودودی صاحب کی پیش کردہ تعریف مدلّل بھی تھی اور مستند بھی، انہوں نے بیان کیا کہ مسلم وہ ہے جو:-

(۱) توحید پر (۲) تمام انبیاء پر (۳) تمام الہامی کتابوں پر (۴) ملائکہ پر (۵) یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور جو شخص ان پانچ شرائط میں سے کسی شرط میں تبدیلی کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ (رپورٹ ص ۲۳۳)

یہاں دو امور غور طلب ہیں۔

ایک یہ کہ ۱۹۵۴ء کے بعد ۱۹۷۴ تک کے درمیانی عرصہ میں وہ کون سی نئی شریعت نازل ہوئی تھی جس کی رو سے قومی اسمبلی نے، (۷ستمبر ۱۹۷۴ء کو) پانچ شرائط میں تبدیلی کر کے لفظ ''مسلم'' کی ایک نئی تعریف وضع کر لی دوسرے یہ کہ نئی تعریف وضع

کرنے یا نئی تعریف سے متفق حضرات کیا دائرہ اسلام میں داخل سمجھے جا سکتے ہیں؟

کیونکہ نئی تعریف کی رو سے:

جو شخص حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ھے یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ھے، وہ آئین و قانون کی اغراض کیلئے "مسلمان" نہیں ھے۔

اس تعریف کی رو سے وہ تمام سوادِ اعظم مسلمان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے منتظر ہیں ان کیلئے دو ہی راستے ہیں یا تو اس تعریف کی رو سے خود کو "نامسلمان" سمجھ لیں۔۔۔ یا پھر اِس پاک سرزمین سے ہجرت کر جائیں......!!

احمدیہ مسلک:

مسلمان کی تعریف کے حوالے سے احمدیہ مسلک بالکل واضح ہے۔ اس مسلک سے ہٹ کر اگر کوئی بات احمدیوں کی طرف منسوب کرتا ہے تو یا تو وہ احمدیہ مسلک سے ناواقف ہے یا پھر وہ جان بوجھ کر جھوٹ بول کر عوام الناس میں نفرتوں کی تخم ریزی کر رہا ہے۔ احمدیوں کے نزدیک ہر مسلمان کہلانے والا مسلمان ہے۔ وہ فرشتہ بن سکتا ہے۔ فرشتوں سے بالا مقام حاصل کر سکتا ہے۔ اسفل السافلین میں گرے تو شیطان ابلیس فاسق و فاجر اور کافر بن سکتا ہے یہاں تک کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ دائرہ حقیقت اسلام سے خارج ہو گیا لیکن پھر بھی وہ جب تک اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ اسے ہم مردم شماری میں غیر مسلم نہیں لکھ سکتے۔

معروف اسکالر اور مولانا مودودی صاحب کے ابتدائی ساتھی جناب امین احسن اصلاحی اپنے پرچہ "تدبر" میں لکھتے ہیں کہ:-

"امام ابوحنیفہ کے مطابق جب مسلمانوں کی شہریت کے حقوق طے ہوں تو وہ تمام لوگ جو لا الٰہ الا اللہ کہیں گے ان سب کو مسلمانوں کے رجسٹر میں درج کیا جائے گا۔" (پرچہ اپریل ۱۹۹۱ء ص ۲۰)

جب احمدیت کی مخالفت مدِّ نظر نہ تھی تو شہریت کے معاملہ میں مولانا مودودی صاحب نے بھی اسی نظریہ کو اسلامی نظریہ قرار دیا۔ فرماتے ہیں:-

"جب کوئی شخص خدا کی واحدانیت اور آپ ﷺ کی رسالت کو ماننے کا اقرار کرے تو وہ دائرہ اسلام میں آ جاتا ہے اور اسلامی اسٹیٹ کا شہری (Citizen) بن جاتا ہے۔ یہ بات کہ وہ حقیقی مومن ہے یا نہیں اس کا فیصلہ اللہ کرنے والا ہے۔ ہم اس کا فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں کیونکہ **لم اومر ان اشق عن القلوب الناس ولا عن بطونھم۔** "مجھ کو لوگوں کے دل چیرنے اور ان کے باطن ٹٹولنے کا حکم نہیں دیا گیا"۔ (تفہیمات جلد اول ص ۱۵۳)

احمدی تو ان مسلمانوں کو بھی جو احمدیوں کو غیر مسلم کہتے ہیں غلطی خوردہ سمجھتے ہیں لیکن غیر مسلم قرار نہیں دیتے۔ ایک تارک الصلوٰۃ، حدیث رسولؐ کی رو سے ارتکاب کفر کرتا لیکن غیر مسلم نہیں ہوتا ساری کنفیوژن مسلمان کی تعریف نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ قائد اعظم اس نکتہ کو سمجھ گئے تھے اور اس تعریف کی بنیاد پر مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی اور اس میں احمدیوں کو بھی شریک کیا گیا، ذمہ داری کے عہدے ان کے سپرد کئے گئے اور اسی بنیاد پر پاکستان قائم ہوا۔ قیام پاکستان سے قبل مسلم لیگ کی طرف سے ایک احمدی (سر محمد ظفر اللہ خاں) کو آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت دی گئی اور قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم نے اسے اپنی وزارت میں لیا، قائد اعظم کی وفات کے بعد مسلمان کی تعریف کو مسخ کر کے "دین ملاّ فی سبیل اللہ فساد" کا آغاز ہوا۔ غیر مسلم تو وہ ہے جو بقول میر تقی میر ع

قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا، کب کا ترک اسلام کیا

جب ایک شخص اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا قائل ہے آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ تم واحدانیت کے قائل نہیں ہو ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت کا اقراری ہے آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ تم منکر رسالت ہو۔ جو شخص تارک اسلام نہیں اسے آپ "غیر مسلم" کیسے کہہ سکتے ہیں؟ یہ بہت بڑا ظلم ہے کہ مسلمان کی تعریف کو نہ سمجھتے ہوئے سوپشت کے پکے اور راسخ العقیدہ مسلمانوں اور نومسلموں کو "غیر مسلم" قرار دے دیا گیا۔ جب تک لوگ مسلمان کی تعریف کے باب میں اپنا قبلہ درست نہیں کریں گے۔ مسلمان غیر مسلم بنتے رہیں گے۔ کبھی احمدی غیر مسلم بنے اور کبھی شیعہ اور کبھی ذکری اور کبھی آغا خانیوں کے متعلق قومی اسمبلی میں تحریکیں پیش کرنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔

ہماری اپیل ہے کہ اپنا قبلہ درست کرو اور مسلمانوں کے وسیع تر دائرے کو سکیڑ کر لوگوں کو نکال نکال کر باہر نہ پھینکو۔ اس ضمن میں "حلقہ فکرِ اقبال" کیلئے یہاں فرزندِ اقبال جناب ڈاکٹر جاوید اقبال کا اِس فیصلے پر تبصرہ پیش ہے:-

جناب مظفر حسین صاحب زیرِ عنوان، "معاملہ کہاں رکے گا" کے تحت لکھتے ہیں:-

"پچھلے ہفتے (۲۱ جولائی ۲۰۰۱ء) "افکار جمال الدین افغانی کی روشنی میں پاکستان کی نظریاتی اساس" کے موضوع پر جناب ڈاکٹر جاوید اقبال کے ایک لیکچر کا اہتمام کیا۔ دوران تقریر......انہوں نے اپنے ذاتی تجربے کے حوالے سے سامعین کو بتایا کہ:

میں رجعت پسند ملاؤں کے دینی خیالات سے بیزار ہو کر اسلام سے بہت دُور ہو گیا تھا، لیکن سر سیّد احمد خاں کی تفسیر پڑھ کر میں از سرِ نو مسلمان ہوا.........

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے احمدیوں کا مسئلہ اٹھایا اور کہا کہ سر ظفر اللہ خان نے یو این او میں اسلامی ممالک اور پاکستان کی جو شاندار خدمات انجام دیں، ان کا میں عینی شاہد ہوں، لیکن ہم پاکستانیوں نے احمدیوں کو کافر قرار دے دیا ہے۔ کل کو شیعوں کو بھی کافر قرار دے دیں گے تو معاملہ کہاں جا کر رکے گا۔ حکومت کیسے چلے گی اور پاکستان کیسے ترقی کرے......**جاوید اقبال صاحب نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک زمانے میں علامہ اقبال نے احمدیوں کی تعریف بھی کی تھی لیکن بعد میں سیاسی وجوہ پر ان کے مخالف ہو گئے۔**" (روزنامہ پاکستان لاہور ۲۸ر جولائی ۲۰۰۱ء)

(جاری ہے......)

{**نوٹ:** اگلی قسط میں فکرِ اقبال پر تحریکِ احمدیت اور احمدی علم الکلام کے اثرات کا جائزہ لینے کے علاوہ انشاء اللہ ان سیاسی وجوہ پر بھی تحقیقاتی روشنی ڈالی جائیگی جن کی بنا پر اقبال اپنی زندگی کے صرف آخری تین سالوں میں جماعت احمدیہ کے مخالف ہو گئے تھے۔ اور اسی پر بنا کرتے ہوئے بیشتر شناسانِ اقبال بھی احمدیت کے خلاف آنکھیں بند کر کے اعتراضات اور دشنام طرازیوں کے مینار کھڑے کرتے رہتے ہیں۔}

حاصل مطالعہ

جمہوری فیصلہ

ماہنامہ دھنک لاہور بابت ستمبر ۱۹۷۸ء میں شائع شدہ ذولفقار تابش کے آرٹیکل: "نصیحت آموز کہانیاں" میں سے "جمہوری فیصلہ" نامی ایک دلچسپ کہانی کا انتخاب، قارئینِ نحن انصار اللہ کے ذوقِ مطالعہ کیلئے.....
(مرسلہ: مکرم عبدالقیوم صاحب ڈار)

ایک شخص کو کسی بیماری میں سکتہ ہو گیا۔ لوگوں نے جانا مر گیا ہے۔ چنانچہ اس کے کفن دفن کا انتظام ہونے لگا جب غسل وغیرہ دے کر اسے کفن پہنایا جا رہا تھا تو دفعتاً اسے ہوش آ گیا اس نے آنکھیں کھول کر جب اپنے اردگرد لوگوں کا ہجوم اور اپنے وجود پر کفن دیکھا تو مارے خوف کے پھر بے ہوش ہو گیا............

(باقی صفحہ: 18)

اِک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے!

مُرسلہ: ظفر احمد گوندل، پیس ویلج

تحریر: عابدہ جہانگیر، گلارچی۔ بدین (سندھ)

﴿ والدہ مرحومہ (بے جی) کی یاد میں ﴾

وہ ۲۷ مارچ ۲۰۰۱ء کا دن تھا کہ فون کی بیل بجی تو دل سے یہی دعا نکلی کہ اللہ خیر کرے۔ فون میرے میاں (جہانگیر احمد) نے اٹھایا۔ فون پر میرے بھائی جان (نصیر احمد) کھوسکی (ضلع بدین) سے بات کر رہے تھے۔ اور جب جہانگیر نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور مجھے بتایا تو مجھے کسی طور پر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کیونکہ جس خبر کو میں سننا نہیں چاہتی تھی وہی خبر میری منتظر تھی۔ میری دنیا اندھیر ہو چکی تھی اور میری بہت ہی پیاری ماں (عزیز بیگم) زوجہ چوہدری عبدالغنی گوندل آف گوندل فارم کوٹری سندھ المعروف بے جی ہم سے جدا ہو کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکی تھیں۔ ع

بلانے والا ہے سب سے پیارا ☆ اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر!

تین سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے کہ میں اپنی والدہ صاحبہ کے بارے میں لکھنے کو قلم اٹھاتی ہوں لیکن آنکھوں سے ساون کی جھڑی لگ جاتی ہے اور میں کچھ لکھ نہیں پاتی۔ لیکن آج پھر میں نے ہمت کر ہی لی تا کہ میں اپنی پیاری امی جان کے بارے میں کچھ باتیں کچھ یادیں لکھ سکوں کیونکہ ان کی یادیں اتنی خوبصورت ہیں کہ میں چاہتے ہوئے بھی نہیں بھلا سکتی۔ اس لئے چاہتی ہوں کہ ان کی یادوں کو قلم بند کر کے ہمیشہ کیلئے محفوظ کر لوں تا کہ آئندہ نسلوں تک ان کی شخصیت کی خوبیوں کے بارے میں ذکر ہوتا رہے۔

میری ماں کا نام عزیز بیگم تھا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چوہدری غلام محمد گوندل رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ اپنے والد صاحب کی طبیعت کا گہرا اثر آپ کی طبیعت پر بھی ہوا تھا۔ آپ نہایت ہی سادہ طبیعت کی مالک تھیں۔ بہت ہی نیک، پرہیزگار، ملنسار، دیندار اور دوسروں کا خیال رکھنے والی خاتون تھیں۔ نماز، قرآن اور روزوں کی بہت پابند تھیں۔ تہجد، اشراک اور نفل نمازوں کے علاوہ نفلی روزے بھی رکھتیں اور اعتکاف پر بھی ضرور بیٹھتی تھیں۔ کئی دفعہ رمضان میں آپ کو لیلتہ القدر کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ آپکی شخصیت ایک خوش جمال، خوش مزاج، خوش اخلاق، خوش لباس، اور صفائی پسند جیسی بے شمار خوبیوں کا حسین امتزاج تھی۔ گندگی سے سخت نفرت تھی۔ ضرورت مندوں کی مدد کر کے دلی سکون محسوس کرتی تھیں۔ ضرورت سے زیادہ مدد کر کے سوالی کو خوش کر دیتی تھیں۔ اتنی چپکے سے مدد کرتیں کہ ہمیں بھی پتہ نہ چلتا۔ کبھی کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتی تھیں۔

نہایت مہمان نواز تھیں۔ گھر میں جب بھی کوئی مہمان آتا تو ہمیشہ آگے بڑھ کر نہایت خندہ پیشانی کیساتھ استقبال کرتیں اور جب تک مہمان قیام پذیر رہتا نہایت خوش اخلاقی، مسکراتے چہرے اور گھر میں مہمان نوازی کی خاطر ہمیشہ رکھے جانیوالے جملہ لوازمات اور آسائشوں سے اسکی خاطر مدارت میں لگی رہتیں۔

ہمارے گاؤں میں مسجد گھر کے ساتھ ہی تھی۔ قرآن و نماز سے اتنی محبت تھی کہ جب بھی کوئی ملنے آتا اور ہم اپنی ماں کو ڈھونڈتے تو ہمیشہ ہمیں ہماری "گمشدہ" ماں مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے یا قرآن شریف پڑھتے ہوئے ملتیں۔ مسجد نزدیک ہونے کی سہولت کی وجہ سے تمام نمازیں باجماعت ادا کرتیں اور تہجد بھی باقاعدگی سے پڑھتی تھیں۔ ہمارے گاؤں (گوندل فارم) کے بیشتر گھر ایک ہی خاندان اور قریبی رشتہ داروں پر مشتمل ہیں لہٰذا مسجد میں سبھی ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔

بہت دعا گو وجود تھیں۔ ان کی دعائیں بھی بہت قبول ہوتی تھیں۔ ساری دنیا میں پھیلے ہمارے افرادِ خاندان اور رشتہ داروں کی جانب سے ان کے لئے خط، پیغامات اور فون دعاؤں کے لئے آتے تھے۔ جو بھی دعا کے لئے کہتا اس کے لئے خاص طور پر نفل پڑھ کر دعا کرتی تھیں۔ اکثر و بیشتر ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتی تھیں۔ ایک واقعاتی شہادت ان کی دعا گوئی کی پیش کرنا چاہوں گی۔ ہمارے گاؤں میں ایک عیسائی ہاری (مزارع) کی بیوی نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جب تک اس گاؤں میں بے جی (میری امی جان) ہیں گاؤں کو کوئی چور ڈاکو نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ بے جی کی دعاؤں نے گاؤں کے چاروں طرف دیوار بنائی ہوئی ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ سندھ میں احمدیت مخالف واقعات اور معاندینِ احمدیت کی شرارتوں کے باوجود خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے گاؤں پر ہمیشہ امن و سلامتی کے بادل سایہ فگن رہے ہیں۔ ہماری گوٹھ کے خدام اکثر دوسری گوٹھوں کی ٹیموں کے ساتھ میچ رکھتے تھے۔ میچ کھیلنے سے پہلے سب بے جی کے پاس آتے اور خاص طور پر دعا کروا کر جاتے تو میچ جیت جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ غیر از جماعت نوجوانوں کی ایک کرکٹ ٹیم میچ کھیلنے گوٹھ آئی تو ہار جانے پر ناراض ہو گئی کہ پتہ نہیں کیا "جادو ٹونا" کر لیتے ہیں کہ ہر دفعہ یہی لوگ جیت جاتے ہیں۔

بے جی، خلافتِ احمدیہ سے بھی دلی وابستگی رکھتی تھیں۔ اردو لکھ نہیں سکتی تھیں لیکن پڑھ لیتی تھیں۔ بڑے شوق سے سلسلے کی کتابیں زیرِ مطالعہ رکھتی تھیں۔ درثمین اور کلام محمود کے بیشمار اشعار زبانی یاد تھے۔ کافی عرصے تک جماعت گوندل فارم کی صدر لجنہ رہیں۔ خلیفۂ وقت اور نظامِ جماعت سے بھی اخلاص وفا اور دلی قربت رکھتی تھیں۔ قادیان کے جلسوں ۱۹۸۹ء؛ ۱۹۹۱ء؛ ۱۹۹۳ء میں بھی بڑے شوق سے شریک ہوئیں اور ۱۹۹۱ء کے جلسے میں قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ایک دفعہ لندن اور ایک دفعہ جرمنی کے سالانہ جلسے میں بھی شرکت کی اور حضورِ انورؒ سے شرفِ ملاقات حاصل کرنے کے علاوہ خلیفۂ وقت کیساتھ تبرکاً تصاویر بھی بنوائیں۔

جماعتی چندہ جات بھی ہمیشہ وقت سے پہلے ادا کر دیتی تھیں اور ہم سب بہن بھائیوں کو بھی اکثر جماعت کی خدمت اور محبت کی طرف توجہ دلاتی رہتی تھیں۔ یہ ان کی دعاؤں اور تربیت کا ہی اثر ہے کہ ہم سب بہن بھائیوں کو دین کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ ان کے تینوں بیٹے ظفر احمد گوندل قائد ضلع حیدر آباد (حال زعیم مجلس انصار اللہ۔ پیس ویلج کینیڈا)؛ نصیر احمد گوندل قائد ضلع بدین اور داؤد احمد گوندل قائد ضلع بدین رہ چکے ہیں اور اب بھی دوسرے جماعتی عہدوں پر فائز ہو کر خدمتِ دین کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ان کی ایک بیٹی بشریٰ بیگم ہماری گوٹھ گوندل فارم کی کافی عرصے تک صدر رہ چکی ہیں۔ ایک بیٹی ساجدہ رشید کراچی میں اپنی مجلس اورنگی ٹاؤن کی نگران ہیں اور خاکسارہ (عابدہ جہانگیر) نے شادی سے پہلے گوندل فارم میں لجنہ اماء اللہ میں جنرل سیکریٹری کے طور پر ایک عرصے تک کام کیا ہے اور اب شادی کے بعد گلارچی کی جماعت میں بحیثیت صدر لجنہ خدمتِ سلسلہ کی توفیق مل رہی ہے۔ اس طرح بے جی کی تربیت، دعاؤں اور عملی نمونہ کے طفیل سب اپنی اپنی جگہ خدمت دین میں عملی حصہ لینے کی سعادتوں سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔

میں چونکہ بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹی ہونے کے ناطے لاڈلی بھی تھی اس لئے مجھے بہت پیار کرتی تھیں۔ میں اکثر پڑھائی کے سلسلے میں ہوسٹل میں رہتی تھی تو مجھے ہر وقت یاد کرتی رہتی تھیں۔ میں اگر خط لکھتی تو ہمیشہ سنبھال کر رکھتیں اور خط کو بار بار پڑھتی تھیں اور چومتی تھیں۔

جو کوئی بھی ملنے آتا تو ہمیشہ سر اور منہ چوم کر بلائیں لیتی ہوئیں اس کو ملتیں تھیں۔ میں جہاں بھی جاتی مجھے کبھی کسی کام کی بابت یہ فکر دامنگیر نہ ہوتی تھی کہ پتہ نہیں یہ کام سرے بھی چڑھ پائیگا یا نہیں؟ کیونکہ ان کی دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ ہوتی تھیں۔ ان کی دعاؤں سے ہی میں نے M.Sc اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ پھر میری شادی کی فکر بھی

تھی۔الحمدللہ اپنی زندگی میں ہی میرے فرض سے بھی سبکدوش ہوگئی تھیں۔میں جہاں بھی جاؤں جدھر بھی رہوں میری دعا گو ماں کی دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ رہتی تھیں۔

ہم ماشاء اللہ ۷ بہنیں اور ۳ بھائی ہیں۔اپنی زندگی میں ہی سب کی شادیاں بھی کیں اور اولاد بھی دیکھی۔ اپنی زندگی سے خوش تھیں لیکن آخری سالوں میں اپنے بڑے بیٹے ظفر احمد گوندل کینیڈا چلے گئے تو اکثر اداس رہنے لگی تھیں۔اور اب اپنے سب بچوں کی شادیوں کے بعد اکیلی بھی ہوگئی تھیں تو زیادہ اداس رہنے لگی تھیں۔

ان کی یادیں اتنی زیادہ اور حسیں ہیں کہ کبھی ختم نہ ہوں گی۔ان میں خوبیاں ہی خوبیاں تھیں۔گلہ،شکوہ،چغلی،غیبت اور نخوت جیسی بدعادات سے کوسوں دور تھیں۔ وہ بس پیار ہی پیار تھیں۔ہر بچہ آپ کو نانی جی کہہ کر پکارتا تھا۔نواسے،نواسیوں ،پوتے،پوتیوں اور گوٹھ کے بچوں کے علاوہ دوسری گوٹھوں کے بچے بھی آپ سے والہانہ لگاؤ رکھتے تھے۔ہماری گوٹھ میں ایک اسکول بھی تھا جب صبح بچے اسکول پڑھنے کے لئے آتے تو بچوں کی قطار لگی ہوتی آپ سے سلام لینے کے لئے ۔ ہر بچے کی کوشش ہوتی کہ پہلے آپ سے وہ سلام لے اور اسی طرح اسکول سے واپسی پر بھی سب بچے آپ سے پیار لے کر جاتے۔ لاریب آپ اِس جماعتی سلوگن کا چلتا پھرتا مجسّم نمونہ تھیں کہ ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں!''

آخری دو سالوں میں شوگر اور بلڈ پریشر کی وجہ سے کافی کمزور ہوگئی تھیں۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ ان کو کھانا زیادہ کھلایا کریں لیکن اب ای جان بہت کم کھاتی تھیں۔

وفات سے تقریباً ۱۵ روز پہلے ہم سب بہن بھائیوں نے والدہ کے ساتھ گوندل فارم میں ایک ساتھ بقرعید کی جو ان کے ساتھ آخری عید تھی۔عید کے بعد ان کے بیٹے نصیر احمد گوندل ان کو اپنے ساتھ کھوسکی لے گئے۔

اپنی زندگی میں انہوں نے کسی کو تکلیف نہ دی ۔ہمیشہ دوسروں کی تکالیف کا احساس کرتے ہوئے انہیں رفع کرنے کی کوشش کی۔ آخری دنوں تک باتھ روم سہارے سے جاتی رہیں ۲۷ مارچ ۲۰۰۱ء وفات کے دن بھی باتھ روم سہارے سے جا رہی تھیں کہ اچانک دل کو تکلیف ہوئی اور لمبی سانس لی ۔ جلدی سے ان کو بیڈ پر لٹایا گیا اور بھائی جان ڈاکٹر کو بلانے بھاگے لیکن اسی اثناء میں ہماری ماں کسی کو تکلیف دیئے بغیر اپنے خالق حقیقی سے جاملیں ڈاکٹر کو بھی پہنچنے کی مہلت نہ ملی تھی۔اناللہ وانا الیہ راجعون ع

اِک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے!

سب نے میری ماں کی وفات پر گوندل فارم جمع ہونا تھا تو میں بھی وہیں چلی گئی اور اپنی پیاری ماں کا آخری دیدار کیا تو ایسے ہی لگ رہا تھا کہ ابھی سوئی ہیں اور ابھی اٹھ کر حسبِ عادت مجھے گلے لگا کر میرا منہ اور سر چوم لیں گی......لیکن پھر جیسے دل نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا ؎

کون چومے گا میرے خط کو میرے نام کو ☆ کون دیکھے گا رستہ میرا صبح اور شام کو

اُس روز ہر کوئی اداس، آنکھیں سوجی ہوئیں، دل روتے ہوئے ایک دوسرے کو تسلی دے رہے تھے اور صبر کی تلقین کر رہے تھے ۔ہر چیز پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ گاؤں کی سب عورتیں بیٹھ کر بے جی کی قابلِ صد تقلید عادات و صفات کی ہی باتین کر رہی تھیں۔ بزبانِ شاعر ؎

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی ☆ اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

کسی بچے کو نظر لگ جاتی یا کسی بچے کا بخار نہیں اترتا تھا یا بھینسیں دودھ نہیں دیتی تھیں تو بے جی سے دم کروا کر آرام آجاتا تھا۔بچوں کے امتحان ہوتے تو بے جی سے دعا کے لئے کہا جاتا تا کہ بچے اچھے نمبروں سے پاس ہو جائیں۔کسی نوکر کو کچھ پیسے چاہیئے ہوتے یا کسی بھی قسم کی امداد کی حاجت ہوتی تو وہ بے جی سے بغیر کسی جھجک و شرم کے مانگ لیتا۔ اور اب ہر کسی کی اماں اور بے جی اور نانی جان اور دادی جان سارے کاموں سے فارغ ہو کر سب سے بےخبر اپنی آخری آرام گاہ میں جانے کیلئے سکون سے ہمیشہ کے لئے ابدی نیند سو چکی تھیں.....ایسے میں میرا ماؤف ذہن اور غم و اندوہ سے بوجھل آنکھیں یادِ ماضی کے اتھاہ سمندر میں اتر کر شفقتوں اور محبتوں کے اُن آبدار موتیوں کی مالائیں پرونے میں الجھے ہوئے تھے جو میری ماں کے گفتار و عمل و سیرت کا گہنا تھے۔ میں تصور کی آنکھوں سے گزرے ماہ و سال اور صبح و شام سے وابستہ ان حسین یادوں کے نظاروں میں مگن تھی..... جب کبھی میں سسرال سے گاؤں جاتی تو ہمیشہ میری ماں مجھے گھر سے باہر ہی انتظار کرتی ہوئی ملتیں اور جب میں واپس سسرال آجاتی تو پھر دوبارہ دن گننا شروع کر دیتی تھیں کہ اب اتنے دن ہو گئے ہیں اور میری بیٹی نہیں آئی۔اس دفعہ آئے گی تو زیادہ دن اپنے پاس رکھوں گی۔میرے بچوں سے بھی بہت پیار کرتی تھیں اور ان کے لئے چیزیں سنبھال کر رکھتی تھیں۔ ؎

اب کسی نے میرا ماتھا چوما نہیں ☆ کسی نے میرے دل کا حال پوچھا نہیں

بلاشبہ کوئی بھی انسان ماں کی جگہ نہیں لے سکتا کیونکہ ماں کی محبت لازوال، بے لوث اور بے مثال ہوتی ہے ماں اپنی اولاد کے لئے ہر وقت فکرمند رہتی ہے۔جب بھی کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کے لئے دعائیں کر کر کے پھونکیں مارتیں اور پوچھتی رہتیں کہ اب کیسی طبیعت ہے؟ جب بیمار کچھ سنبھل جاتا تب کہیں جا کر دل کو تسلی ہوتی اور پھر ہی کوئی دوسرا کام کرتیں.............اے ماں ؎

قدم قدم تیری یادیں میرے ساتھ ہیں ☆ لمحہ لمحہ تیری باتیں میرے ساتھ ہیں

چونکہ آپ موصیہ تھیں لہٰذا بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کی خاطر ۲۷ مارچ کو ہی ضروری انتظامات کے بعد نائٹ کوچ سے جنازہ ربوہ لے جایا گیا۔آپکا ایک جنازہ گوندل فارم میں پڑھا گیا دوسرا لطیف آباد میں اور تیسرا ربوہ میں پڑھا گیا۔

۲۸ مارچ کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں ۲۸ نمبر قطعہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔آپ نے سوگواران میں اپنے شوہر کے علاوہ ۷ بیٹیاں اور ۳ بیٹے چھوڑے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری والدہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور صبر و جمیل عطا فرمائے (آمین)۔

میری ماں

☆مبشر خورشید☆

زندگی کے تپتے صحرا میں تو ٹھنڈی چھاؤں تھی ☆ اے میری ماں میری جنت تیرے زیرِ پاؤں تھی
بےغرض بےلوث تھی تیری محبت میری ماں ☆ سُونا سُونا ہم کو لگتا ہے تیرے بن یہ جہاں
رحمت و راحت کا سرچشمہ تھا ماں تیرا وجود ☆ پاک تھی تیری تصنع سے ہمیشہ باش و بود
اک خلش رہتی ہے دل میں تیری باتوں کی مجھے ☆ سر پہ رہتی ہے ضرورت تیرے ہاتھوں کی مجھے
اس نظامِ زندگی میں نعمتِ عظمیٰ تھی تو ☆ پیار میں چاہت میں الفت میں بہت اعلیٰ تھی تو
حادثہ لگتا ہے ہم کو آج بھی تیرا وصال ☆ شفقتوں سے ہے ہمیں محروم ہونے کا ملال
کون ہو سکتا ہے تیری ذات کا نعم البدل ☆ کہ گزرتا ہے تمہاری یاد میں ایک ایک پل
تو نے کی شوہر کی خدمت تربیت اولاد کی ☆ گھر میں اک جنت ہمارے واسطے آباد کی
تربیت تعلیم، تیری پرورش پر ہم کو ناز ☆ تو نے کی سب اہل کنبہ کی مدد عرصہ دراز
ماں اگر زندہ ہو تو صحرا بھی گلستان ہے ☆ لوگ کہتے ہیں کہ بن ماں کے گھر ویران ہے
جانبِ خدمت اطاعت تھا جھکاؤ ہر گھڑی ☆ تھا قرآنِ پاک سے گہرا لگاؤ ہر گھڑی
حفظ رہتیں سورتیں تھیں چیدہ چیدہ آپ کو ☆ سب ملے گویا تھے اوصاف حمیدہ آپ کو
فخر، بڑھاوا، تکبر سے ہمیشہ دور تھی ☆ عہد اور مہماں نوازی میں بہت مشہور تھی
ماں کے ہم مدفن کو کہتے ہیں بہشتی مقبرہ ☆ اے خدا جنت کے ہوں اعلیٰ مدارج میں جگہ

درد ہلکا سا لگا رہتا ہے جیسے پھانس میں
تیرے بچے یاد کرتے ہیں تجھے ہر سانس میں

ہوئے ہیں فیضانِ خداوندی بھی کبھی بند......؟

محترم ایڈیٹر صاحب ماہانہ آفاق،　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آفاق کی ماہ ستمبر کی اشاعت میں ڈاکٹر مظفر اقبال صاحب کا مضمون ''ہمیں کیا کرنا چاہیے'' صفحہ ۳۵ پر نظر سے گزرا۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون میں آج کی امت محمدیہ کی زبوں حالی پر تبصرہ فرمایا اور کچھ مشورے بھی دیئے کہ کیا کرنا چاہیے۔

میں نے اس مضمون کو خاصی دلچسپی سے پڑھا کہ یہ معلوم ہو کہ آج اُمت محمدیہ کو کیا کرنا چاہیے کہ ان آفات اور مصائب سے چھٹکارا حاصل ہو۔ اول بات جو فاضل مضمون نگار کی ہے میں بہت معذرت کے ساتھ اس سے اختلاف کرتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے ''۶۲۲ء میں یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا اب انسانی تاریخ کا بقیہ حصہ ہمیشہ کے لئے اس براہ راست مداخلت سے محروم ہو گیا''۔ مزید فرمایا'' اپنے رسولوں کا سلسلہ منقطع کرنے سے پہلے اللہ رب کریم نے علم اور عمل کے دو ایسے لازوال مستقل اور اٹل وسیلے نوع انسان کے لئے مقرر کر دیئے ہیں کہ ہر عاقل اور ذی فہم انسان ان سے مستفید ہو سکتا ہے۔ ان میں سے پہلا وسیلہ اللہ کی کتاب ہے اور دوسرا وسیلہ نبی آخرالزماں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ''

جناب ڈاکٹر صاحب نے جن دو وسیلوں کا حوالہ دیا ہے کیا ڈاکٹر صاحب نے اس وسیلوں کو خود اختیار کیا یا صرف حوالہ دے دینا ہی کافی سمجھا ہے کیونکہ اگر ڈاکٹر صاحب ان وسیلوں پر آپ عمل پیرا ہوتے تو انہیں یہ حل فوراً ہی مل جاتا کہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حالات میں کیا نصائح فرمائی ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحب کے وسیلوں سے اتفاق کرتا ہوں مگر ڈاکٹر صاحب کے عمل سے متفق نہیں ہوں پہلے حوالہ کے تعلق میں میری رائے ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے قرآن کریم کا گہرائی کیساتھ مطالعہ نہیں کیا اور نہ ہی اس کے مضامین پر غور فرمایا ورنہ ان کا مضمون کچھ اور ہی ہوتا۔ سوۃ البقرہ کی آیت نمبر ۳۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ترجمہ ''ہم نے کہا اس میں سے تم سب کے سب نکل جاؤ۔ پس جب کبھی بھی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئی تو جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان پر کوئی خوف نہیں ہو گا اور نہ وہ کوئی غم کریں گے'' پھر آیت نمبر ۴۰ میں فرمایا ''اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اور ہمارے نشانات کو جھٹلایا وہی ہیں جو آگ میں پڑنے والے ہیں وہ اس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں'' یہ ایک منطقی نتیجہ ہے جس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، ''جب کبھی'' ''میری طرف سے ہدایت'' اس میں زمانے کی کوئی قید مقرر نہیں فرمائی اور زمانے کو قیامت تک طول دے دیا اور دوسرا نکتہ میری طرف سے ہدایت ہے۔ اسکی بے شمار نشانیاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بیان فرمائی ہیں مثلاً جس کے ذریعہ ہدایت کے سامان پیدا کرتا ہے اسکی اپنی زندگی کا نمونہ جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین مکہ سے فرمایا تھا کہ کیا میں نے ایک لمبا عرصہ تم میں نہیں گزارا کیا کبھی تم نے مجھے کوئی غلط بات کہتے سنا یا میں نے کسی کی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ پھر اس شخصیت کو خدا کی طرف سے جو غیب کی باتیں بتائی جاتی ہیں وہ بطور پیشگوئیوں کے ہوتی ہیں جو آنے والے زمانے میں پوری ہونے والی ہوتی ہیں۔ اسکی پہلی اور بنیادی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ جس قوم کی ہدایت کے لئے مقرر ہوتا ہے اسکی قوم اسکی تکذیب کرتی اور اسکی ہلاکت کے درپے ہوتی ہے۔ تمام مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی یا رسول کا سلسلہ بند ہو گیا ہے اور یہی عقیدہ ڈاکٹر صاحب کا بھی ہے۔ جو شخص خدا کی طرف سے کسی قوم کی اصلاح اور ہدایت کے لئے کھڑا ہو تو اس کا کیا مقام اور رتبہ ہونا چاہیے جبکہ وہ اعلان کرتا ہے کہ خدا نے مجھے اس کام کے لئے کھڑا کیا ہے کیا اس کا مقام نبی سے کم ہو گا؟ اور پھر جس آیت مبارکہ سے یہ معنی اخذ کئے جاتے ہیں اس کی اصل حقیقت کیا ہے۔ سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۴۱ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا۔ ترجمہ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے (جیسے) مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے'' اب یہاں جو بات کی گئی ہے وہ صرف صاحب بصیرت لوگ ہی اسکی کہنہ کو پہنچ سکتے ہیں ورنہ عام قاری اسکے اصل مقصد کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ عام مسلمانوں کی معلومات میں اضافہ کے لئے اس آیت مبارکہ کا پس منظر جاننا ضروری ہے۔ حضرت زیدؓ کا نکاح (جو رسول اللہ کے غلام تھے اور منہ بولے بیٹے کہلاتے تھے) حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا۔ اس نکاح پر زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ یہ نکاح طلاق پر منتج ہوا اس کے بعد خدا تعالیٰ کے اذن پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اس پر کفار و مشرکین مکہ نے الزام لگایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے۔ اس الزام کے رد میں اور اس بیہودہ رسم کو ختم کرنے کے لئے خدا نے یہ منطقی استدلال پیش فرمایا کہ تمہارا یہ الزام بے بنیاد ہے کیونکہ اس رسول کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے تو اس نے کس طرح اپنی بہو سے نکاح کیا ہاں البتہ وہ اللہ کا رسولؐ ہے اس لحاظ سے وہ اپنے ماننے والوں اور پیروکاروں کا روحانی باپ ہے۔ عربی زبان کا ایک قاعدہ ہے جس کو جملہ استدراکیہ کہتے ہیں ایک ایسا جملہ جو دو حصوں پر مشتمل ہو اگر اسکے پہلے حصہ میں کسی بات کی نفی کی گئی ہو تو اسکے دوسرے حصہ میں اُسی بات کا اثبات کیا جاتا ہے۔ یعنی اس آیت مبارکہ کے پہلے حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نرینہ کی نفی کی گئی ہے اور دوسرے حصہ میں اولاد نرینہ کا اثبات فرمایا گیا ہے کیونکہ اللہ کا رسول اپنے پیروکاروں کا روحانی باپ ہے کیونکہ سورۃ احزاب میں خدا نے رسول اللہ کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے اس لحاظ سے رسول اللہ مومنوں کے باپ ہوئے۔ بلکہ آگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور رتبہ کو خدا نے بیان فرمایا وہ یہ کہ حضور اکرمؐ نہ صرف اپنے ماننے والوں کے باپ ہیں بلکہ وہ انبیاء کے بھی باپ ہیں کیونکہ خدا نے کسی نبی کو روحانیت کا وہ اعلیٰ ترین مقام عطا نہیں فرمایا جیسا کہ آپؐ کے لئے فرمایا کہ ہم نے اس رسول کو ساری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء میں سے کسی کو خدا نے یہ مقام اور یہ صفت عطا نہیں فرمائی خدا نے جو رحمت ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اور ساری کائناتوں کے لئے فرمائی کیا نعوذ باللہ وہ رحمت ختم ہو گئی اور جو فیض کے چشمے ہمارے آقا نے جاری فرمائے تھے کیا وہ خشک ہو گئے؟ ڈاکٹر صاحب کی تحریر سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ کوئی عظیم مفکر نہ عالم اسلام میں موجود ہے نہ اسلام سے باہر۔ یہ ڈاکٹر صاحب کے سوچنے اور غور کرنے کی ذمہ داری ہے۔ اس تعلق میں محترم ڈاکٹر صاحب اور عام مسلمانوں کی توجہ قرآن کریم کی تعلیمات کی جانب مبذول کروانے کیلئے جس کو وسیلہ اول قرار دیا ہے چند گزارشات کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اول بات خدا نے جو ہمیں دعا کے طور پر بتائی اور تاکید فرما دی کہ اسکے بغیر نماز نہیں ہوتی اور ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم ہے اور وہ دعا ہے سورۃ فاتحہ جس میں خدا نے اس کو آدھا اپنے لئے اور آدھا اپنے بندوں کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ بندوں کو دعا سکھلائی کہ اے خدا تو ہمیں سیدھے راستہ پر چلا ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام فرمائے اور ان لوگوں کے راستہ پر نہ چلا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور وہ گمراہ ہوئے۔ پس جو انعام یافتہ لوگ ہیں ان کی تشریح اللہ تعالیٰ نے سورۃ انساء آیت نمبر ۷۰ میں فرما دی جو تمام امت محمدیہ کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے۔ میں صرف اسکے ترجمہ پر اکتفا کرونگا '' اور جو کوئی اللہ اور اس رسول (محمد رسول اللہ) کی کامل اطاعت کریگا یا کریں گے تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ (یعنی) نبیوں میں سے صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔'' یہ آیت مبارکہ ڈاکٹر صاحب کی تحریر کو جو رسولوں یا نبیوں کی بندش کے بارے میں ہے یکسر رد کرتی اور غلط ثابت کرتی ہے۔ یہ ایک خلاف عقل بات ہے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ ایک دعا کے بار بار کرنے کی تاکید فرما رہا ہے اور دوسری طرف انعامات کے اجراء پر پابندی لگا دی ہے جو خدا کی ذات پر بڑا الزام ہے خدا کے بارے میں صرف وہی شخص ایسا عقیدہ رکھ سکتا ہے جو خدا کو تمام قدرتوں کا سرچشمہ نہیں سمجھتا۔ کہ خدا کسی انعام کو ایک طرف طلب کرنے کی تاکید

فرمارہا ہے اور دوسری طرف اس انعام کو روک رہا ہے کسی مومن کا نہ یہ ایمان ہوسکتا ہے اور نہ ہی عقیدہ۔ اس آیت مبارکہ میں سلسلہ وار انعامات کا ذکر ہے اگر ان میں سے ایک کا بھی انکار کیا جائے مثلاً عام مسلمانوں کا یہ راسخ عقیدہ ہے یا علماء نے ان کے ذہنوں میں یہ راسخ کر دیا ہے کہ اب کوئی نبی نہیں آ سکتا اور اس آیت مبارکہ میں پہلا انعام نبوت کا ہے اگر نبوت کا انکار کیا جائے تو پھر بعد کے تمام انعامات خود بخود بند ہو جاتے ہیں اور پھر اس بندش کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اب امت محمدیہ میں کوئی صالح بھی نہیں پیدا ہوسکتا جب کہ خدائے قدوس نے اس اُمت کو خیرامت فرمایا اور سارے قرآن میں انکی صفات عالیہ کو پھیلا دیا اور آج کے علماء فرما رہے ہیں کہ اس امت میں صالح بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ کوئی معمولی عقل کا مسلمان بھی اس بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ شاید اسی عقیدہ کی بناء پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ عالم اسلام میں ایسا کوئی عظیم مفکر نظر نہیں آتا۔ اگر ڈاکٹر صاحب۔ اس وسیلہ کو ہی استعمال فرماتے تو انہیں کئی عظیم مفکر نظر آتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن فرماتا ہے کہ کفار مکہ اور مشرکین کو تو نظر نہیں آتا گو تو ان کے سامنے ہوتا ہے خدا نے انکی نابینائی تو مادی نہیں بلکہ روحانی نظر کے فقدان کا ذکر فرمایا ہے۔

سورۃ النور کی آیت نمبر ۵۶ میں خدا تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے۔

ترجمہ " تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو جو اُس نے ان کیلئے پسند کیا ضرور تمکنت عطا فرمائیگا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دیگا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اسکے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں"۔ قرآن کریم نے خلیفہ کو دو معنوں میں استعمال فرمایا ہے ایک معنی نبی کے ہیں مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ زمین میں میں اپنا خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں دوسرے معنی وہ جانشین جو نبی کی وفات کے بعد اسکی جگہ مقرر ہوتے ہیں۔ یہاں بھی خدا نے ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں بھی زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ یہ آیت مبارکہ بھی محترم ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کو رد کر رہی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر آج دنیا میں مسلمان اتنی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ مگر ان کے حق میں خدا کے وعدے کیوں پورے نہیں ہو رہے ہیں؟ یہ سوال امت محمدیہ کے لئے ہے۔ کیونکہ خدا کے وعدے ہمیشہ مشروط ہوتے ہیں۔ اگر مندرجہ بالا آیت مبارکہ کو دیکھا جائے تو اس میں بھی شرائط ہیں اول یہ کہ ایمان کی تمام جزیات پر عمل کرنے والا ہے اور اعمال صالحہ بجا لانے والے ہوں تو انہیں خلافت کی نعمت عطا فرمائیگا۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آج امت محمدیہ کہلانے والے نہ وہ کامل ایمان رکھتے ہیں نہ ان سے اعمال صالحہ سرزد ہو رہے ہیں اسی لئے ان کے حق میں خدا کے وعدے پورے نہیں ہو رہے ہیں پس امت محمدیہ کے لئے بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے؟؟

مزید قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ جس کو ڈاکٹر صاحب نے بند کرنے کی کوشش کی ہے انکے اپنے علم کی بناء پر ہے مگر قرآن کریم تو اس کے مخالف بیان کرتا ہے۔ سورۃ الجمعہ آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ترجمہ" اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا اور صاحب حکمت ہے" اس آیت مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کا ذکر ہے۔ اسکے بعد والی آیت نمبر ۵ میں فرمایا" یہ اللہ کا فضل ہے وہ اُس کو جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے" یہ ایک استعارہ ہے جو خدا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری زمانہ میں مبعوث کیا جائیگا مگر اسکی مزید تشریح فرما دی گئی کہ اللہ اپنے فضل کو یعنی اپنی نعمت کو وہ جس کو چاہے گا عطا فرمائیگا کیونکہ اللہ بڑے فضل والا ہے اسکے فیصلہ میں کوئی حارج نہیں ہوتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقتدر ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ سورۃ النور کی آیت نمبر ۵۶ میں خدا نے جو وعدہ مومنوں سے فرمایا ہے کیا خدا نعوذ باللہ کچھ کمزور ہو گیا ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا نہیں فرما رہا اور اس کا پسندیدہ دین آج دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہا ہے یا لوگ اس کو ایسا دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ اسلام کی تعلیمات کو نہیں دیکھ رہے ہیں اور نہ ان کا مطالعہ کر رہے ہیں بلکہ جنکا دعویٰ ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور ان کا دین اسلام ہے ان کی زندگیوں کا تجزیہ کر رہے ہیں اور اسی بناء پر آج ہر طرف سے یہ آوازیں اُٹھ رہی ہیں کہ مسلمان دہشت گرد ہیں اور یہ جہاں بھی رہتے ہیں فتنہ اور فساد کھڑا کر دیتے ہیں اور اسطرح ساری دنیا میں اسلام کا جو نقشہ اُبھر رہا ہے وہ نہایت بھیانک ہے۔ ظاہر ہے کہ جب مسلمان کہلانے والے یہودیوں کی پیروی کریں گے تو یہی حال ہونا ہے اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے مسلمانوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان کی مشابہت یہودیوں سے اسطرح ہو گی جسطرح ایک پیر کی جوتی دوسرے پیر کی جوتی کی طرح ہوتی ہے۔ پس ڈاکٹر صاحب کا عقیدہ انکے بیان کے عین مطابق ہے کیونکہ وہ انسانی حیات کا چشمہ جس کو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمایا تھا آج کی امت محمدیہ نے اسکو اپنے ہاتھوں سے بند کر لیا ہے تو وہ چشمہ پھر انہیں کسطرح سیراب کرسکتا ہے؟

اب چند باتیں اس تعلق میں عرض کرونگا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائیں اور یہ فرموداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ڈاکٹر صاحب کے بیان کی جو انہوں نے رسولوں اور نبیوں کی بندش پر دیا ہے، کی صاف نفی فرما رہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

۱) "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری حالت کیسی نازک ہو گی جب ابن مریم مبعوث ہو گا جو تمہارا امام اور تم میں سے ہو گا" (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریمؑ و مسلم و مسند احمد صفحہ ۲/۳۳۹)

۲) "خبردار رہو کہ عیسیٰ ابن مریم اور میرے درمیان کوئی نبی یا رسول نہیں ہو گا۔ خوب سن لو کہ وہ میرے بعد میرا خلیفہ ہو گا۔ وہ ضرور دجال کو قتل کریگا صلیب (یعنی صلیبی عقیدہ) کو پاش پاش کر دیگا اور جزیہ ختم کر دیگا۔ اس وقت میں مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ یاد رکھو جیسے بھی اس سے ملاقات کا شرف حاصل ہو وہ انہیں میرا سلام پہنچائے" (طبرانی الاوسط و اصغر)

۳) "حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیمؑ فوت ہوئے تو آپ نے اسکی نمازِ جنازہ پڑھائی اور فرمایا اگر میرے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے تو وہ صدیق نبی ہوتے اور ان کے ننہیال جو مصری قبطی ہیں (کفر کی) غلامی سے رہائی پاتے" (ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی ابن رسول اللہ علیہ)

۴) "حضرت حزیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک گا (چاہے) پھر وہ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھا لے گا۔ پھر اسکی تقدیر کے مطابق ایزا رساں بادشاہت قائم ہو گی (جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے) جب یہ دور ختم ہو گا تو اسکی دوسری تقدیر کے مطابق اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہو گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم و ستم کے دور کو ختم کر دے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو گی۔ یہ فرما کر آپؐ خاموش ہو گئے" (مسند احمد صفحہ ۴/۲۷۳۔ مشکوٰۃ باب الانزار والتحزیر)

مندرجہ بالا حوالہ جات ڈاکٹر صاحب کے مستقل اور اٹل وسیلوں سے ہی ماخوذ ہیں۔ اور یہ تمام کے تمام حوالے ڈاکٹر صاحب کے بیان کے بالکل مخالف ہیں اور عام قاری کے ذہن پر جو منفی اثرات ڈاکٹر صاحب کے مضمون سے پڑے ہیں انشاءاللہ خدا کے فضل سے دور ہو جائیں گے کیونکہ یہ نصائح خدائے واحد و یگانہ جو ساری کائناتوں کا مالک ہے اور اسکے پیارے نبی اور ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ ہیں اور قارئین عام کے لئے دعوت فکر و محاسبہ ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امت محمدیہ کو ایک بار پھر امت واحدہ بنا دے۔ آمین۔

فقط۔ دین کا ایک ادنیٰ خادم
محمد عبدالماجد صدیقی

غُصّہ کے بد اثرات و علاج

نیچرو پیتھک ڈاکٹر مظہر ٹورنٹو

غُصّہ کیا ہے؟

غُصّہ حسنِ اخلاق کا ایک اہم حصہ ہے جبکہ اسکا استعمال برمحل ہو مگر بے موقع غُصّہ کا اظہار بدخلقی کہلاتا ہے۔ برمحل و مثبت غُصّہ کے نتائج بھی بہت اچھے ہوتے ہیں جبکہ بے محل غُصّہ، غُصّہ ور کے اعصاب، صحت بدن نفسیات سب کو متاثر کرتا ہے بلکہ اسکے اثرات اہلِ خاندان حلقہ احباب افرادِ معاشرہ پر بھی بہت گہرے اور بعض اوقات بڑے ہی دیر پا بلکہ دائمی ہوتے ہیں۔ بسا اوقات معمولی باتوں پر بے محل غُصّہ، نفرتوں عداوتوں، خاندانی جدائیوں اور قتل و غارت پر منتج ہوتا ہے۔ بعض اوقات اچانک غُصّہ کولیسٹرول کو خطرناک حد تک بڑھا دیتا ہے جو ھارٹ اٹیک کا باعث بن سکتا ہے۔ بلڈ پریشر متاثر ہوسکتا ہے۔ عوارض قلب کے علاوہ ذہنی و نفسیاتی عوارض لاحق ہو سکتے ہیں اسی طرح فعلِ ہضم بھی بری طرح متاثر ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اول الغضب جنون و اخرہ مــــذم۔ یعنی غُصّہ کی ابتدا جنون اور دیوانگی سے ہوتی ہے اور اسکا انجام ندامت و شرمندگی ہے بعض اوقات جنون، غُصّہ اور اندھی جذباتیت جنکا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے، سے ایسے ایسے قدم اُٹھ جاتے ہیں کہ انسان عمر بھر نادم و پشیمان رہتا ہے۔

غُصّہ کے اسباب ومحرکات:

ہماری ذاتی و ذوقی تحقیق و رائے کے مطابق غُصّہ کا سبب بعض ایسے کیڑے (worms) ہوتے ہیں جو انسانی ذہن میں سرایت کر جاتے ہیں ان کی جملہ اقسام پہ بخوفِ طوالت احاطہ کرنا مشکل ہے لہٰذا ہم یہاں صرف چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔ انہیں عملی اصطلاح میں دیدان الغضب یا غُصّہ کے کیڑے یا worms of the rage کہا جاتا ہے۔ ان میں سے سب سے بڑے کیڑے کو دود الکبر یا تکبّر کا کیڑا کہا جاتا ہے۔ فرداً فرداً خود پسندی کا کیڑا، طاقت و اختیار کے نشے کا کیڑا، قوم ذات پات نسل و خاندان کی بڑائی کا کیڑا، عہدے کا کیڑا، تموّل و مالداری کا کیڑا بطور خاص قابلِ ذکر ہیں مگر بنیادی طور پر سبھی کا تعلق ایک ہی خاندان اور نسل سے ہے۔ ہمارے دعویٰ کا عملی ثبوت جسے ہر شخص بچشمِ خود ملاحظہ کر سکتا ہے یہ ہے کہ جب ایک شخص کو خدا تعالیٰ صحت، دولت رتبہ وغیرہ میں سے اپنی صفتِ کبر کے صدقے کچھ عطا کرتا ہے تو انسان اپنی تنگ ظرفی کے باعث اسے سنبھال نہیں سکتا اور اسکے اندر کبر کا کیڑا جنم لیتا ہے اور جوں جوں یہ پر نکالتا ہے توں توں غُصّہ کے رنگ میں اسکے عملی مظاہر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دود الغضب (غُصّہ کا کیڑا) جہاں اپنے لئے ساز گار ماحول پاتا ہے وہاں اسے عملی جامہ بھی پہناتا ہے۔ پس اکثر دیکھا گیا ہے کہ خود سے کمزور، ماتحت، غریب و ناتواں نہتے لوگ اسکا من بھاتا کھاجا بن جاتے ہیں۔ جبکہ خود سے طاقت ور اور نہلے کو دہلا دکھانے والے لوگوں کے سامنے یہ مصلحت کوش کیڑا بالکل جامد و ساقط حالت اختیار کر لیتا ہے گویا کہ بے جان شے ہے بلکہ بعض اوقات تو ان کے پاؤں کے نیچے مسلے جانے کے خوف سے جگہ تبدیل بھی کر لیا کرتا ہے۔ کمزور ماتحتوں پر اسکا اثر high percentage پر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح عائلی زندگی میں بیوی اور نحیف بچوں پر بھی اسکے نتائج خاصے حوصلہ افزا رہتے ہیں۔ چھوٹے بہن بھائیوں، کمزور والدین غریب رشتہ داروں، ہمسایوں پر بھی اسکے اثرات اتنے حوصلہ شکن نہیں ہوتے۔ اسی لئے عائلی زندگی کو ایک کسوٹی قرار دیتے ہوئے ہمارے آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ: ''یعنی تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل سے اچھا ہے اور میں تم سب سے اپنے اہل سے اچھا ہوں۔'' ہم نے بنظرِ غور و عمیق مشاہدہ کیا ہے اور اسکا اندازہ عام آدمی بآسانی لگا سکتا ہے کہ جونہی لوگ مالداری یا مناصب داری میں قدم رکھتے ہیں اکثر و بیشتر دودالغضب بھی ساتھ ہی جنم لے لیتا ہے مگر خدانخواستہ انکا یہ سارا کچھ جاتا رہے تو غضب کا کیڑا بھی کمزور ہوتے ہوتے بالآخر بغیر کسی کرم کش antibiotic دوا کے از خود ہی مر جاتا ہے۔ غصہ عموماً طاقتور میں کچھ زیادہ پایا جاتا ہے۔ اور غضب کے کیڑوں کے لئے ایسے لوگ بہت زرخیز زمین ثابت ہوتے ہیں اور یہ کیڑے یہاں خوب پرورش پاتے اور اپنی جلوہ نمائیاں دکھاتے ہیں۔ دوسری طرف غریب و ناتواں لوگ عموماً غصہ (اور غرور و تکبر جو غصہ کا محرک بنتے ہیں) سے دور رہتے ہیں نتیجتاً غصہ کے کیڑوں کیلئے ایسے لوگ ناکارہ اور ناموزوں زمین ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن بعض کمزور و ناتواں لوگ بھی بہت غصیلے واقع ہوتے ہیں اور اگر اُن کو اپنا غصہ نکالنے کیلئے اپنے سے کمزور نہ ملیں تو وہ اپنے معصوم بچوں پہ یا بیوی پہ غصہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو سکے تو اپنے آپ پہ ہی غصہ نکالتے رہتے ہیں اور اندر ہی اندر کڑھتے رہتے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ قہرِ درویش بر جانِ درویش! طاقتور کا غصہ ٹھنڈا کرنے کیلئے ایک فارمولے پہ عمل کرنا بہت کارگر ہوسکتا ہے۔ مثلاً فرض کیا کہ اگر دو ہارس پاور طاقتور کا غصہ ہے تو اسکے سامنے چار ہارس پاور طاقتور کو لا کھڑا کر دیں۔ ایسی صورت میں دو ہارس پاور والے غصہ ور کا غصہ فوراً ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ لیکن اگر کوئی یہ حساب بھول جائے اور ایک ہارس پاور والے کو کھڑا کرنے کی کوشش کریں تو غصہ ور کا انجن انتہائی گرم ہو کر بہت کچھ جلا بھی سکتا ہے۔ اس ضمن میں گھریلو ناچاکیوں اور خاندانی جھگڑوں میں بسا اوقات بہت پیچیدہ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ان جھگڑوں میں ہر ایک اپنے آپ کو سب سے بڑی ہارس پاور کی شخصیت گردان رہا ہوتا ہے اور دوسرے فریق کو کسی بھی صورت میں اپنے سے بڑی ہارس پاور والی چیز ماننے پہ آمادہ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ گھریلو اور خاندانی ناچاقیاں جگہ جگہ ڈیرے جمائے رکھتی ہیں اور باہمی تعلقات نسل در نسل کشیدہ رہتے ہیں۔ اس ضمن میں کسی عظیم شخصیت نے کیا ہی خوبصورت حل تجویز فرمایا ہے کہ ''سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلّل اختیار کرو'' باہمی جھگڑوں کے بارہ میں ایک اور مفکر کی رائے یہ ہے کہ کبھی بھی ایک دوسرے سے نہ لڑو اور باہمی اختلافات ختم کرنے کیلئے جہاں تک ہو سکے اپنے حقوق چھوڑ دو کیونکہ دینے والا تو خدا ہے اور جب وہ دینے پہ آتا ہے تو اتنا دیتا ہے کہ بندے کی جھولی میں سما نہیں سکتا۔ لہٰذا غصہ سے بچنے کیلئے حکمت عملی اور احتیاط بہت ضروری ہے اور بروقت درست قدم اٹھائے بغیر غصہ تند و تیز سیلاب کی طرح بہت زیادہ بربادیاں اور تباہیاں پھیلا سکتا ہے اور یوں بے مہار اور بے لگام ہو جاتا ہے کہ تمام اخلاقی تقاضے بھول جاتا ہے۔ اس طور غصے کا فلسفہ بہت گہرا اور پیچیدہ ہے مگر سمجھنے والوں کیلئے بہت سادہ اور دلچسپ۔

چند غلط فہمیوں کا ازالہ:

غصہ کے برمحل اظہار و استعمال کے موقع پر اپنے خیال میں مصلحت کوشی سے کام لیکر چشم پوشی اور خاموشی اختیار کرنا اتنا ہی بڑا گناہ ہے جتنا کہ غُصہ کا بے جا استعمال۔ ایسے موقعوں پر مناسب غصے اور ناراضگی کا اظہار نیکی اور حسنِ خلق ہے مگر بے جا استعمال بد خلقی اور گناہ کا باعث۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ان کی طبعیت میں بہت غصہ ہے یہ محض حیلہ سازی ہے۔ ان کی خدمت میں چند سوالات پیش ہیں۔ ان کے غصے کی ہسٹری کیا ہے؟ کیا خدا نے جب سے انہیں اپنے مزید مالی اور دیگر دنیاوی افضال سے نوازا ہے انہیں کمزوروں پہ بے محل غصہ آنا اور اظہار کرنا پہلے سے بڑھ گیا ہے یا کم ہوا ہے؟ جہاں مالی یا کسی اور مفاد کی اُمید ہو وہاں غُصہ کیوں کم آتا ہے بہ نسبت جہاں کوئی مفاد وابستہ نہ ہو؟ کیا انہیں اپنے سے

طاقتور پر بھی بعینہٖ اُسی طرح غصہ آتا ہے اور اظہار کرتے ہیں جس طرح اپنے سے کمزوروں پر؟ کیا انہوں نے کبھی سوچا ہے کہ غصہ اور غصے میں ہونے والی حرکات قابلِ مواخذہ گناہ ہیں اور توبہ و استغفار اور اس قبیح عادت کو ہر ممکن جلد چھوڑنا ازبس ضروری ہے؟

غصے کی وہ اقسام جو بیماری میں داخل ہیں: اوپر ہم نے غصے کی جن اقسام کا ذکر کیا ہے وہ نہ تو بیماری ہیں اور نہ کسی بیماری کا نتیجہ۔ اب ہم ذیل میں غصے کی ان اقسام کا ذکر کرتے ہیں جو بیماری میں داخل ہیں اور قابلِ علاج ہیں۔

(۱) کسی بھی لمبی بیماری کے باعث طبیعت کا چڑچڑاپن۔

(۲) ہائی بلڈ پریشر

(۳) ذہنی و نفسیاتی بیماریاں مثلاً ذہنی دباؤ کھچاؤ، بے چینی، احساسِ کمتری احساسِ محرومی، معاشی و معاشرتی مسائل و دیگر ذہنی پریشانیاں وغیرہ (stress, tension, depression, anxiety, inferiority complex, frustration, social & financial problems, etc)۔ بعض محرک ادویات غذائیں و مشروبات زیادہ استعمال کرنے کے نتیجہ میں غصہ بڑھ جاتا ہے۔ گرم غذائیں، گرم مصالحہ جات گوشت انڈوں وغیرہ کا کثرت استعمال، شراب نوشی کوک، کافی کا بکثرت استعمال وغیرہ بھی غصے کو بڑھا دیتے ہیں۔

غصے کا علاج :

عمومی علاج : ذہنی حالت اور خیالات میں تبدیلی لانے سے، دورانِ غصہ خیالات میں تبدیلی پیدا کرنے کیلئے درج ذیل ہدایات پہ عمل کریں۔

(۱) زیرلب یہ قرآنی آیت پڑھیں۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین

یعنی اصل مومن وہ ہیں جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(۲) لاحول اور استغفار پڑھنا شروع کردیں۔

(۳) کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں بیٹھے ہوں تو لیٹ جائیں، جس جگہ ہوں اُس کو وقتی طور پہ چھوڑ کر باہر اور جگہ چلے جائیں۔

(۴) پانی پئیں۔

(۵) یہ ارشادِ نبوی ﷺ یاد کریں اور ذہن میں دھرائیں۔ لیس الشدید بالصاعة انما الشدید الذی هو یهلك نفسه عبد الغضب۔ یعنی پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑتا ہے بلکہ وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو پالیتا ہے۔

(۶) عفو کی عادت کو اپنائیں اور کینہ پروری کی عادت کو ترک کردیں اس سے غصہ کم ہو جاتا ہے۔

(۷) اگر نیند نہ پوری ہوئی ہو تو بھی غصہ آتا ہے لہٰذا ہمیشہ نیند پوری کریں اور طبیعت میں سکون پیدا کریں۔

(۸) گرم محرک غذاؤں سے پرہیز کے علاوہ گرم جوشیلے، بھڑکیلے اور ناعاقبت اندیش دوستوں کی صحبت سے دور رہیں۔

(۹) دورانِ غصہ ہر ممکن نرم الفاظ کا استعمال یا خاموشی اختیار کریں۔

ادویاتی علاج:

ڈاکٹر کے مشورہ سے موڈ کو خوشگوار بنانے والی ادویات (tranguillisers) استعمال کریں۔ خشک املی و آلو بخارے کا پانی چینی ڈال کر مزاج طبیعت اور موسم کے لحاظ سے استعمال کریں۔ یہ مزاج اور طبیعت کو خوشگوار رکھنے میں بے حد مفید ہیں۔

ہومیو علاج: chamomilla 1000 ہفتہ میں ایک بار چند ہفتے تک استعمال کریں۔ بفضلِ خدا بعض لوگوں نے اس دوا سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔

اس ضمن میں ہم حضرت شیخ سعدیؒ کی ایک فارسی نظم کا مفہوم اپنے الفاظ میں پیش کرکے اس مضمون کو سمیٹتے ہیں۔ ملنساری عاجزی انکساری (غصہ سے دوری) طاقتوروں کیلئے بہت بڑی نیکی ہے جبکہ کمزور شخص کی مجبوری ہے۔ (بہرحال ہر طاقتور و کمزور جو خدا کی خاطر عاجزی اختیار کرے گا وہ خدا سے یہ نوید ضرور پائے گا کہ تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں)۔ طاقتور مگر عقلمند لوگ پھل دار شاخ کی طرح جھکے رہتے ہیں نہ ان میں اکڑ ہوتی ہے (نہ بے جا قسم کا غصہ)۔ ایک صاحبِ فراست آدمی کی طبیعت میں بے جا قسم کا غیض و غضب نہیں ہوتا۔ بے جا غصہ کے موقعوں پہ خود کو قابو میں رکھنا ہی اصل کمال ہے اور یہی باکمال لوگوں کا شیوہ ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ آپے سے باہر ہو جانے والے لوگ چھوٹے اور کم ظرف ہوتے ہیں۔ بڑے وہی ہیں جن کا ظرف (حوصلہ) بڑا ہے۔ غصہ کے تناظر میں حضرت شیخ سعدیؒ کے مندرجہ بالا ارشادات کے علاوہ ایک حتمی بات یاد رکھنے والی یہ ہے کہ افرادِ معاشرہ فطری طور پہ مختلف صلاحیتیں اور آراء والی طبائع لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ عموماً غصہ اختلافِ رائے کی عدم برداشت کا دوسرا نام ہوتا ہے پھر دانستہ یا نادانستہ غلطی کا سرزد ہو جانا آدمی کی فطری کمزوری ہے۔ ایسی تمام صورتوں میں اگر بیجا اور غضب کی حد تک غصہ میں آجانے والے لوگ یہ سوچ لیں کہ یہی غلطی ہم سے بھی ہو سکتی ہے تو صورتحال بدل سکتی ہے۔ برمحل اور اعتدال میں رہ کر مثبت غصہ کا اظہار تو نہ صرف ضروری بلکہ لازمی ہونا چاہیے۔ منفی غصہ کی روک تھام کیلئے اگر ہم محبت سب کیلئے، نفرت کسی سے نہیں کے اصول کو اپنی عملی زندگیوں میں اپنا لیں تو بے جا غصہ کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے اور معاشرہ میں تلخیوں کی جگہ خوشیاں راج کرنے لگیں۔ (مخلصانہ مفت طبی مشورہ کیلئے کال کیجئے۔

(Ph.416-995-4613

بقیہ جمہوری فیصلہ

لوگوں نے کفن وغیرہ پہنا کر جنازہ اٹھایا اور قبرستان کی طرف چلے۔ قبر تیار تھی۔ جنازہ پڑھایا گیا۔ مرنے والے کے لیے دعا مانگی گئی۔ چند بزرگوں نے اٹھایا اور چاہا کہ اسے قبر میں اتاریں کہ اچانک وہ پھر ہوش میں آ گیا اور لگا چیخنے کہ یارو کیا کرتے ہو میں مرا نہیں، کیوں مجھے زندہ درگور کرتے ہو..... کچھ لوگ تو یہ منظر دیکھ کر بھاگ نکلے مگر باقی کھڑے رہے انہوں نے آواز دیکر دوسروں کو بھی بلا لیا اور کہا.....

"بھئی یہ مرگیا ہے۔ کیوں ڈرتے ہو۔ ہم نے اسے اپنے ہاتھوں نہلایا اور کفن پہنایا ہے۔" "نہیں میں زندہ ہوں.... دیکھو.... مرنے والے نے چلا کر کہا۔"

"ہم نہیں مانتے.... ہم نے تمہیں مرے دیکھا ہے۔"

اس شخص میں اور جنازے کے ساتھ آنے والوں میں جھگڑا ہوگیا۔ وہ کہتا تھا میں زندہ ہوں اور لوگ اسے مردہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ آخر فیصلہ ہوا کہ کسی ثالث سے فیصلہ کرا لیا جائے۔ اتفاق سے جنازے میں آنے والوں میں ایک ماہر قانون بھی تھا۔ اسے فیصلہ کرنے پر مامور کیا گیا۔

ماہر قانون نے کچھ دیر غور کیا اور بولا..." میں **جمہوری قدروں** کے مطابق فیصلہ کروں گا۔"

اس نے جنازے کے شرکاء سے پوچھا "کتنے لوگ ہیں جو اسے مردہ سمجھتے ہیں"۔

سب نے ہاتھ اٹھا دیئے وہ تعداد میں پچاس تھے... اور ماہر قانون نے فوراً اپنا فیصلہ صادر کر دیا۔

"پچاس کے مقابلے میں ایک کی بات تسلیم نہیں کی جا سکتی... تم **مردہ** ہو......"

پھر وہ لوگوں کی طرف مخاطب ہوا...... "اسے دفن کردو"

اور **جمہوری فیصلے** کے مطابق اسے دفن کردیا گیا!

تجزیہ
ناصر ویس

مفادِ قوم اور استحکامِ وطن کو سبوتاژ کرنے کا مُرتکب کون......؟!

احراری لیڈر کی افتراء سازی کا قلمی پس منظر دستاویزی حقائق کے آئینے ہیں

نہ چھیڑو بیوفا لوگوں کے قصے ☆ انہیں ہم بارہا آزما چکے ہیں

16 مئی کے ہفت روزہ عوام۔ ٹورنٹو کے صفحہ چار پر تحریکِ قیام پاکستان اور مسلمانانِ برصغیر کے عظیم لیڈر بانیٔ پاکستان قائد اعظم کی شدید ترین مخالف پارٹی مجلسِ احرار کے امیر سید عطاء المومن بخاری کا ایک بیان شائع کیا گیا ہے۔ جسمیں احمدیوں پر الزام تراشی کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

''قادیانی، پاکستان اور کشمیر کو اکھنڈ بھارت بنانا چاہتے ہیں......!''

مذکورہ بالا بیان میں مجلس احرار کے لیڈر نے اپنی پرانی روش کا اعادہ کرتے ہوئے محبّ وطن پاکستانیوں کے ایک مکتبۂ فکر یعنی احمدیوں کی حبّ الوطنی کے متعلق جس قسم کی افتراء سازی کی ہے، بحیثیت ایک پاکستانی نژاد کینیڈین احمدی، راقم الحروف کو مجلسِ احرار کے ماضی سے بخوبی آگہی رکھنے کے ناطے ذرا بھر تعجب نہیں ہوا۔ البتہ مذکورہ بہتان طرازی کے جوابی تجزیے پر مبنی زیرِ نظر مُراسلے کی اشاعت سے ہفت روزہ عوام اگر پہلو تہی کرتا ہے تو یہ یقیناً تعجب خیز امر ہوگا۔ وجہ یہ کہ کسی بھی صحافتی ادارہ کا یہ صحافتی، اخلاقی اور قانونی (کینیڈین قانون برائے Hate مواد کی روشنی میں خصوصاً) فرض ٹھہرتا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کے خلاف نفرت انگیخت مواد چھاپنے کی صورت میں متعلقہ فرد یا جماعت کا نکتۂ نظر بھی شائع کیا جائے۔ امید ہے کہ جریدہ عوام کی انتظامیہ اِن امور کا بخوبی ادراک رکھتی ہوگی۔ اِن گزارشات کے بعد مذکورہ بالا خبر یا بیان کا تاریخی و دستاویزی شواہد کی روشنی میں تجزیہ پیش ہے۔ تا کہ انصاف پسند اہلِ وطن یہ حقیقت جان سکیں کہ دراصل کون ہندو کانگریس کا حلیف بن کر اکھنڈ بھارت کیلئے ملی مفاد اور کشمیر کاز کو سبوتاژ کرنے جیسا آلۂ کار قسم کا مذمومہ کردار ادا کرتا رہا ہے۔ اور ایک عرصے سے اس گھناؤنے کردار کو عوام الناس کے ذہنوں سے واش آؤٹ کرنے یا پھر اُس پر پردے ڈالنے کیلئے حقائق کو نہ صرف بری طرح مسخ کر کے عوام کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ بلکہ ایک ایسی جماعت کے خلاف سراسر جھوٹا، بے بنیاد اور یکطرفہ پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے جسکے افراد کا قیام پاکستان اور بعد ازاں تعمیر و استحکامِ پاکستان میں ہمیشہ کلیدی رول رہا ہے۔ جس کا اعتراف جماعت احمدیہ کے شدید ترین معاندین کو بھی ہے۔

احمدیوں کے متعلق خلافِ وطن جیسی حرکات کے مرتکب ہونے کے بے ہودہ الزام کے لغو اور سراسر جھوٹ ہونے کا پہلا ثبوت تو یہی ہے کہ یہ الزام کسی ذمہ دار اور انصاف پسند طبقے کی طرف سے نہیں بلکہ قیامِ پاکستان کے اُس شدید ترین معاند مخالف ٹولے ''احرار'' کی طرف سے لگایا جا رہا ہے جنہیں قائدِ اعظم ایسے دوراندیش اور زیرک انسان نے کانگریس کے ''سدھائے ہوئے پرندے'' اور ''صرف شکل و صورت سے ہی مسلمان'' قرار دیا تھا۔ آیئے ذرا اِس مخصوص گروہِ احرار کے تحریکِ قیام پاکستان والے بھیانک کردار پر تاریخ کی گواہی اور شواہد کیساتھ نظر ڈالتے ہیں تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی پوری طرح واضح ہو کر سامنے آ جائے۔ نیز بقول فیض یہ بھی پتہ چل سکے کہ

ع

کِس کِس کی مُہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی!

تاریخ کی گواھیاں:

مجلس احرار کے مذکورہ بالا امیر سیّد عطاء المومن بخاری کے والد سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کانگریس کی حمایت اور مطالبۂ پاکستان کی مخالفت میں دلیل دیتے ہوئے کہا:-

☆ ''سبحان اللہ! کہتے ہیں (مسلم لیگی۔ناقل) ہندو ہم کو کھا جائیگا مسلمان پورا اونٹ کھا جاتا ہے۔ پوری بھینس کھا جاتا ہے۔ اُس کو ہندو کیسے کھا سکتا ہے جو چڑیا بھی نہیں کھا سکتا۔''

(تقریر سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ بمقام ایبٹ آباد۔ بحوالہ رسالہ ترجمان اسلام لاہور ۔ ۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۲)

☆ ''جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں۔''

(بیان عطاء اللہ شاہ بخاری بحوالہ ''چمنستان'' از: مولانا ظفر علیخان صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ ۱۹۴۴ء)

☆ ''ابتک کسی ماں نے وہ بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی ''پ'' بھی بنا سکے۔''

(بیان سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ بحوالہ رپورٹ تحقیقاتی عدالت۔ فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۷۴)

☆ ''کتوں کو بھونکتا چھوڑ دو۔ کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو۔ احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں۔ احرار اس پاکستان کو **پلیدستان** سمجھتے ہیں۔''

(''خطباتِ احرار'' صفحہ ۹۹ مرتبہ شورش کاشمیری)

☆ مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۹/مارچ ۱۹۴۶ء میں جو مجلس کے امیرِ شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری کی صدارت میں ہوا یہ قرار داد پاس کی کہ:-

''یہ اجلاس ایک بار پھر اعلان کرتا ہے کہ مسلم لیگ کی قیادت (یعنی قائداعظم۔ ناقل) قطعی غیر اسلامی ہے........''

''اگر جواہر لعل نہرو اور گاندھی، خلفائے راشدین کی پیروی میں سوسائٹی میں نابرابری کے سارے نقوش مٹاتے چلے جائیں تو بطور مسلمان ہمیں نقصان کیا؟''

(بحوالہ ''تاریخ احرار'' صفحہ: ۶۰۔ مرتبہ مفکرِ احرار افضل حق۔ ناشر مجلس احرار پاکستان)

☆ ۲۵/مارچ ۱۹۲۱ء کو مسجد خیرالدین امرتسر میں امیرِ شریعت نے گاندھی کے متعلق اعلان کرتے ہوئے کہا:-

''میں مسٹر گاندھی کو نبی بالقوہ مانتا ہوں۔''

(اخبار ذوالفقار ۱۹/اپریل ۱۹۲۱ء)

☆ نیز گاندھی کے روحانی منصب کی نشان دہی کرتے ہوئے کہا:-

''بلاشبہ اور بے تُمیل مہاتما کا میم اور موسیٰ کا میم برابر ہے۔''

(مقدمات امیرِ شریعت صفحہ ۲۷۔ ناشر مکتبہ احرار ملتان)

☆ تحریکِ پاکستان کے ایک جیّد کارکن، دانشور اور فاضل و ادیب جناب محمد یونس کا چشمِ دید بیان ہے:-

(قیامِ پاکستان سے قبل) ''دلی دروازے (لاہور) کے باہر بڑے دھوم دھڑکے سے کانفرنس ہوئی جس میں ''امیرِ شریعت'' سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے پاکستان اور پاکستانیوں کا ذکر ان ''حسین'' الفاظ میں کیا:-

''یہ لوگ پاکستان مانگتے ہیں...... پاکستان۔ جانتے ہو کیا مانگتے ہیں، پاکستان؟......''پاکی استان''...... انہیں پاکی استان چاہیئے۔ دے دیجیئے اُسترے

ان کے ہاتھوں میں اور بھیج دیجئے غسل خانوں میں۔"

(رسالہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور۔ اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۹۹)

☆ جناب سید عبدالقدیر رشک (تحریک پاکستان کے ایک اور کارکن) ایک جلسہ احرار کی روئداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"سید عطاء اللہ شاہ بخاری مجلس احرار کے نامور خطیب تھے...... ۱۹۴۳ء میں ("قرار دادِ پاکستان" کی منظوری کے تین سال بعد۔ ناقل) جالندھر میں مجلس احرار کا جلسہ ہوا۔ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے زور خطابت میں کہا: ۔

"ہمارے دکھوں اور ہمارے مصائب کا علاج پاکستان نہیں۔ اور پاکستان نہیں بنے گا...... میں پھر کہتا ہوں کہ پاکستان نہیں بنے گا۔ ہرگز نہیں بنے گا۔ اگر یہ بن پایا اور میں زندہ رہا تو میرے منہ پر آکر تھوک دینا اور میں زندہ نہ ہوا تو میری قبر پر آکر پیشاب کر دینا۔"

یہ آنکھوں دیکھا حال ہے اور کانوں سنا واقعہ ہے۔"

(بحوالہ: روزنامہ خبریں لاہور۔ ۳۰ جون ۱۹۹۶ء)

اوپر بیان کردہ "ملفوظات" تشکیل پاکستان سے پہلے کے ہیں۔ "امیر شریعت" نے پاکستان میں پناہ لینے کے بعد جو گوہر افشانی فرمائی اسکی بھی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

تشکیلِ پاکستان کے بعد بھی:

امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک "تحفظ ختم نبوت کانفرنس" (واضح رہے احراری لیڈروں نے جنوری ۱۹۴۹ء میں "مجلسِ تحفظِ ختم نبوت" کی شکل میں اپنے چہروں پر نیا ماسک پہن لیا تھا) سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

"پاکستان ایک بازاری عورت ہے جسکو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے۔"

(بحوالہ: رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے فسادات ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۷۵)

ہندوستان کے ایک مشہور سکھ صحافی سردار دیوان سنگھ مفتون اپنے اخبار "ریاست" دہلی میں رقمطراز ہیں:۔

"ہم ایک ایسے راز کا انکشاف کرتے ہیں جسکا شائد ہندوستان اور پاکستان میں ایک درجن سے زیادہ اصحاب کو علم نہیں اور وہ راز یہ ہے کہ مسٹر جناح کے انتقال کے بعد پاکستان کی ایک بہت بڑی اپوزیشن کے ذمہ دار احراری لیڈر دہلی آئے اور یہاں پنڈت نہرو سے ملے۔ ان احرار لیڈر نے پنڈت نہرو سے کہا کہ پاکستان کے مسلمان اب ملک کی تقسیم کی غلطی کو محسوس کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کو ہندوستان میں مدغم کر دیا جائے...... **اور اگر پنڈت نہرو، جماعت احرار...... کو امداد کرنے کیلئے تیار ہوں تو پاکستان کو ہندوستان میں مدغم کیا جا سکتا ہے۔"**

(اخبار "ریاست۔ دہلی" ۱۰ ردسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ کالم ۱)

بانیٔ پاکستان، قائد اعظم پر تبرّہ بازی:

بانیٔ پاکستان محمد علی جناح اگر مسلمانانِ برصغیر کے "قائد اعظم" کہلائے تو یہ خطاب گویا انعام خداوندی تھا جو بچہ بچہ کی زبان پر جاری ہو گیا۔ کانگرس کے نمکخواروں نے بھی اپنے طور پر یہ اعزاز حاصل کرنے کیلئے بڑا زور مارا۔ مگر محمد علی جناح کے مقابل پر جب مسلمانانِ برصغیر نے ایسے لوگوں کو گھاس نہیں ڈالی تو بانیٔ پاکستان کی تحقیر وتضحیک کی خاطر ایک بہت بڑے احراری لیڈر نے ایک جلسہ میں نہ صرف خود کو قائد اعظم قرار دیا بلکہ یہانتک کہا کہ میں نے اپنے دفتر کے چپڑاسی کا نام بھی "قائد اعظم" رکھ دیا ہے۔ اس ضمن میں اخبارات کے ریکارڈ میں سے چند اقتباسات پیش ہیں:۔

روزنامہ "ڈان"۔ کراچی:۔

معلوم ہوا ہے کہ وزارت داخلہ حکومتِ پاکستان نے صوبہ سرحد کی حکومت کو احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی اس تقریر کی طرف توجہ دلائی ہے جس میں انہوں نے قائد اعظم کی توہین کی ہے۔ کہ تقریباً تین ہفتہ قبل پشاور میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا: "آج سے میں اپنے آپ کو "قائداعظم" سمجھتا ہوں۔ علاوہ ازیں ہمارے مرکزی دفتر احرار میں ایک کارکن کا نام بھی "قائداعظم" رکھا گیا ہے۔" (پرچہ ۱۵ رجون ۱۹۵۲ء)

روزنامہ نوائے وقت لاہور:۔

گزشتہ شب...... ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا: "آج سے میں اپنے آپ کو "قائد اعظم" سمجھتا ہوں بلکہ میں نے اپنے مرکزی دفتر کے ایک چپڑاسی کا نام بھی قائداعظم رکھا ہوا ہے۔" یاد رہے کہ یہ جلسہ "ختم نبوت کانفرنس" کے سلسلہ میں منعقد ہو رہا تھا۔

(نوائے وقت ۲۷ رمئی ۱۹۵۲ء)

ان دو اخبارات کے علاوہ اخبار تنظیم پشاور ۳۰ مئی ۱۹۵۲ء۔ روزنامہ حق کراچی ۲۱ جون ۱۹۵۲ء اور سہ روزہ رہبر بہاولپور ۳۰ مئی ۱۹۵۲ء نے اپنے اپنے اداریوں میں مجلسِ احرار کے "امیر شریعت" کی مذمت کی۔

کشمیر اور مجلسِ احرار کا ماضی:

مجلس احرار کے موجودہ سربراہ نے اپنی تقریر میں کشمیر کے حوالے سے بھی احمدیوں پر جو الزام تراشی کی ہے اسکا ایک خاص سبب اور اہم پس منظر ہے۔ تحریکِ پاکستان کی طرح (کانگریس کے اشارے پر) احراریوں نے کشمیر کاز کو بھی نقصان پہنچانے کیلئے جو جو حرکات کیں وہ تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں پر الزام تراشی کے اِس پس منظر کو بھی تاریخی شواہد کی روشنی میں سامنے لایا جائے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ علامہ اقبال، خواجہ حسن نظامی اور کم وبیش دو درجن کشمیری النسل راہنماؤں کے اجلاس منعقدہ شملہ میں ایک آل انڈیا کشمیر کمیٹی بنائی گئی جس کا سربراہ جماعت احمدیہ کے اُس وقت کے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو منتخب کیا گیا۔ امام جماعت کی سربراہی میں کمیٹی نے کشمیریوں کو ڈوگرہ حکومت کے ظالمانہ قوانین سے نجات دلانے کیلئے ٹھوس قانونی اقدامات شروع کئے۔ جسکے نتیجہ میں مظلوم کشمیریوں کے جائز حقوق کا جائزہ لینے کیلئے ایک کمیشن کا قیام بھی عمل میں آ گیا۔ کشمیر کمیٹی کے ان اقدامات سے ڈوگرہ حکومت لرز گئی۔ چنانچہ ہندو کانگرس سے مدد طلب کی گئی۔ جس پر کانگرس نے اپنی باجگزار مجلس احرار کو میدان میں اتار دیا۔ اور کشمیر کمیٹی کے کارناموں کو سبوتاژ کرنے کیلئے احرار کے ذریعہ کشمیر میں سول نافرمانی جیسی غیر قانونی حرکات شروع کر دیں۔ نتیجۃً ڈوگرہ حکومت کو بہانہ ہاتھ آ گیا اور کشمیر کیلئے قانونی جدوجہد کرنے والوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ مشہور کشمیری راہنما چوہدری غلام عباس احرار کی کرتوتوں، جتھہ بندیوں اور تخریبی کارروائیوں کے متعلق اپنی خودنوشت داستانِ حیات "کشمکش" میں رقمطراز ہیں:۔

"جماعت احرار کے لیڈروں اور بزرگوں سے جموں اور کشمیر کے مسلمانوں کو شدید اختلافات تھے۔ یہ تحریک انہوں نے ہماری شدید مخالفت کے باوجود ایسے حالات میں شروع کی جو اسلامیانِ ریاست کی اُس وقت کی سیاسی فضا کیلئے سازگار نہ تھی۔ کمیشن کے فیصلہ کی طرف ہندوستان اور ریاست کے مسلمانوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں اور ہر معقول آدمی اس وقت کسی غیر آئینی کاروائی کو مفادِ ملت کے خلاف ایک تخریبی حرکت تصور کرتا تھا۔" ("کشمکش" صفحہ: ۱۱۷)

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ایک ممبر اور مسلم اخبار "سیاست" کے ایڈیٹر مولانا سید حبیب (جو جماعت احمدیہ کے مخالف بھی تھے) تحریکِ احمدیہ کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی ایک کتاب "تحریکِ قادیان" میں مجلس احرار اور صدر کشمیر کمیٹی کی کارکردگیوں کا باہمی

موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''مظلومینِ کشمیر کی امداد کیلئے صرف دو جماعتیں پیدا ہوئیں۔ ایک کشمیر کمیٹی۔ دوسری احرار۔ تیسری جماعت نہ کسی نے بنائی نہ بن سکی۔ احرار پر مجھے اعتبار نہ تھا اور اب دنیا تسلیم کرتی ہے کہ کشمیر کے یتامیٰ۔ مظلومین اور بیواؤں کے نام سے روپیہ وصول کر کے احرار، شیرِ مادر کی طرح ہضم کر گئے۔ ان میں سے ایک لیڈر بھی ایسا نہیں جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اس جُرم کا مُرتکب نہ ہوا ہو۔ کشمیر کمیٹی نے انہیں دعوت اتحادِ عملی دی مگر اس شرط پر کہ کثرت رائے سے کام ہو اور حساب باقاعدہ رکھا جائے۔ انہوں نے دونوں اصولوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔ (اس سے احرار کی اصل نیت اور پسِ پردہ ''مقصد'' کی قلعی کھل جاتی ہے۔ ناقل) لہٰذا میرے لئے سوائے ازیں چارہ نہ تھا کہ میں کشمیر کمیٹی کا ساتھ دیتا اور میں ببانگِ دُھل کہتا ہوں کہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب صدر کشمیر کمیٹی نے تندہی، محنت، ہمت، جانفشانی اور بڑے جوش سے کام کیا اور اپنا روپیہ بھی خرچ کیا۔ اور اسکی وجہ سے میں ان کی عزت کرتا ہوں۔''

(''تحریکِ قادیان'' صفحہ: ۴۲)

معروف کشمیری لیڈر چوہدری غلام عباس (جن کی کتاب کا ایک اقتباس اوپر دیا جا چکا ہے) نے ۲۰/اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اخبار نویسوں کو خطاب کرتے ہوئے ایک بیان دیا جسے روزنامہ انقلاب لاہور سے من وعن نقل کیا جاتا ہے:-

لاہور۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء آج مقامی اخبار نویسوں کو خطاب کرتے ہوئے آزاد کشمیر گورنمنٹ کے سپریم لیڈر چوہدری غلام عباس نے کہا.........

''شیخ عبداللہ بڑا اس بات کا پراپیگنڈہ کر رہا ہے کہ پاکستان میں شرعی نظام کی بڑی بے حُرمتی ہو رہی ہے اور وہاں کی سیاسی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ حالانکہ---- مودودی پارٹی یا چند احراری کارکنوں کو حکومت نے محض اس لئے گرفتار کیا ہے کہ وہ نہرو اور پٹیل سے پیسے لیتے تھے اور ان کے خفیہ ایجنٹ تھے۔''

(اخبار انقلاب، ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء صفحہ اول کالم نمبر ۴)

احرار کا اعترافِ حقیقت:

مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور خیر خواہی کے پیشِ نظر جماعت احمدیہ نے تحریکِ قیامِ پاکستان اور کشمیر کاز کیلئے جو بے لوث خدمات انجام دیں اور قائداعظم و مسلم لیگ کا جس بھرپور انداز میں ساتھ دیا تھا اسکا اعتراف خود احرار نے بھی کیا۔ چنانچہ مجلس احرار نے ''مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی پر مختصر تبصرہ'' کے عنوان سے (گویہ عنوان بھی حضراتِ احرار کی ''نفاست و شرافتِ طبع'' کا عکاس ہے) ایک کتابچہ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں شائع کیا جس کے صفحہ ۱۸ پر صاف طور پر لکھا کہ:-

''مسٹر جناح نے کوئٹہ میں تقریر کی اور مرزا محمود کی پالیسی (مسلم لیگ کی حمایت کرنے کے عزم۔ ناقل) کو سراہا اسکے بعد جب سنٹرل وسطیٰ کے الیکشن شروع ہوئے تو تمام مرزائیوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دیئے''

اسی طرح حکیم احمد دین صاحب صدر ''جماعت المشائخ'' سیالکوٹ نے اپنے رسالہ ''قائداعظم'' مطبوعہ جنوری ۱۹۴۹ء میں لکھا:-

''---- اس وقت تمام مسلم جماعتوں میں سے احمدیوں کی قادیانی جماعت نمبر اوّل پر جارہی ہے...... قیام پاکستان کیلئے مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کیلئے اس کا ہاتھ بہت کام کرتا تھا۔ **جہاد کشمیر** میں مجاہدینِ آزاد کشمیر کے دوش بدوش جس قدر احمدی جماعت نے خلوص اور دردِ دل سے حصہ لیا ہے اور قربانیاں کی ہیں۔ ہمارے خیال میں مسلمانوں کی کسی دوسری جماعت نے بھی، ابھی تک ایسی جرأت اور پیش قدمی نہیں کی۔ ہم ان تمام امور میں احمدی بزرگوں کے مداح اور مشکور ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ملک و ملّت اور مذہب کی خدمت کرنے کی مزید توفیق بخشے۔''

چند سوالات:-

آخر میں مجلسِ احرار کے امیر عطاء المومن بخاری ہفت روزہ عوام ٹورنٹو کے ادارتی عملہ (جس نے مذکورہ بالا بہتان اپنے پرچے میں چھاپا) اور دیگر صاحبانِ فکرونظر سے سوال ہے کہ:-

☆ .... قیام پاکستان کے فوراً بعد آخر کیا وجہ تھی کہ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنی کابینہ میں مجلسِ احرار یا کسی دیگر (مذھب کے نام پر سیاست کرنے والی) مذھبی جماعت کا کوئی نمائندہ شامل نہیں کیا؟ اگر کسی مذھبی جماعت کا فرد لیا تو وہ جماعت احمدیہ کے فرد چوہدری سر محمد ظفراللہ خاں کی شخصیت تھی؟

سر ظفراللہ نہ صرف پاکستان کے کامیاب ترین وزیر خارجہ سمجھے جاتے ہیں بلکہ انہوں نے ہی کشمیر پر سلامتی کونسل کی قرار دادیں اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے پاس کرائی تھیں۔ سوال یہ بھی ہے کہ کشمیر کاز کیلئے پاکستان کے موٴقف کو یو این او کے پلیٹ فارم پر کامیابی سے ہمکنار کروانے کا مقصد کشمیر کو بھارت کے قبضے میں دینا اور ''اکھنڈ بھارت'' قائم کرنا تھا......؟!

☆ ...... ۱۹۶۵ء کی جنگ میں کشمیر کے محاذ پر پاک فوج کے جوان اپنے شیر دل جرنیل جنرل اختر حسین ملک کی قیادت میں اکھنور کے قریب پہنچ چکے تھے۔ تمام عسکری مبصرین تسلیم کرتے ہیں کہ اگر اختر ملک کو عین جنگ کے دوران کشمیر سے ہٹا کر واپس جی ایچ کیو نہ بھیج دیا جاتا تو اکھنور پر پاک فوج کا قبضہ یقینی تھا۔ جسکے بعد تمام کشمیر پکے ہوئے پھل کی طرح پاک فوج کے قبضے میں آ جاتا۔ سوال یہ ہے کہ اختر ملک کی قیادت میں پاک فوج کی تاریخ کی تیز ترین پیشقدمی اور کشمیر پر مکمل تسلط کا مطلب ''اکھنڈ بھارت'' ہوتا ہے----؟! یاد رہے جنرل اختر ملک بھی احمدی تھے۔

☆ ...... ۱۹۶۵ء ہی کی جنگ میں چونڈہ کے محاذ پر چلیے جہاں دوسری جنگِ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں جنرل عبدالعلی ملک (تب بریگیڈیر) ''محافظ، چونڈہ'' کے طور پر مشہور ہوئے۔ اس محاذ کے انچارج جنرل اسماعیل نے بھارتی ٹینکوں کے اچانک حملے سے گھبرا کر آرڈر دیئے کہ سیالکوٹ شہر بھارتی فوجوں کے حوالے کر کے سیالکوٹ کے پیچھے جا کر دفاعی محاذ بنایا جائے۔ لیکن عبدالعلی ملک نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور چونڈہ میں پاکستان کے بارڈر پر ہی بھارتی ٹینکوں سے دو دو ہاتھ کرنے کی جی ایچ کیو سے اجازت مانگی۔ چنانچہ دنیا نے یہ محیّر العقول کارنامہ دیکھا کہ چونڈہ کو بھارتی ٹینکوں کا قبرستان بننا پڑا اور شہرِ اقبالؔ (سیالکوٹ) دشمن کے قبضے میں جانے سے بچ گیا۔ سوال یہ ہے کہ چونڈہ کے میدانوں میں وطنِ عزیز کی حفاظت کیلئے جرأت مندانہ مقابلہ کا مقصد ''اکھنڈ بھارت'' قائم کرنا تھا......؟! واضح رہے جنرل عبدالعلی ملک بھی احمدی اور جنرل اختر حسین ملک کے چھوٹے بھائی تھے۔

☆ ...... ۱۹۷۱ء کی جنگ میں پاکستان کا ایک بازو الگ ہو گیا۔ صرف کشمیر کا محاذ ایک ایسا محاذ تھا جہاں پاک فوج کے کمانڈر میجر جنرل افتخار جنجوعہ کی قیادت میں فوج نے چھمب کا علاقہ بھارتی افواج سے لے لیا۔ جنرل افتخار جنجوعہ نے عین جنگ کے دوران اگلے مورچوں کے معائنے کے دوران اپنی جان مادرِ وطن پر قربان کر دی۔ اسطرح جنرل افتخار جنجوعہ پاک فوج میں جنرل رینک کے واحد جرنیل ہیں جنہوں نے (قیامِ پاکستان سے لیکر آجتک) دورانِ جنگ اپنی عزیز ترین متاع یعنی جان، ارضِ وطن کی حفاظت پر نچھاور کر دی۔ اس عظیم قربانی کی یاد کے طور پر چھمب کے علاقے کا نام بدل کر افتخار آباد رکھ دیا گیا۔

جب تک ''افتخار آبادؔ'' اِس دھرتی پر قائم رہے گا جنرل افتخار جنجوعہ جیسے قابلِ صد افتخار سپوتِ وطن کی یاد اور قربانی اہلِ وطن کے ذہنوں میں متحضر رہے گی۔ سوال یہ ہے کہ جنرل افتخار جنجوعہ کا نذرانۂ جان بھی ''اکھنڈ بھارت'' کیلئے تھا......؟! کیونکہ افتخار جنجوعہ شہیدِ وطن کا تعلق بھی تو جماعت احمدیہ سے تھا......
سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے کہ ؎

جب بھی گلستاں کو خوں کی ضرورت پڑی
سب سے پہلے ہماری ہی گردن کٹی
پھر بھی کہتے ہیں ہم سے یہ اہلِ چمن
یہ چمن ہے ہمارا تمہارا نہیں

فیصلہ خود کیجئے!

اے صاحبانِ فکر و نظر! آپ نے جماعت احمدیہ اور مجلس احرار، دونوں جماعتوں کے کردار کی ایک دستاویزی جھلک اِن سطور میں ملاحظہ کر لی۔ اب خدا خوفی اور حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے فیصلہ خود کیجئے کہ کون قیامِ و استحکام پاکستان کا بے لوث خادم ....جبکہ قوم اور وطن دشمن سرگرمیوں کا مُرتکب کون ہے......؟ اور کون ''اکھنڈ بھارت'' کیلئے کوششیں کرتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سوہنی دھرتی پاکستان کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ہمارے انصاف پسند اہلِ وطن کو دوست اور دشمن میں پہچان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جب سارا پاک و ہند ارادت مند تھا......!

احراری مؤرخ جانباز مرزا نے ''حیات امیر شریعت'' میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا ایک انٹرویو سپرد قلم کیا ہے جو انہوں نے روزنامہ امروز کو آخری ایام میں دیا---- نامہ نگار کے سوالوں کا جواب من و عن درج ذیل ہے:-

سوال....شاہ جی آپ کو ''ذیابیطس کب سے ہے؟

جواب.. یہ مرض سکھر جیل میں میرے ساتھ آ لگا تھا ابھی تک سنگت نبھا رہا ہے۔

سوال....ان دنوں جب کہ آپ اس قدر بیمار ہیں اور پبلک لائف سے بھی ریٹائر ہو چکے ہیں، کبھی دیرینہ رفقاء میں سے کوئی ملنے آیا؟

جواب.... (جواب میں مسکرائے اور کہا) **''جب تک یہ کُتیا (زبان) بھونکتی تھی سارا برصغیر پاک و ہند ارادت مند تھا۔ اس نے بھونکنا چھوڑ دیا ہے تو کسی کو پتہ ہی نہیں رہا کہ میں کہاں ہوں۔''**

نوٹ:- یہ وہی ''امیرِ شریعت'' ہیں جن کے احمدیت کے متعلق مندرجہ ذیل دعوے ریکارڈ پر ہیں:-

۱) ۱۹۳۵ء میں قادیان میں احرار کے جلسہ کے بعد اعلان کیا کہ ''مرزایت کے مقابلہ کیلئے بہت سے لوگ اٹھے لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ یہ میرے ہاتھوں تباہ ہو۔'' (سوانح بخاری صاحب از خان کابلی صفحہ: ۱۰۰) یادرہے یہ تعلّی آغا شورش کاشمیری نے ۱۹۷۴ء میں شائع کی۔ شورش کی ایک نظم کا احمدیت کی تباہی کے متعلق مصرعہ ہے ع
میرے ہاتھوں ہی سے ان کی مرگ بے ہنگام ہے!

(ہفتگی چٹان لاہور۔ ۱۴رستمبر ۱۹۷۴ء)

۲) ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۳ء کے فسادات پنجاب کے دوران ''شاہ جی'' نے دعویٰ کیا کہ ''مرزا محمود کو آگاہ ہونا چاہیئے کہ اس کی بڑ کا سال گزر گیا ہے۔ لو، اب ۱۹۵۳ء بخاری کا سال ہے۔ اور میں اپنے مولا کریم کے فضل و کرم سے کہہ رہا ہوں کہ تم ہوشیار ہو جاؤ، آخری فتح میری ہوگی'' (بحوالہ: اخبار آزاد لاہور ۶ جنوری ۱۹۵۳ء)

۳) ۱۹۵۲ء ہی میں یہ دعویٰ بھی کیا کہ:- ''آج ظفر اللہ خان کو ہٹا دو اگر کل کو پچاس فیصد مرزائی، مسلمان نہ ہو جائیں تو **میری گردن ماردو**۔ اگر مرزائیوں کو اقلیت قرار دے دو تو محمود ڈھونڈے گا کہ میرے باوا کی امت کہاں ہے؟''

(احراری اخبار آزاد ۔ ۱۸رجنوری ۱۹۵۲ء)

یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے کہ جب ''شاہ جی'' اپنے آخری ایام ملتان میں کسمپرسی کی حالت میں گزار رہے تھے اور ایک نہایت تنگ اور بدبودار کوٹھڑی میں اسطرح بند ہو کر رہ گئے تھے کہ ان کے قریبی عزیز حتیٰ کہ بیٹے بھی پاس جانے سے کتراتے تھے۔ تب حضرتِ محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے جنہوں نے ایک احمدی وفد ان کی تیمارداری اور علاج معالجے کی پیشکش کے ساتھ ان کے پاس بھیجا جو بلاشبہ پیشگوئی مصلح موعود کے ان الہامی الفاظ کی حقانیّت کا کھلا ثبوت ہے کہ ''وہ دل کا حلیم ہوگا۔'' چنانچہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر آپؓ کے دل کی حلیمیت کا عکاس ہے کہ ؎

تم نے سو بار مجھے نیچا دکھانا چاہا ☆ پر میرے دل کی مروّت ہے کہ جاتی ہی نہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ساری دنیا میں احمدیت ہی احمدیت نظر آئے گی!

ارشاد سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مخالفین احمدیت خصوصاً اَحرار کو مخاطب کر کے حضورؓ نے فرمایا:-

''ہم اُن سے کہتے ہیں تم کیا، اگر دنیا کی ساری حکومتوں اور ساری قوموں کو بلا کر بھی اپنے ساتھ لے آؤ پھر بھی تم جیت جاؤ تو ہم جھوٹے۔ اگر ان لوگوں نے ایسا کیا تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس چیز سے ٹکراتے ہیں۔ اگر اُنہوں نے ہم پر حملہ کیا تو چکنا چور ہو جائیں گے۔ اور اگر ہم نے اُن پر حملہ کیا تو بھی وہ چکنا چور ہو جائیں گے۔ یہ خدا کا قائم کردہ سلسلہ ہے اور یہ اُس کی مشیّت اور ارادہ ہے کہ اسے کامیاب کرے۔ اس کے خلاف کوئی اِنسانی طاقت کچھ نہیں کر سکتی۔ بیشک ہم کمزور ہیں، ضعیف ہیں۔ اِس کا ہمیں اقرار ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ پر ہمیں یقین ہے اور اس کے متعلق ہم کوئی ضُعف نہیں دکھا سکتے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اُن کو کچل دیں گے۔ مگر یہ ضرور، یقیناً اور حتمی طور پر کہتے ہیں کہ خدا اُن کو کچل دے گا۔ خواہ وہ کتنی بڑی فوجوں کے ساتھ ہمارے خلاف کھڑے ہو جائیں۔ لڑائی کا نام اِسلامی اِصطلاح میں آگ رکھا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے۔ ''آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔''۔

پس ہم پر غالب آنے کا خیال اُن کا محض وہم و گمان ہے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک کو قتل کر دیں۔ پھر قتل کر کے جلا دیں۔ اور پھر راکھ کو اُڑا دیں تو بھی دنیا میں احمدیت قائم رہے گی۔ ہر قوم، ہر ملک اور ہر براعظم میں پھیلے گی۔ اور ساری دنیا میں احمدیت ہی احمدیت نظر آئے گی۔ یہ خدا کا لگایا ہوا پودا ہے۔ اس کے خلاف جو زبان دراز ہو گی وہ زبان کاٹی جائے گی۔ جو ہاتھ اُٹھے گا وہ ہاتھ گرایا جائے گا۔ جو آواز بلند ہو گی وہ آواز بند کی جائے گی۔ جو قدم اُٹھے گا وہ قدم کاٹا جائے گا۔ اگر انگریز۔ جرمن۔ امریکن۔ فرانسیسی سب مل جائیں تو بھی جس طرح مچھر مَسلا جاتا ہے اسی طرح مسلے جائیں گے۔ اور ساری قومیں احمدیت کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی''۔

(الفضل ۱۰رجنوری ۱۹۳۲ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۲

مغربی ممالک میں کرسمس کا تہوار

(رشید احمد چوہدری۔ لندن)

کرسمس کا تہوار عیسائی دنیا میں بڑا تہوار گنا جاتا ہے۔ دیارِ مغرب میں کوئی ایک ماہ پہلے بازاروں میں رونق بڑھنے لگتی ہے۔ رنگ برنگے قمقموں کے ذریعہ رات کو چراغاں کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر تحائف بانٹے جاتے ہیں۔ کرسمس کارڈز کی فروخت سب سے زیادہ ہوتی ہے اور ہر سال نت نئے ڈیزائن کے کارڈ بازاروں میں دستیاب ہوتے ہیں۔ کرسمس کے دن خاندان کے تمام افراد اکٹھے ہوتے ہیں۔ کھانے میں ٹرکی جانور کا گوشت ضرور پکایا جاتا ہے۔ ڈرائنگ روم کو رنگ برنگی کاغذی جھنڈیوں سے سجایا جاتا ہے اور جن کو توفیق ہوتی ہے وہ کرسمس کا درخت اپنے گھر لے آتے ہیں اور اسے تحائف سے نیز رنگ برنگی روشنیوں سے سجاتے ہیں۔ کرسمس کے دن تمام بازار اور کام کاج بند ہوتا ہے مگر اس کے اگلے دن جسے باکسنگ ڈے کہتے ہیں دوکانوں میں سیل شروع ہو جاتی ہے جو نئے سال کے دن تک رہتی ہے اور اس طرح دوکانوں پر خاص طور پر بڑے بڑے سٹورز میں بہت رش ہو جاتا ہے۔

عیسائی دنیا کرسمس کا تہوار حضرت عیسیٰ کے یوم پیدائش کے طور پر مناتی ہے حالانکہ ۲۵ دسمبر حضرت عیسیٰ کا یوم پیدائش نہیں۔ قرآن مجید تو حضرت عیسیٰ کی پیدائش گرمیوں کے موسم میں بتاتا ہے جب کھجوریں پکتی ہیں۔ خود عیسائی محققین بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ دن حضرت عیسیٰ کا یوم ولادت نہیں۔ چنانچہ سنڈے ٹائمز (لنڈن) کی ۱۸ دسمبر ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں Waldemar Januszczak کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں وہ نیشنل گیلری لندن میں کرسمس کے موضوع پر آرٹ کی نمائش پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آرٹسٹوں کے ان شاہکاروں میں کرسمس کی اصل کہانی سے زیادہ تخیل کا دخل ہے اور ایسی چیزیں ان کی تصاویر میں دکھائی دے رہی ہیں جن کا ذکر بائیبل میں نہیں ملتا۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بیل اور گدھے کا بچے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا، فرشتوں کا آسمان پر رقص کرنا وغیرہ وغیرہ سب آرٹسٹ کے تخیل کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

"ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا دن غلط اور پیدائش کا سال غلط مناتے ہیں اور اس سلسلہ میں تمام واقعات وحقائق کی عجیب و غریب رنگ میں توضیح کرتے ہیں۔ ہم کرسمس کے واقعات سے بخوبی باخبر ہیں اور بظاہر ان میں کوئی تفاوت نہیں پاتے مثلاً یوسف اور مریم کا بیت اللحم کی طرف جلدی سے جانا، ہیروڈ بادشاہ کا حکم، یہ قانون کہ تمام رعایا پر ٹیکس لاگو کیا جائے، سرائے میں کمرے کا نہ ملنا، بچے کی ناند (کھرلی) میں پیدائش، چرواہوں کا اس کی عبادت کے لئے آنا، اس کے بعد تین بادشاہوں کا نمودار ہونا، اصطبل میں بیل اور گدھے کا بچے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا، بھوسہ کا موجود ہونا، رات اور رہنمائی کرنے والے ستارے کا ظہور، ان سب کا ہم آرٹسٹوں کی تصاویر میں تو بخوبی نظارہ کر سکتے ہیں مگر بائیبل میں ان چیزوں کا اشارہ تک نہیں ملتا اور جو کچھ تھوڑا بہت وہاں حضرت عیسیٰ کی معجزانہ پیدائش کے بارہ میں ذکر ہے اس میں بھی بے حد تضاد ہے مگر اس کے باوجود ہم اس آرٹ کو بڑی شان سے پیش کرتے ہیں اور ہر سال دسمبر کے آخر میں ان کو گانے یا دعا کی صورت میں، نظم یا پینٹنگ کی صورت میں دہراتے جاتے ہیں حالانکہ انسانی تخیل کا ان میں بہت زیادہ دخل ہے۔"

پھر وہ بائیبل میں مندرجہ واقعات پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"مرقس جو انجیل لکھنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہے اور شاید وہی ہے جس نے عہدنامہ جدید میں درج شدہ واقعات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارہ میں بالکل خاموش ہے۔ اس کی کہانی حضرت عیسیٰ کے بپتسمہ لینے سے شروع ہوتی ہے۔

یوحنا نہ تو پیدائش کا ذکر کرتا ہے اور نہ ہی بپتسمے کا۔ متی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ جوڈیا کے قصبہ بیت اللحم میں پیدا ہوئے۔ اس وقت ہیروڈ بادشاہ حکمران تھا وہ نہ تو کسی مردم شماری کا ذکر کرتا ہے اور نہ ہی اصطبل کا یا ناند کا یا بیل کا یا گدھے یا گڈریوں کا۔ نہ ہی وہ زیتون کے درختوں کے جھنڈ کا نہ شیطانوں کا یا فرشتوں کے رقص کا کوئی ذکر کرتا ہے۔

لوقا اپنے بیان میں کرسمس کی کہانی کا آغاز موسم سرما کی رات سے کرتا ہے۔ حالانکہ ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ موسم سرما تھا یا رات تھی بلکہ میں تو اس بات کو بھی تسلیم نہیں کرتا کہ وہ موسم گرما کا دن تھا۔

لوقا، باقی سب سے زیادہ تفاصیل اپنے بیان میں درج کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ اس وقت Augustus بادشاہ نے سلطنت روم میں مردم شماری کا حکم دے رکھا تھا گویا کہ وہ متی کے بیان کی نفی کرتا ہے اور لکھتا ہے اس وقت Quirinius شام کا گورنر تھا جس کے حکم کی وجہ سے ہر شخص اپنے اپنے قصبہ یا شہر میں نام درج کرانے کے لئے گیا۔ یوسف اور مریم، بیت اللحم کی طرف بھاگے چونکہ بیت اللحم یوسف کا آبائی گاؤں تھا اور داؤد بادشاہ کی جائے ولادت۔

لوقا کے مطابق یوسف داؤد کی نسل میں سے تھا۔ متی بھی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا حقیقی باپ نہ تھا اور حضرت مریم کنواری تھیں تو حضرت عیسیٰ داؤد کی نسل میں سے کیسے ہو گئے اور پھر کیوں ان کی پیدائش داؤد بادشاہ کے قصبہ بیت اللحم میں ہوئی۔

دو ہزار سال سے یہ ایک گدھے، ایک بیل والا قصبہ معتقد زائرین کا مرجع بنا رہا ہے جو اپنے خیال میں ستارے کا تعاقب کرتے ہوئے بیت اللحم پہنچتے ہیں۔ ضمناً یہ بات بھی بتادوں کہ لوقا نہ تو کسی ستارے کا ذکر کرتا ہے اور نہ ہی تین بادشاہوں کا جو اس کے پیچھے پیچھے آئے تھے۔

متی چند دانا اشخاص کا ذکر کرتا ہے مگر یہ نہیں بتاتا کہ وہ تعداد میں تین تھے۔ ابتدائی زمانہ کے عیسائی آرٹسٹ بھی اس بات کا فیصلہ نہ کر سکے تھے کہ وہ تعداد میں کتنے تھے اور روم کے Catacombs یعنی زمین دوز دریافت شدہ شہر میں دی گئی تصاویر میں ان کی تعداد تین سے بارہ تک ملتی ہے۔ یہ تین دانا اشخاص حضرت عیسیٰ کی وفات کے ایک ہزار سال بعد تین بادشاہ کہلائے جانے لگے اور اس وقت ان کے نام Casper, Balthazar, Melchior بھی بتلائے جانے لگے۔ چونکہ ہر براعظم سے ایک بادشاہ کا ہونا ضروری تھا اور اس وقت تک صرف تین براعظم ہی دریافت ہوئے تھے اس لئے Balthazar کو نیگرو بنا لیا گیا جو افریقہ کے براعظم سے آیا تھا۔ غالباً یہ پہلا سیاہ فام ہے جو مغرب کے آرٹ میں دکھایا گیا ہے۔

لوقا حضرت مریم کی کہانی کو جاری رکھتے ہوئے بتاتا ہے کہ اس نے اپنے پہلے بچے کو جنم دیا اور کپڑے کے ٹکڑوں میں لپیٹ کر ناند میں رکھ دیا کیونکہ سرائے میں ٹھہرنے کے لئے ان کو جگہ میسر نہ آئی تھی۔ وہ نہ تو اصطبل کا ذکر کرتا ہے نہ ہی ستارے کا نہ تین بادشاہوں کا، نہ بیل کا نہ گدھے کا مگر اس کے باوجود جیمز کی انجیل میں غار کا ذکر ملتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ یوسف نے ایک غار دیکھا اور مریم کو وہاں لے آیا۔ اسی وجہ سے اوائل دور کے اطالوی آرٹسٹ حضرت مریم کو غار میں ایک چادر پر بچے کو لیٹا ہوا دکھاتے ہیں۔ اور یوسف جسے آرٹسٹ سفید ریش بوڑھے کی صورت میں دکھاتے ہیں بائبل اس کے متعلق کچھ نہیں بتاتی۔

اس طرح بائبل میں تو چند فقرات حضرت عیسیٰ کے بارہ میں درج ہیں مگر ہم ان پر بنیاد رکھ کر اپنے تخیل سے ایک بہت بڑی کہانی گھڑ لیتے ہیں۔ حالانکہ ان چند فقروں میں بھی متی اور لوقا کا آپس میں تاریخوں کا اختلاف ہے کیونکہ متی کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب ہیروڈ (Herod) بادشاہ تھا۔ لوقا کہتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب Quirinius نے ٹیکس کے لئے مردم شماری کا حکم دیا۔ وہ شام کا گورنر تھا جس نے جوڈیا کا نظم ونسق سنہ ۶ عیسوی میں سنبھالا۔ اس وقت ہیروڈ کو مرے ہوئے ۱۰ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ دانا اشخاص کا وہاں آنا، بیت اللحم پر ستارہ کا ظہور بچوں کا وحشیانہ قتل، ہیروڈ کے خوفناک منصوبے یہ تمام متی کی انجیل میں پائے جاتے ہیں مگر لوقا کی انجیل میں نہیں۔ اسی طرح گڈریوں کا وہاں آنا، سرائے سے جواب ملنا، بھوسے سے بھری ہوئی ناند کا ذکر لوقا میں تو ملتا ہے مگر متی میں نہیں۔ پھر ان تمام واقعات میں زمانے کا اختلاف ہے مگر آرٹسٹ کی تصویریں ان سب چیزوں کے امتزاج سے بنائی گئی ہیں اور ان میں جی بھر کر تفاصیل داخل کر کے اس کو خوبصورت پیشکش کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ آرٹسٹ کی تصویر میں تو لوقا کے ''گڈریے'' متی کے ''گھر'' میں گا سکتے ہیں دانا اشخاص بادشاہ بن سکتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ ناند میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ یوسف کو اپنی عمر سے ۶۰ سال چھوٹی دلہن کے ساتھ دکھایا جا سکتا ہے۔ اور یہی سب کچھ کر کے ہم سردیوں کے قدیم روایتی Pagan کے تہوار کو مناتے ہیں کیونکہ یہی وہ تہوار ہے جو ۲۵ دسمبر کو منایا جاتا ہے جس کی جگہ اب کرسمس نے لے لی ہے۔''

ایک صدی قبل شائع ہونیوالا ایک اشتہار

نُورالابصار صداقت آثار عیسائی صاحبوں کی ہدایت کیلئے

یاایہا المتنصرون ماکان عیسیٰ الاعبد من عباداللہ قد مات ود خل فی الموتیٰ فلا تحسبوہ حیًّا۔ بل ھومیت ولاتعبدو امیّتاً وانتم تعلمون۔ اے حضرات عیسائی صاحبان! آپ لوگ اگر غور سے اس کتاب ازالہ اوہام کو پڑھیں گے تو آپ پر نہایت واضح دلائل کے ساتھ کھل جائے گا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب زندہ موجود نہیں ہیں بلکہ وہ فوت ہو چکے اور اپنے فوت شدہ بزرگوں میں جا ملے۔ ہاں وہ روحانی زندگی جو ابراہیم کو ملی۔ اسحاق کو ملی۔ یعقوب کو ملی۔ اسمٰعیل کو ملی اور بلحاظ رفع سب سے بڑھ کر ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ وہی زندگی بلا تفاوت حضرت عیسیٰ کو بھی ملی۔ اس بات پر بائبل سے کوئی دلیل نہیں ملتی کہ مسیح ابن مریم کو کوئی انوکھی زندگی ملی۔ بلکہ اس زندگی کے لوازم میں تمام انبیاء شریک مساوی ہیں۔ ہاں باعتبار رفع کے اقرب الی اللہ مقام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ سوائے حضرات عیسائی صاحبان! آپ لوگ اب ناحق کی ضد نہ کریں۔ مسیح ایک عاجز بندہ تھا جو فوت ہو گیا۔ اور فوت شدہ لوگوں میں جا ملا۔ آپ لوگوں کیلئے یہی بہتر ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور ایک عاجز مخلوق کو خدا کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ آپ لوگ ذرہ سوچیں کہ مسیح اس دوسرے عالم میں اوروں سے کس بات میں زیادہ ہے۔ کیا انجیل اس بات کی گواہی نہیں دیتی کہ ابراہیم زندہ ہے؟ بلکہ لعاذر بھی؟ پھر مسیح لعاذر سے اپنی زندگی میں کس بات میں زیادہ ہے۔ اگر آپ لوگ تحقیق سے نوشتوں کو دیکھیں تو آپ کو اقرار کرنا پڑے گا کہ کسی بات میں زیادہ نہیں۔ اگر آپ لوگ اس بارہ میں میرے ساتھ بحث کرنا چاہیں تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس بحث میں مغلوب ہونے کی حالت میں حتی الوسع اپنے ہر یک تاوان کو جو آپ لوگ تجویز کریں دینے کو طیار ہوں بلکہ اپنی جان بھی اس راہ میں فدا کرنے کو حاضر ہوں۔ خداوند کریم نے میرے پر کھول دیا ہے کہ درحقیقت عیسیٰ ابن مریم فوت ہو گیا اور اب فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے۔ سو آؤ دین اسلام اختیار کرو۔ وہ دین اختیار کرو جس میں حی لایموت کی پرستش ہو رہی ہے نہ کسی مردہ کی۔ جس پر کامل طور پر چلنے سے ہر یک محب صادق خود مسیح ابن مریم بن سکتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(المشتہر غلام احمد قادیانی ۳ ستمبر ۱۸۹۱ء)

(از ازالہ اوہام)

تاریخی حقائق وشواہد
تحقیق وترتیب: محمد خلیل، سنٹرل ٹورنٹو

ملتِ اسلامیہ -- اور -- جماعت احمدیہ کا خادمانہ کردار

مسئلہ فلسطین کے بارے میں حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کی تاریخی خدمات

احمدیت کے مایہ ناز فرزند اور عالم اسلام کے عظیم خادم حضرت چوہدری سرظفراللہ خان صاحب نے اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے قائد کے طور پر جو شاندار اور تاریخی تقریر فرمائی اس نے عالمی حلقوں کو زبردست متاثر کیا۔ یہ تقریر اور حضرت چوہدری صاحب کی مسئلہ فلسطین پر خدمات تاریخ پاکستان کا ایک شاندار باب ہے۔ مسئلہ یہ درپیش تھا کہ فلسطین کو تقسیم کر کے اسرائیل کو قائم کیا جائے۔ یہ تفاصیل جماعت احمدیہ کے اس قابل فخر وجود کی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ حضرت چوہدری صاحب کی اس تقریر کی جو رپورٹنگ روزنامہ نوائے وقت لاہور نے کی وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ مزید براں یہ رپورٹنگ ان دانشوروں، قلمکاروں اور کورچشموں کیلئے چشم کشا سُرے کا درجہ رکھتی ہے جن کی آنکھیں ہمیشہ اندھے تعصب کا شکار ہو کر تاریخی حقائق وشواہد کو دیکھنے اور پرکھنے سے محروم ہیں۔ اور جن کی حالت اُس مکھی سے چنداں مختلف نہیں جو پورے جسم کو چھوڑ کر صرف زخم کا انتخاب کرتی ہے۔ (مرتب)

(پہلی خبر)

''سرظفراللہ کی تقریر سے اقوام متحدہ کی کمیٹی میں سکتے کا عالم طاری ہو گیا امریکہ، روس اور برطانیہ کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔''

لیکسس 10۔ اکتوبر۔ رائٹر کا خاص نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ اقوام متحدہ کی کمیٹی میں جو فلسطینی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بیٹھی تھی کل پاکستانی مندوب سرظفراللہ کی تقریر کے بعد ایک پریشان کن تعطل پیدا ہو چکا ہے اور جب تک امریکہ اپنی روش کا اعلان نہ کر دے دیگر مندوبین اپنی زبان کھولنے کے لئے تیار نہیں۔ امریکن نمائندہ جو اس دوران میں ایک مرتبہ بھی بحث میں شریک نہیں ہوا اس وقت تک بولنے کے لئے آمادہ نہیں جب تک کہ صدر ٹرمین وزیر خارجہ مسٹر جارج مارشل اور خود وفد ایک مشترکہ اور متفقہ حل تلاش نہ کر لیں۔ کمیٹی میں کل کی بحث میں کمیٹی کے صدر ڈاکٹر ہربرٹ ایوات (آسٹریلیا) نے بہت پریشانی اور خفت کا اظہار کیا۔ جب بحث مقررہ وقت سے پہلے ہی آخری دموں پر پہنچ گئی اور امریکن مندوب اس طرح خاموش بیٹھا رہا گویا کسی نے زبان سی دی ہو۔ اقوام متحدہ کے تمام اجلاس میں یہ واقعہ اپنی نظیر آپ ہے۔

پاکستانی مندوب نے ایک لفظ میں دوسرے مندوبین کے واردات قلب کا اظہار کر دیا جب اس نے اکتا کر یہ مشورہ دیا کہ چونکہ بعض سرکردہ مندوبین تقریر کرنے سے واضح طور پر ''ہچکچا رہے'' ہیں اس لئے فلسطین پر عام بحث فوراً بند کر دی جائے۔ امریکن وفد دو دن سے اس بحث میں مبتلا ہے کہ اسے کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہئے لیکن ابھی تک وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکا ہے۔ وفد کے ایک رکن نے دریافت کرنے پر یہ بتانے سے گریز کیا کہ امریکن صدر مقام میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ مندوبین جس طرح اس مسئلہ پر اب تک اظہار خیال کرتے رہے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکالنے کی کافی وجوہات ہیں کہ مندوبین میں نہ صرف عرب اور یہودی مطالبات اور دلائل کی صحت اور حقانیت کے بارہ میں ہی عارضی اختلافات ہیں بلکہ بعض مندوبین کو اس امر کا بھی احساس ہے کہ روس سے متعلق امریکہ کی موجودہ حکمت عملی کے لئے عربوں کی حمایت اور ہمدردی انتہائی اور فیصلہ کن اہمیت رکھتی ہے۔

روس نے بھی ابھی تک اس مسئلہ پر اپنی روش کا اظہار نہیں کیا ہے۔ امریکہ کی خاموشی کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ وہ روس کو اپنی خاموشی سے تھکا کر بولنے پر مجبور کرنا چاہتا ہے اور خود سب سے آخر میں تقریر کرنا چاہتا ہے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ فلسطینی مسئلہ اب بری طرح روس اور امریکہ کی باہمی کشمکش میں الجھ جائے گا۔ (رائٹر)

(نوائے وقت 12۔ اکتوبر 1947ء ص 1)

(دوسری خبر)

''فلسطین کے متعلق سرظفراللہ کی تقریر سے دھوم مچ گئی۔ عرب لیڈروں کی طرف سے سرظفراللہ خاں کو خراجِ تحسین''

نیویارک۔ 10۔ اکتوبر۔ مجلس اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں سرمحمد ظفراللہ خاں رئیس الوفد پاکستان نے جو تقریر کی وہ ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ تھی۔ آپ تقریباً 115 منٹ بولتے رہے۔ اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ جب آپ تقریر ختم کر کے بیٹھے تو ایک عرب ترجمان نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ فلسطین پر عربوں کے معاملہ کے متعلق یہ ایک بہترین تقریر تھی۔ آج تک میں نے ایسی شاندار تقریر نہیں سنی۔

سرمحمد ظفراللہ خاں نے اپنی تقریر میں زیادہ زور تقسیم فلسطین کے خلاف دلائل دینے میں صرف کیا۔ جب آپ تقریر کر رہے تھے تو مسرت و ابتہاج سے عرب نمائندوں کے چہرے تمتما اٹھے۔ تقریر کے خاتمے پر عرب ممالک کے مندوبین نے آپ سے مصافحہ کیا اور ایسی شاندار تقریر کرنے پر مبارکباد پیش کی۔ ایک انگریز مندوب نے سرظفراللہ کو پیغام بھیجا کہ آپ کی تقریر نہایت شاندار تھی مجھے اس کی نقل بھیجئے میں انہماک سے اس کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ تقریر کے بعد سرظفراللہ خاں بہت تھکے ماندے نظر آتے تھے۔''

(نوائے وقت 12۔ اکتوبر 1947ء صفحہ نمبر 2 کالم نمبر 2)

حضرت چوہدری صاحب کی زبردست سفارتی جنگ

چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب کے اس تاریخی خطاب نے اقوام عالم کے سامنے فلسطینی مسلمانوں کا مسئلہ حقیقی خدوخال کے ساتھ نمایاں کر دیا اور متعدد ممالک نے تقسیم فلسطین کے خلاف رائے دینے کا فیصلہ کر لیا لیکن بعد میں انہوں نے دنیا کی بعض طاقتوں کی طرف سے دباؤ میں آ کر اپنی رائے بدل لی اور 30۔ نومبر 1947ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو عرب اور یہودی دو علاقوں میں تقسیم کرنے کی امریکی روسی قرارداد پاس کر دی۔

مسٹر الفرڈ ایم للتھل اپنی کتاب "What Price Israel" میں (جو ہنری ویکری کمپنی شکاگو نے شائع کی) لکھتا ہے کہ:

پاکستان کے مندوب نے تقسیم کی تجویز کے خلاف عربوں کی طرف سے زبردست جنگ لڑی۔ انہوں نے کہا کہ فلسطین کے بارہ لاکھ عربوں کو اپنی مرضی کی حکومت بنانے کا حق چارٹر میں دیا گیا ہے۔ اور اقوام متحدہ صرف ایسی موثر شرائط پیش کر سکتا ہے جن سے فلسطین کی آزاد مملکت میں یہودیوں کو مکمل مذہبی، لسانی، تعلیمی اور معاشرتی آزادی حاصل ہو اس کے لئے عربوں پر کوئی اور فیصلہ مسلط نہیں ہو سکتا (ص 17) نیز لکھا:

''جنرل اسمبلی میں پاکستانی نمائندے کی خطابت جاری رہی مغربی طاقتوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ کل انہیں مشرق وسطیٰ میں دوستوں کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے میں ان

سے درخواست کروں گا کہ وہ ان ملکوں میں اپنی عزت اور وقار تباہ نہ کریں۔ جو لوگ انسانی دوستی کے زبانی دعوے کرتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ اپنے دروازے بے گھر یہودیوں پر بند کئے ہوئے ہیں اور انہیں اصرار ہے کہ عرب فلسطین میں یہودیوں کو نہ صرف پناہ دیں بلکہ ان کی ایک ایسی ریاست بھی بننے دیں جو عربوں پر حکومت کرے۔''
(ص 18-19)

سفارتی نمائندوں کی آنکھوں میں آنسو

چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب نے 9۔ دسمبر 1947ء کو گورنمنٹ کالج لاہور میں ایک فاضلانہ خطاب فرمایا جس میں مسئلہ تقسیم فلسطین کی سازش پر مفصل روشنی ڈالی۔ اس تقریر کا ملخص اخبار ''نوائے وقت'' نے درج ذیل الفاظ میں شائع کیا:-

لاہور 9۔ دسمبر۔ ادارہ اقوام متحدہ میں پاکستان وفد کے قائد چوہدری سر محمد ظفراللہ خاں نے آج مسئلہ فلسطین کے تمام پہلوؤں پر مفصل روشنی ڈالی۔ انہوں نے ادارہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تقسیم فلسطین کے فیصلہ کو سخت نامنصفانہ قرار دیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں تقریر کرتے ہوئے سر ظفراللہ نے سخت افسوس ظاہر کیا کہ امریکی حکومت نے چھوٹی چھوٹی طاقتوں کے نمائندگان پر ناجائز دباؤ ڈال کر تقسیم فلسطین کے حق میں فیصلہ کرا لیا۔ سر ظفراللہ نے کہا کہ امریکہ کی انتخابی سیاسیات نے فلسطین کو ایک مہرہ بنایا۔ آپ نے فرمایا کہ سر زمین فلسطین کی مجوزہ یہودی ریاست میں نہ صرف ایک مضبوط عرب اقلیت ہمیشہ کے لئے یہودیوں کی غلام بن جائے گی بلکہ ملک کی اقتصادیات پر بین الاقوامی کنٹرول قائم ہو جائے گا جو قطعاً غیر قانونی حرکت ہے۔

چوہدری سر محمد ظفراللہ نے بتایا کہ کس طرح امریکہ کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے یہودی اثر کے ماتحت چھوٹی چھوٹی اقوام پر ناجائز دباؤ ڈالا اور دو تین فیصلہ کن ووٹ حاصل کر لئے جس کے مطابق ادارہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں فلسطین کا نامنصفانہ فیصلہ ہوا۔

سر ظفراللہ نے بتایا کہ 26۔ نومبر کو ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں اور مخالف فریق کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا تھا لیکن عین آخری وقت رائے شماری بلاوجہ 28۔ نومبر پر ملتوی کر دی گئی تا کہ دوسرے ممالک پر دباؤ ڈال کر فلسطین کے متعلق ان کا رویہ تبدیل کیا جا سکے۔ چنانچہ جب ہیٹی کے مندوب نے رائے شماری کے بعد مجھ سے ملاقات کی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور اس نے افسوس ظاہر کیا کہ اسے آزادی کے ساتھ ووٹ دینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اکثر ایسے مندوبین نے جنہوں نے تقسیم فلسطین کے حق میں ووٹ ڈالے یہ اعتراف کیا کہ انہوں نے نہایت مجبوری کے عالم میں تقسیم فلسطین کے حق میں ووٹ ڈالے اور اسی سپرٹ میں تقسیم فلسطین کا فیصلہ ہوا۔''

''سر ظفراللہ نے بتایا کہ جنرل اسمبلی میں کس طرح شروع میں عربوں کو تقسیم فلسطین کی سکیم کے استرداد کا یقین تھا لیکن بعد ازاں زبردست سازشیں کی گئیں۔ کہ عربوں کی حامی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا۔ صدر اسمبلی نے رائے شماری کو 26۔ نومبر سے 28۔ نومبر پر ملتوی کر دیا۔ دریں اثناء امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے بعض مندوبین پر ان کی حکومتوں کی مدد سے دباؤ ڈالا اور عربوں کے حامی 17 مندوبین میں سے 4 مندوب دوسرے فریق سے جا ملے۔ لائبیریا کے نمائندے نے اعتراف کیا کہ واشنگٹن میں ان کے سفیر نے انہیں تقسیم فلسطین کی حمایت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہیٹی کے نمائندے نے ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ بتایا کہ وہ اپنی حکومت کی تازہ ہدایات کے ماتحت اب تقسیم فلسطین کے حق میں ووٹ دینے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اس طرح بالآخر تقسیم فلسطین کے حق میں امریکی اور یہودی سازش کامیاب ہو گئی اور تقسیم فلسطین کا فیصلہ کر دیا گیا۔''

(نوائے وقت 11۔ دسمبر 1947ء ص 6)

چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب کے بارے میں مشاہیر اور عالمی پریس کے تاثرات

''اخبار العلم'' --- ارجنٹائن

ارجنٹائن کے عربی جریدے ''اخبار العلم'' نے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کا فوٹو شائع کر کے لکھا:-

''جب جمعیت امم متحدہ اہل باطل کے سامنے جھک گئی اور اس تقسیم فلسطین کی قرار داد منظور کر لی تب اس پر بلاد عربیہ کے نمائندے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے باہر آ گئے تو اس وقت ان کے ساتھی اور ہر طرح سے تعاون کرنے والے صرف جناب محمد ظفراللہ خاں وزیر خارجہ پاکستان تھے جو مجلس (کے اندر) فلسطین کی حمایت میں شیر ببر کی طرح دھاڑتے تھے اور جن کی نظر میں فلسطین، پاکستان برابر ہیں یقیناً چوہدری ظفراللہ خاں حکومت پاکستان کی سیاست اور مذہب میں قابل رہنما ہیں ہم یہ مشاہدہ کر چکے ہیں''۔

(اخبار العلم العربی ۱۱ر اگست ۱۹۴۸ء)

روزنامہ ''سفینہ'' -- لاہور

روزنامہ ''سفینہ'' لاہور نے حضرت چوہدری صاحب کے بارے میں لکھا:-

''ان کی شخصیت حکومت پاکستان کی تاریخ میں درخشندہ ستارہ رہے گی اور حکومت پاکستان سر ظفراللہ کی تہ دل سے مشکور ہے اور اسے بجا طور پر ایسے قانون دان اور سیاستدان پر فخر ہے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ قائد اعظم اور سر محمد ظفراللہ خاں کو حیات خضر مرحمت فرمائے اور پاکستان ان کے سایہ عاطفت میں روز بروز پھلے پھولے اور پروان چڑھے'' (روزنامہ سفینہ لاہور ۲ر جولائی ۱۹۴۸ء)

اخبار ''المصری'' -- مصر

مصر کے ایک مفتی نے جب حضرت چوہدری صاحب کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تو عالم عرب میں اس کا شدید ردّ عمل ہوا مصر کی مشہور سیاسی وفد پارٹی کے لیڈر نحاس پاشا نے اخبار المصری میں مقالہ لکھا اس کا عنوان یہ دیا:-

''اے کافر خدا تیرے نام کی عزت بلند کرے''

''مفتی نے ظفر اللہ خاں کو کافر و بے دین قرار دیا ہے۔ آؤ ہم سب مل کر چوہدری محمد ظفراللہ خاں پر سلام بھیجیں کیونکہ ہمیں ان جیسے اور بڑے بڑے کافروں کی ضرورت ہے''۔ (بحوالہ: ''رفتار زمانہ'' ۴ر دسمبر ۱۹۵۲ء)

روزنامہ ''نوائے وقت'' -- لاہور

چوہدری سر محمد ظفراللہ خاں صاحب کی وفات کے موقع پر پاکستان کے معروف کالم نویس عبداللطیف سیٹھی کا آرٹیکل بعنوان **''چوہدری سر محمد ظفراللہ خاں ایک جائزہ''** روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوا۔ جسمیں سیٹھی صاحب نے ایک واقعہ کا خصوصی طور پر ذکر کیا۔ وہ لکھتے ہیں:-

''چوہدری صاحب کی علمی قابلیت اور زیرکی کا لوہا اسلامی اور عرب دنیا کے علاوہ متمدن دنیا نے بھی مانا ہے۔ بہت سے عرب تو اب تک پاکستان کو ظفراللہ خان کی سر زمین سمجھتے ہیں۔ راقم الحروف کے بھائی تجارت کیلئے عرب دنیا کا سفر کر رہے تھے۔ جورڈن کو جانے والی بس کے اڈے پر کھڑے تھے بھیڑ زیادہ تھی گرمی کی شدت تھی، لیکن کسی نے بس والوں سے کہہ دیا کہ یہ مسافر پاکستانی ہے۔ پاکستان کا نام سنتے ہی بس والے نے بس روک لی۔ اس میں خواتین بھی سوار تھیں۔ وہ اُٹھ کر آداب بجا لائیں۔ اور کہا آپ ظفر اللہ کے ملک سے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر بس کے مسافر اس قدر عزت و احترام سے پیش آئے کہ وہ حیران رہ گئے۔'' (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۴ر ستمبر ۱۹۸۵ء)

ع ایک رُخ یہ بھی ہے ''ان عزائم'' کی تصویر کا........!

گذشتہ دنوں فلسطینی رہنما یاسر عرفات کی اچانک وفات کے خلاء اور اس سوال نے فلسطینی قوم اور اہلِ فلسطین سے ہمدردی رکھنے والوں کو مزید فکرمند کر دیا کہ اس مظلوم قوم کے مستقبل کا آخر کیا بنے گا؟ اگر اس سوال کی گہرائی میں جائیں اور مسئلہ فلسطین کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ایک غیر جانبدار مبصّر اہلِ فلسطین کے ساتھ سچی ہمدردی کے حوالے سے جماعت احمدیہ کے خادمانہ کردار کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ زیرِ نظر مراسلہ اگرچہ فلسطین کے حوالے سے جماعت احمدیہ کے خلاف مخالفانہ پراپیگنڈے کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ تاہم اسمیں مذکورہ مسئلے کے حوالے سے جماعت احمدیہ کی مساعی جلیلہ کی دستاویزی جھلک بھی نمایاں طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔

(مکتوب نگار)

جناب مدیرِ ملاقات - ہدیۂ مسنون

دسمبر کے ملاقات میں صفحہ نمبر ۱۷ پر ایک خبر بعنوان ''اسلام دشمن عزائم'' حضرت امام جماعت احمدیہ جناب مرزا طاہر احمد صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے کسی مفروضہ بیان کے حوالے سے نظر سے گزری۔ جو آپ نے کراچی کے ملت نامی اخبار کے انٹرنیٹ ایڈیشن سے اتاری۔ چونکہ یہ خبر آپکے جریدہ کے صفحات پر بھی شائع ہوئی ہے لہٰذا خبر پر بطور تبصرہ چند سطور ملاقات کی وساطت سے ہی قارئین تک پہنچانی مقصود ہیں۔

کراچی کے ملت اخبار میں چھپنے والی خبر میں جماعت احمدیہ کے سربراہ جناب مرزا طاہر احمد صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنے خطبہ میں اسرائیل کی طرف سے فلسطینیوں پر ڈھائے جانے والے ظلم و بربریت کی حمایت کی ہے۔ نیز اُن کا یہ پیغام یا بیان جماعت کے سیٹلائیٹ ٹی وی چینل پر نشر کیا گیا ہے......وغیرہ وغیرہ۔

پاکستان میں آجکل جماعت احمدیہ کے خلاف متذکرہ بالا نوعیت کی مخالفانہ پراپیگنڈہ مہم بڑے منظم انداز میں چلائی جا رہی ہے۔ جسکے کرتا دھرتا دراصل وہی فتویٰ فروش قسم کے لوگ ہیں جو تحریکِ قیامِ پاکستان کے بھی شدید ترین مخالف رہے۔ ہندو کانگریس کا حقِ نمک ادا کرنے والوں کی اولادیں بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پاکستان کو ببانگِ دہل ''فراڈِ اعظم'' کے القابات سے تعبیر کرتی رہتی ہیں۔ جماعت احمدیہ نے چونکہ تحریکِ پاکستان میں قائدِ اعظم اور مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا تھا لہٰذا اس جماعت کو اس ''جرم'' کی مسلسل سزا دی جا رہی ہے۔

جہاں تک جماعت احمدیہ کے چوبیس گھنٹے چلنے والے دینی، علمی اور تربیتی پروگرامز پر مشتمل سیٹلائیٹ ٹی وی چینل پر سربراہِ جماعت کے مفروضہ بیان کا تعلق ہے، جماعت احمدیہ کا ایک فرد ہونے کے ناطے خبر گھڑنے والے کو میرا چیلنج ہے کہ وہ بتائے کہ مذکورہ بیان کس تاریخ اور وقت پر نشر ہوا تھا----!؟ ''ایم ٹی اے'' کے عنوان سے رجسٹرڈ شدہ جماعت احمدیہ کے یہ دینی پروگرامز انٹرنیٹ پر بھی نشر ہوتے ہیں۔ لہٰذا انٹرنیٹ استعمال کرنے والے ایسے کسی مبیّنہ بیان کو تو بآسانی انٹرنیٹ پر ٹریس کر سکتے ہیں۔ مگر چونکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے لہٰذا خبر گھڑنے والا قیامت تک بھی تاریخ اور وقت کی نشاندہی کرنے کی جرأت نہیں کر پائے گا۔ فی الواقعہ نہ تو امام جماعت احمدیہ نے ایسا کوئی بیان دیا اور نہ ہی اس نوعیت کا کوئی پیغام جماعت احمدیہ کے سیٹلائیٹ ٹی وی چینل پر نشر ہوا۔ بلکہ یہ ملت نامی ملت فروش وجھوٹ ساز فیکٹری کا خود ساختہ پراڈکٹ تھا۔ چنانچہ اِس بہتانِ عظیم پر فقط یہی کہا جا سکتا ہے۔

لعنت الله على الكاذبين!

فلسطین میں مظلوم فلسطینیوں پر جب صیہونی ریاست اسرائیل کے قیام کے ساتھ مظالم کا سلسلہ شروع ہوا تو جماعت احمدیہ نے اسکے خلاف ہمیشہ مؤثر آواز اٹھائی جسکی ایک طویل تاریخ ہے۔ اگرچہ عربوں سمیت دیگر مسلمان حلقوں کو جماعت احمدیہ سے بدظن کرنے کی کوششیں ہمیشہ سے ہوتی چلی آ رہی ہیں لیکن اسکے باوجود اس جماعت کی عملی خدمات صاحبِ بصیرت لوگوں سے مخفی نہیں۔ فروری ۱۹۳۹ء میں فلسطین کے مسئلہ کی لندن میں عرب ملکوں کی کانفرنس کے موقع پر ایک عظیم اجتماع احمدیہ مسجد فضل لندن میں بھی ہوا۔ جسمیں سعودی عرب کے شہزادہ فیصل (بعد میں شاہ فیصل کہلائے) نے بھی باوجود اختلاف عقائد اپنے وفد کے ہمراہ شرکت کی۔ اس تقریب میں جماعت احمدیہ کے اُس وقت کے امام جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے جو پیغام امام مسجد فضل لندن مولانا جلال الدین شمس مرحوم کو قادیان سے بھجوایا وہ اہلِ فلسطین کیلئے ان کے جذباتِ محبت کا ترجمان ہے۔ اِس پیغام محبت و یگانگت میں آپنے فرمایا:-

''میری طرف سے ہزرائل ہائی نس امیرِ فیصل اور فلسطین کانفرنس کے دوسرے مندوبین کو خوش آمدید کہیں اور ان کو بتا دیں کہ جماعت احمدیہ کامل طور پر اُن کے ساتھ ہے اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی عطا کرے اور تمام عرب ممالک کو کامیابی کی راہ پر چلائے اور ان کو اسلامی دنیا کی وہ لیڈرشپ عطا کرے جو ان کو اسلام کی پہلی صدیوں میں حاصل تھی۔''

(اخبار الفضل قادیان ۱۶/ مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۳)

{اس پیغام کا طبع شدہ اقتباس اور اس موقع کی ایک یادگار تاریخی تصویر بھی اِس مراسلہ کیساتھ جناب ایڈیٹر ملاقات کے نام ارسال ہے جسمیں شاہ فیصل مرحوم نمایاں نظر آرہے ہیں}

اسی طرح جب ۱۶/ مئی ۱۹۴۷ء کو اسلام دشمن طاقتوں کی پشت پناہی میں اسرائیل حکومت کا قیام عمل میں آیا تو اس موقع پر بھی حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا محمود احمد صاحب نے ''الکفر ملت واحدہ'' کے عنوان سے لکھے جانیوالے اپنے معرکۃ الآراء مقالہ میں سارے عالم اسلام کو متحد ہونے اور بلادِ اسلام کے دفاع کیلئے ایک عالمگیر منصوبہ پیش کرتے ہوئے لکھا:-

''سوال فلسطین کا نہیں۔ مدینہ کا ہے۔ سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکّہ مکرمہ کا ہے۔ سوال زید اور بکر کا نہیں سوال محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت کا ہے۔ دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکٹھا ہو گیا ہے کیا مسلمان باوجود ہزار اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہیں ہو گا؟''

(بحوالہ ترجمان اخبار جماعت احمدیہ: الفضل ۲۱/ مئی ۱۹۴۷ء)

حضرت امام جماعت احمدیہ کا یہ مضمون بلادِ عرب میں قبولِ عام کی صورت میں پھیلا اور مسلمانوں کے جذبات میں بیداری کی ایک نئی لہر پیدا کرنے کا باعث ہوا۔ اسکی مزید اہمیت وعظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ریڈیو شام نے مضمون کا خلاصہ نشر کیا اور چوٹی کے عرب اخبارات نے اقتباسات شائع کئے۔

۱۹۴۷ء میں مسئلہ فلسطین اقوام متحدہ میں پیش ہوا تو اسلام دشمن طاقتوں نے فلسطین کو تقسیم کر کے اسرائیل کو قائم کرنے کی مذموم کوششیں شروع کر دیں۔ اس موقع پر بھی جماعت احمدیہ ہی کے ایک ممتاز فرد، سر محمد ظفراللہ خاں کو عالم عرب کے ایک دلیر اور مایہ ناز وکیل کے طور پر یو این او میں دشمنانِ اسلام کے دلائل کا قلع قمع کرنے کا بھرپور موقع ملا۔ تاریخ کی دو (۲) پستہ قد شخصیات امریکی صدر ٹرومین اور برطانوی وزیرِ اعظم ایٹلی اگر صیہونیت کے آلۂ کار بن کر لاطینی امریکہ اور بعض دیگر ممالک پر دباؤ نہ ڈالتے تو

سر ظفر اللہ خاں اپنی بھر پور وکالت کی بنا پر یہ کیس جیت چکے تھے۔ تا ہم سارا عالمِ عرب اور عالم اسلام سر ظفر اللہ خاں صاحب کی خدمات کا معترف ہے۔ سعودی عرب کے وفد کے سربراہ شہزادہ فیصل (جو بعد میں شاہ فیصل بنے) نے اپنے دستخطوں سے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو شکریئے کا خط لکھا جسمیں عرب کاز بالخصوص فلسطین کے لئے ان کی خدمات کا بھر پور اعتراف کیا (خط کی فوٹو کاپی اس مراسلہ سے منسلک ہے)

حمید نظامی کی گواہی:

بانی اخبار نوائے وقت جناب حمید نظامی کے ۱۹۵۴ء کے خطوط (مطبوعہ ''نشانِ منزل'' صفحہ ۴۹) میں یہ ذکر ملتا ہے کہ جب وہ وی آنا میں عالمی صحافی کانفرنس میں شرکت کیلئے گئے تو ان کے جہاز میں ایک یہودی عالم اور ایک یہودی ایڈیٹر بھی سوار تھے جو چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی سخت مذمت کرتے اور آپ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ یہودی حلقے آپ کی شخصیت سے اتنا بُغض و عناد کیوں رکھتے ہیں---؟ مندرجہ بالا پس منظر کی روشنی میں اس کا سبب بآسانی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی نیک نیتی کے ساتھ سمجھنا اور جاننا چاہے......!؟

کذب و افتراء کے چہرے پر دستاویزی حقائق کا زناٹے دار تھپڑ!

اور اب آخر میں امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی ایک کتاب میں سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش ہے۔ جو حضرت امام جماعت پر ''اسرائیلی مظالم کی حمایت'' ایسے لغو، من گھڑت اور بیہودہ الزام کی لغویت اور جھوٹ کو آشکارا کردینے کے لئے کافی ہے۔ حضرت امام جماعت مرزا طاہر احمد صاحب کی یہ کتاب ان خصوصی خطباتِ جمعہ کا مجموعہ ہے جو آپ نے خلیج کی جنگ کے دوران دیئے تھے۔ اس کتاب میں، جسکے تراجم دنیا کی اہم زبانوں میں دستیاب ہیں امریکہ کے مبیّنہ نیو ورلڈ آرڈر، عربوں، عراق اور فلسطینیوں کے خلاف امریکی اسرائیلی گٹھ جوڑ اور سازشوں سے پردے سرکانے کے ساتھ ساتھ اسلامی بلاک اور تیسری دنیا کو نہایت اہم، صائب اور بے لاگ مشورے دیئے گئے ہیں۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے فلسطینیوں کی آبائی سر زمین پر اسرائیل کے جابرانہ تسلط اور اسکے مربی امریکہ کے شرمناک کردار پر بایں الفاظ روشنی ڈالی ہے:-

''یہ وہ قوم ہے جس کے ظلم و استبداد سے آنکھیں بند کر کے کمزور مظلوم فلسطینیوں کو مسلسل نہایت ظالمانہ پروپیگنڈے کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ان کی ساری زمینیں چھین لی گئی ہیں۔ ان کو ملک بدر کر دیا گیا ہے۔ ان کے خلاف آئے دن انتہائی ظالمانہ کاروائیاں کی جاتی ہیں، قتل عام کیا جاتا ہے، بستیوں کی بستیاں منہدم کردی جاتی ہیں۔ وہ دربدر پھر رہے ہیں، ان کا کوئی وطن نہیں رہا۔ چالیس لاکھ فلسطینی دنیا میں دربدر پھر رہا ہے اور ان کے وطن میں یہود کا پودا لگا کر اور اس کے پاؤں جما کر ان کی تعداد میں دن بدن اضافہ کیا جاتا رہا ہے اور کیا جا رہا ہے۔ ان ساری کوششوں کے باوجود آج بھی فلسطین میں کل پچیس لاکھ یہودی ہیں اور ابھی تک پندرہ لاکھ فلسطینی وہاں موجود ہیں اور اس تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور آئندہ ان کے منصوبوں میں یہ بات داخل ہے کہ جب مغربی کنارے کو ہم یہودیوں سے بھر لیں گے تو پھر مزید جگہ کے مطالبے شروع کریں گے۔ پس پہلے یہ مکان بڑھاتے ہیں پھر آبادی بڑھاتے ہیں، پھر مکان بڑھاتے ہیں اور پھر آبادی بڑھاتے ہیں، یہ ان کا طریق ہے۔ اور وہ فلسطینی جو اس سرزمین پر سینکڑوں سال سے قابض تھے، وہیں پیدا ہوئے، وہیں کی مٹی میں پلے اور بڑے ہوئے، ان فلسطینیوں کو وہاں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ کہتے ہیں تمہارا کوئی ملک نہیں۔ تمہارا کوئی وجود نہیں۔ ہم تمہیں تسلیم نہیں کرتے۔ سوال یہ ہے کہ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے امریکہ کس برتے پر، کس خیال سے، کس حکمت عملی کے نتیجے میں یہودیوں سے اپنے معاشقے کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ اور جس طرح ہمارے محاورے میں سانڈ چھوڑنا کہتے ہیں اسی طرح عربوں کے کھیتوں میں ایک سانڈ چھوڑا ہوا ہے۔ عام کھیتوں میں جو سانڈ چھوڑے جاتے ہیں وہ تو سبزیاں کھاتے ہیں، یہ ایک ایسا سانڈ ہے جو خون پی کر پلتا ہے اور گوشت کھا کر بڑھتا ہے اور کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔۔۔۔'' {اقتباس از: ''خلیج کا بحران اور نظام جہانِ نو'' صفحہ: ۲۱۰ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ پاکستان}

امام جماعت احمدیہ سے منسوب کردہ ملّت اخبار کی متذکرہ خبر اور اسرائیل و امریکہ کی بابت مندرجہ بالا اقتباس کا انصاف اور نیک نیتی سے موازنہ کیا جائے تو ہونٹوں پر احسان دانش مرحوم کا یہ قطعہ رقص کرتا محسوس ہوتا ہے

کھوٹے جنہیں کہہ گیا مبصّر ☆ سکّے وہی آج چل رہے ہیں
اے باغ کے تاجرانِ خوش وقت ☆ کیوں پھول لہو اُگل رہے ہیں

الراقم: این احمد۔ ٹورنٹو

اکیس سال پہلے کا ایک ورق!

ذیل میں مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ (پاکستان) کے ترجمان جریدہ ماہنامہ انصاراللہ ربوہ کے اکیس سال پیشتر (بابت دسمبر 1983ء صفحہ: 17) کے ایک ورق کی من وعن فوٹو کاپی پیش ہے جسمیں جماعت احمدیہ کے اُس وقت کے نومنتخب امام حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا احبابِ جماعت کے نام اپنے اولین پیغام کا اقتباس شامل ہے جو بلا شبہ ایک ایسا دستاویزی ثبوت ہے جو جھوٹ کی نجاستوں پر منہ مارنے والوں کے لئے ایک تازیانہ ہے۔

انصاراللہ ربوہ | ۱۷ | دسمبر ۱۹۸۳ء

امام ہمام کی ہم سے توقعات

اس مضمون میں دس جون ۱۹۸۲ء سے لے کر ۲۸ جولائی ۱۹۸۲ء تک کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشادات پیش کئے جا رہے ہیں ضرورت ہے کہ آپ کے ارشادات کے آئینہ میں ہم اپنے اعمال کا موازنہ اور محاسبہ کریں ۔ (ادارہ)

دس جون ۱۹۸۲ء

دس جون بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا انتخاب بطور خلیفۃ المسیح عمل میں آیا۔ پہلے روز قریباً پچیس ہزار احباب نے آپ کی بیعت کی۔ (ضمیمہ الفضل دس جون ۱۹۸۲ء)

اسرائیل کے مظالم کی مذمت

الفضل کی نسبت سے پہلا بیان جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے شائع ہوا وہ فلسطینیوں کی ہمدردی میں شائع ہوا اور اسرائیل کے بھیانک اور بہیمانہ مظالم کے بارہ میں تھا۔ اس میں آپ نے فرمایا:۔

"میں تمام احمدی احباب مرد و زن بوڑھوں اور بچوں کو تو جہ دلاتا ہوں کہ بڑے درد و کرب سے اللہ کے حضور ایک شور مچا دیں کہ تا وہ ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے ہر فرد بشر پر رحمت اور کرم کی نظر فرمائے۔ اور اپنے آنسوؤں سے سجدہ گاہوں کو تر کردیں اور اپنے ربّ کی رحمت کے قدم چوم کر عرض کریں۔ اے آقا رحمٰن و رحیم! ہمارے سینے اس غم سے پھٹ رہے ہیں۔ اُمّتِ محمدیّہ سے درگذر اور عفو کا سلوک فرما۔ اور اپنے محبوب محمدؐ کے نام کی برکت سے ان کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کردے۔ اور ان کمزوروں کو دشمنانِ اسلام کے خلاف طاقت اور غلبہ عطا فرما۔" (الفضل ۱۳، جون ۱۹۸۲ء)

ہم اپنے بچوں کو کیا بتائیں ---ایک ماہرِ تعلیم و ماہرِ نفسیات کی رائے

﴿تحریر: مکرم قاضی محمد اسلم صاحب - سابق سربراہ شعبہ ہائے نفسیات گورنمنٹ کالج لاہور و جامعہ کراچی --سابق پرنسپل ٹی آئی کالج ربوہ﴾

محترم قاضی محمد اسلم صاحب مرحوم و مغفور کا نام پاکستان کے اعلیٰ تعلیمی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ ایک وسیع التجربہ ماہر نفسیات ہونے کے ساتھ ساتھ جامعہ کراچی اور گورنمنٹ کالج لاہور میں شعبہ نفسیات کے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ جیسے وقیع عہدوں پر فائز رہنے کے علاوہ بعد از ریٹائرمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں بطور پرنسپل بھی خدمات انجام دیتے رہے۔ جلسہ ہائے سالانہ ربوہ کے پروگراموں میں بھی آپ کی بلند پایہ علمی تقاریر شامل ہوا کرتی تھیں۔ کئی کتابچوں کے مصنّف ہونے کے علاوہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی بعض کتب کا انگریزی ترجمہ بھی کیا۔ جبکہ ایک ماہرِ نفسیات ہونے کے ناطے نفسیاتی مریضوں کا کامیاب علاج کر کے خدمتِ تعلیم کے ساتھ ساتھ خدمتِ خلق بھی کرتے رہے۔
زیرِ نظر مضمون (تحریر: جون ۱۹۷۸ء) میں قاضی صاحب نے بچوں کی تربیت و نفسیات کے پس منظر میں ایک نازک اور حساس موضوع پر قلم اٹھایا ہے جس پر والدین عام طور پر اپنے بچوں سے بات کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ لیکن کینیڈا جیسے تعلیمی ماحول میں جہاں سکولوں کی ابتدائی کلاسوں میں ہی بچوں کو جنسی تعلیمات کے اسباق پڑھا دیئے جاتے ہیں، قاضی صاحب کا تحریر کردہ مضمون یقیناً والدین کو انسانی نفسیات سے تعلق رکھنے والے موضوع پر بچوں کو زیادہ مناسب انداز میں سمجھانے میں ممد و معاون ثابت ہوسکتا ہے۔

یہ سوال --کہ ہم اپنے بچوں کو جنسی معاملات کی بابت کیا بتائیں۔ ہُو بہو وہی سوال ہے جو آج سے تیس چالیس سال قبل یورپ اور امریکہ میں والدین اور اُستادوں کے سامنے آیا۔ اور جس کا کوئی جواب جس پر سب کا اتفاق ہو نہ دیا جاسکا۔ اور نہ کچھ عرصے تک ہمارے ہاں دیا جاسکے گا۔
اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں سوال امریکہ اور یورپ سے آیا ہے وہی حالات جو یورپ اور امریکہ میں موجود تہذیب و تمدن نے پیدا کئے ہمارے یہاں بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ بچوں کی اخلاقی تربیت کے سلسلہ میں جو مشکلات یورپ اور امریکہ میں نئے حالات کی وجہ سے پیدا ہو چکی ہیں یا ہورہی ہیں۔ وہی مشکلات ہمارے یہاں بھی پیدا ہوں لیکن یہ ضروری تھا اور نہ ہی ضروری ہے کہ ہمارے یہاں بھی اُنہی غلطیوں کا اعادہ ہو جو یورپ اور امریکہ میں ہو چکی ہیں۔
چونکہ ہماری تہذیب کا قدم یورپ اور امریکہ کے پیچھے پیچھے ہے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ زیادہ ضروری اور مناسب ہے کہ ہم یورپ اور امریکہ کی غلطیوں سے آگاہ ہوں اور جہاں تک ہو سکے ان غلطیوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔
اصل سوال یہ ہے کہ وہ حالات کیا ہیں جو یورپ اور امریکہ میں پیدا ہو چکے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے بچوں کی اخلاقی تربیت کے سلسلہ میں خاص مشکلات پیدا ہو چکی ہیں؟
ان حالات میں مردوں اور عورتوں کی باہم ''آزادی'' جو روز بروز بڑھ رہی ہے۔ ظاہر ہے ایسے ماحول میں جو بچے پرورش پاتے ہیں۔ ان کے لئے اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر آزادی ہی پر بس کہاں ہے وہاں تو ایسے سامانوں کی بھی کثرت اور فراوانی ہے جن سے بچوں اور بڑوں سب کی طبیعتوں میں ایک ہیجان سا پیدا ہوتا رہتا ہے۔ -- سینماؤں میں ایسی تصویریں دکھائی جاتی ہیں جو شہوانی جذبات کو انگیخت کرتی ہیں۔
اخباروں اور رسالوں میں مضامین اور ایسے افسانے ہوتے ہیں۔ جو شہوانی تحریک کا موجب ہوتے ہیں۔ پھر قہوہ خانوں اور ناچ گھروں کا ماحول بھی اخلاق پرور نہیں ہوتا --
ان حالات میں بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں خاص مشکلات کا پیدا ہو جانا باعث تعجب نہ ہونا چاہیئے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ پہلے پہل تو جیسے کچھ پتہ بھی نہ چلا لیکن بعد میں جب حالات کا جائزہ لیا جانے لگا تو معلوم ہوا کہ

''کئی چھوٹی عمر کے لڑکے لڑکیاں مختلف قسم کی بیماریوں اور غلط کاریوں میں مبتلا ہیں۔''

جب ایسے حالات ظاہر ہوئے اور ان کے اندوہناک نتائج سامنے آنے لگے تو ان لوگوں نے جو وہاں تعلیم و تربیت کے ذمہ دار تھے سوچا کہ حالات تو ہمارے قابو میں نہیں رہے اب ہم یہی کر سکتے ہیں کہ جو برے نتائج ان حالات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں تک اور جس طرح ہو سکے ان کی روک تھام ہو سکے۔ انکی سمجھ میں یہی آیا کہ جو لڑکے اور لڑکیاں کسی غلطی میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ انہیں دراصل پورا علم نہیں ہوتا۔ کہ جنسی زندگی میں ذرا سی بے احتیاطی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اس بات پر زور دینا شروع کر دیا کہ

بچپن ہی میں'' جنسی زندگی'' کے تمام راز اُن پر کھول دینے چاہئیں تاکہ جب بچے بڑے ہوں تو انہیں معلوم ہو کہ اس سلسلہ میں کیا کیا احتیاطیں ضروری ہیں۔ اور ان کے لئے کس کس بات سے بچنا لازمی ہوگا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں والدین عام طور پر کتراتے رہے ہیں۔ والدین کے متعلق یہ تعصب بھی تعلیمی حلقوں میں پایا جاتا ہے کہ وہ خود بھی اکثر ناواقف ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن پر کوئی بات نہیں چھوڑنی چاہیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنسی معاملات کے بارے میں تعلیم دینے کا کام سکولوں کے سپرد ہونے لگا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ابھی تک یہ سوال حل نہیں ہوا۔ اگر ایک طرف ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی بات پر خوب پختہ ہیں جن کا خیال ہے کہ یہ طریقہ درست نہیں اس سے فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔

میرے سامنے اس وقت ایک مضمون ہے جو امریکہ کے ایک استاد اور ماہر تعلیم کا لکھا ہوا ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ خیال کہ بدچلنی ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے سراسر غلط خیال ہے۔ میرا تجربہ اس بارے میں بہت وسیع ہے اور میں اپنے علم کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ غلط کاری ناواقفیت کی وجہ سے نہیں بلکہ واقفیت کے باوجود سرزد ہوتی ہے اور ان کی یہ توجیہہ معقول بھی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ جو طلباء میڈیکل کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں جن کی جنسی اُمور کے بارے میں واقفیت دوسرے طلبہ کی نسبت زیادہ ہوتی ہے جنسی اخلاق کے اعتبار سے وہ بھی دوسرے طلبہ سے کچھ زیادہ بہتر نہیں ہوتے۔

جو بھیانک اعداد و شمار اور واقعات امریکہ یا دوسرے یورپی ممالک کی سرکاری رپورٹوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے بچے ایسے ہوتے ہیں جن کی اخلاقی تربیت نہیں کی جاتی۔ اُنکے والدین اور ان

کے دوسرے بڑوں کا اخلاقی نمونہ ان کے سامنے اچھا نہیں ہوتا جو ذرا بڑے ہوتے ہی اپنی طبیعتوں کو بے قابو کر دیتے ہیں۔ ان کو خوب معلوم ہوتا ہے کہ کسی بات کا نتیجہ کیا ہوگا۔ لیکن اپنی طبیعتوں پر قابو اور ضبط نہ ہونے کی وجہ سے وہ ان غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ شاید اسی لئے اس استاد کا خیال ہے کہ جنسی معاملات کے متعلق تعلیم دینے کا نتیجہ کچھ نہ ہوگا۔ ممکن ہے کچھ بچے اس تعلیم سے فائدہ بھی اٹھائیں۔ لیکن اس فائدہ کے مقابلہ میں پیش از وقت جنسی معاملات میں دل چسپی اور ان کے متعلق تجربے کرنے کی خواہش کی صورت میں جو نقصان ہو گا۔ وہ اس فائدہ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہوگا۔

اس لئے سکولوں میں ایسی باتوں کی ---- سبقاً تعلیم دینا سراسر نقصان دہ ہے۔ پھر معاملہ ایسا نازک ہے کہ اسے تمام استادوں کے بھی سپرد نہیں کیا جا سکتا ان امور کے بارے میں تعلیم صرف وہی شخص دے سکتا ہے۔ جو بچوں کے حالات، نفسیات اور ان کے جذبات و احساسات سے کماحقہ واقف ہو۔ اور کون ایسا استاد ہے جو اپنے زیرِ تعلیم تمام تلامذہ کے حالات سے فرداً فرداً واقفیت رکھتا ہو؟

پھر اس سے کہیں ضروری خود ایسے استاد کا متوازن جذبات کا حامل ہونا ہے۔ اگر اس کی اپنی زندگی میں کوئی ایسا خلل واقع ہے اگر اس کے اپنے میلانات محتاجِ اصلاح ہیں۔ اور اگر اس میں خود کوئی کمزوری یا معذدری پائی جاتی ہے تو وہ بھلا بچوں کو کیا تعلیم دے گا، وہ تو اُلٹا اور انہیں بے راہ کر دے گا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر جنسی تعلیم سکولوں کے سُپرد نہ ہو تو کیا والدین کے سپرد ہو؟ بے شک جنسی تعلیم دینے کا حق والدین ہی کو پہنچتا ہے اس لئے کہ وہ اس سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ کہ ان کے بچوں کے حالات و جذبات کیا ہیں اور ان کی تربیت کیسے کی جانی چاہیئے۔ ہاں اس کے لئے والدین کی اپنی تربیت ضروری ہے۔ ہمارے ملک میں بعض والدین ایسے سوال پوچھنے پر ڈانٹ دیتے ہیں۔ اور کچھ نہیں بتاتے یہ طریق صحیح نہیں جواب ہر سوال کا دینا چاہیئے اور انداز جواب پُر حکمت اور باسلیقہ ہونا چاہیئے اگر جواب بالکل نہیں دیا جائے گا تو بچہ والدین سے مایوس یا بدظن ہو کر ان سے کترانے لگے گا۔ اور آئندہ وہی سوال ان کی بجائے ایسے لوگوں سے پوچھے گا۔ جو اس بات کے ویسے ہرگز اہل نہیں ہوں گے۔ جیسا کہ والدین----

والدین کا سلوک اس سلسلہ میں بچوں سے ایسا ہونا چاہیئے جس سے بچوں کے دلوں میں ان کے متعلق اعتماد بڑھے اور جس سے ایک پاکیزہ قسم کی بے تکلفی کا ماحول پیدا ہو۔ بچے جو بات پوچھیں اپنے والدین سے آکر پوچھیں، ہاں فزیالوجی اور بیالوجی کی تعلیم میں ضمناً بہت سی معلومات جنسی معاملات کے بارے میں بچوں کو دی جا سکتی ہیں۔ اور ان سے ہرگز ہچکچانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ تعلیم کا حصہ سمجھ کر بتانی چاہییں۔ لیکن ان میں بھی غیر ضروری تفاصیل میں جانے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

مختصر یہ کہ جیسے جیسے بچے سوال پوچھنے کے قابل ہوتے جائیں ویسے ہی ان کے سوالوں کے جواب دیئے جائیں۔ جب والدین اس سلسلہ میں اپنے دماغوں پر ذرا بھی بوجھ ڈالیں گے تو وہ لازماً اپنے بچوں کے حسب حال ان کے تمام سوالوں کے پُرحکمت جواب بھی ضرور دریافت کر لیں گے۔ پھر کبھی کبھی والدین کو اپنے بچوں کے ساتھ ایسی بے تکلفی کی باتیں بھی کرنی چاہئیں۔ جن سے انہیں اپنے بچوں کی جنسی دل چسپیوں کا علم ہوتا رہے تندرست بچوں کے متعلق تو کچھ مشکل پیش نہیں آتی۔ وہ اپنا بچپن اچھی طرح گزار کر بڑی عمر کی دل چسپیوں اور ذمہ داریوں میں آسانی سے داخل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جن بچوں میں کوئی دماغی نقص ہو ان کے علاج اور نقص کی تشخیص کے لئے ان کی دل چسپیوں کا علم ہونا بہت مفید ہوتا ہے۔ لیکن احتیاط از حد ضروری ہے کہ اس سارے سلوک میں والدین کے جذبات کو ایسا دخل نہ ہو کہ وہ اپنے بچوں کا اعتماد کھو بیٹھیں۔ (تحریر جون ۱۹۷۸ء)

مغربی معاشرہ اور احمدی والدین

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

''پس اس معاشرے میں جہاں ماحول نیکیوں کے مخالف ہے جہاں بدیوں کو تقویت دینے والا ہے وہاں بچپن ہی سے نیکیوں سے ذاتی لگاؤ پیدا کرنا اور اس کے لئے روزمرہ کے مواقع سے فائدہ اٹھانا بہت ضروری ہے........ دوسری بات جو سمجھانے کی ضرورت ہے وہ خود اعتمادی پیدا کرنا ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا جب بچے باہر سکولوں میں جاتے ہیں تو بعض لوگ ان کو حقارت سے دیکھتے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن ان میں اگر خود اعتمادی ہو اور ماں باپ ان کو پہلے سے سمجھا چکے ہوں کہ تمہاری نیکیوں پر سوسائٹی تمسخر اڑائے گی، تمہیں ذلیل نظروں سے دیکھے گی لیکن تم نے سر اٹھا کر چلنا ہے۔ اگر کہیں سر اٹھانا جائز ہے تو اس موقع پر سر اٹھانا جائز ہے اور لازم ہے کہ ہم اپنے بچوں کو بتائیں کہ تم کوڑی کی بھی پرواہ نہ کرو۔ جو چاہے دنیا کہتی پھرے جس طرح چاہے دیکھے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارا کردار تب بنے گا کہ تم جن باتوں کو اچھا سمجھتے ہو انہیں کرنے کی جرأت رکھتے ہو...... پس نیکی پر خود اعتمادی یہ بہت ضروری ہے اور اس خود اعتمادی کے فقدان کے نتیجے میں نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ پس جن بچوں کو آپ نے سوسائٹی میں بھیجنا ہے ان کو بتائیں کہ تمہاری عزت اور تمہاری اعلیٰ اقدار سچائی سے وابستہ ہیں۔ تمہاری عزت اور اعلیٰ اقدار گندگیوں سے مونہہ موڑنے سے وابستہ ہیں۔ سوسائٹی ایک طرف مونہہ کر کے جاتی ہے تم دوسری طرف مونہہ کر کے چلو اور اس میں تمہارا سر فخر سے اٹھنا چاہئے، ذلت کا احساس نہیں ہونا چاہئے۔ اگر نیکی کے ساتھ ذلت کا احساس ہو تو یہ نیکی کبھی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ پس اکثر خرابی یہاں بچوں میں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ ان کو گھر میں نیکی میں عزت کا احساس نہیں بتایا جاتا۔ یہ نہیں بتایا جاتا کہ تم میں تو اس سے خود اعتمادی پیدا ہونی چاہئے، تم اونچے ہو تم گھٹیا لوگوں سے شرماتے ہو۔ یہ تم کیا چیز ہو، کیا کبھی جانوروں سے بھی تم شرمائے ہو کہ جانور ہر قسم کی بیہودہ حرکتیں کر رہے ہیں اور تم انسانوں کی طرح چل رہے ہو۔ تمہیں جانوروں پر رحم تو آ سکتا ہے مگر جانوروں سے شرما نہیں سکتے۔ پس انسانی ماحول میں بھی جانور بس رہے ہیں اور جانور وہ جو مادر پدر آزاد ہیں، جانوروں سے بھی بے حیائیوں میں آگے بڑھ گئے ہیں ان کے سامنے تمہیں سر اٹھا کر چلنا ہے۔

یہ وہ تکبر ہے جس میں حقیقت میں بنیادی طور پر انکساری ہے کیونکہ خدا کی خاطر آپ اپنے سر اٹھا رہے ہیں اور ایسے موقع پر آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے کہ بعض دفعہ نیکیوں کا اثر ڈالنے کے لئے سر اٹھانا ہی نیکی بن جایا کرتا ہے۔ اپنی اعلیٰ اقدار پر سر اٹھا کر چلیں کوڑی کی بھی پرواہ نہ کریں کہ کوئی آپ کو کس طرح دیکھتا ہے اور کیا سمجھ رہا ہے۔ یہ احساسِ خود اعتمادی گھر میں بچپن میں پیدا کرنا ضروری ہے۔ اگر آپ نے نہ کیا تو پھر بارہ، چودہ، پندرہ سال کے بعد بالکل آپ کا بس نہیں رہے گا۔ آپ کو اختیار نہیں رہے گا۔ پھر دنیا کی لذتیں ان کو اس عمر میں اپنی طرف اس طرح کھینچیں گی کہ ان کے نزدیک خود اعتمادی کا کوئی سوال باقی نہیں رہے گا''۔

(خطبہ جمعہ ۲۰ جون ۱۹۹۷ء بمقام مسجد رحمٰن واشنگٹن۔ یو۔ ایس۔ اے)

تربیت کا ایک اہم ذریعہ۔ دعا

حضرت بانیِ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کیلئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں۔ اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔''

(الحکم، ۲۷ رجنوری ۱۹۰۰ء)

کردار............

جناب مدیر ہفت روزہ صداقت ٹورانٹو

السلام علیکم

آپکے جریدہ بابت 24 اگست کے صفحہ نمبر پانچ پر ڈاکٹر اسلم عبداللہ آف کیلی فورنیا کی تحریر ''قابلِ احترام بچی'' کو پڑھا تو آنکھوں میں بے اختیار مسرت و انبساط کے ستارے سے جھلملاتے محسوس ہوئے۔ مولانا حالی کا یہ مصرعہ ایسے ہی قابلِ فخر اور قابلِ تقلید کردار کے حامل انسانوں پر صادق آتا ہے کہ ع

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں!

قابلِ صد مبارک ہیں وہ والدین جن کے ہاں اس افتخارِ زمانہ بچی نے جنم لیا...... اور یوں مغرب کی مادر پدر آزاد تہذیب اور عُریاں ماحول کے اندر رہ کر بھی اپنی پہاڑ جیسی استقامت اور حقیقی اسلامی کردار کی بدولت نہ صرف اسلام کی خاموش بلکہ متاثر کن سفیر ہونیکا حق ادا کر دیا۔ اور یوں دیگر مسلمان والدین اور مسلم طالبات کیلئے بھی قابلِ تقلید اعلیٰ کردار کا رشک آمیز نمونہ بن گئی............

بظاہر افسانوی، مگر فی الحقیقت ایک سچے اور جیتے جاگتے کردار کی حامل اس بچی کا نیک نمونہ ہمیں کئی جہتوں سے یہ دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ:-

۞...... بحیثیت کلمہ گو والدین، کیا ہمارے دلوں میں بھی یہ جذبہ موجود ہے کہ ہم بھی اپنے بچوں بالخصوص بچیوں کو اس مذکورہ بچی کے ماڈل اسلامی کردار جیسا بنا ہوا دیکھیں......؟

۞...... اگر ہمارے دلوں کے نہاں خانوں میں یہ جذبہ کہیں دفن ہو کر رہ جانے کی بجائے چنگاریوں کی شکل میں ہی سہی ابھی زندہ ہے تو کیا اس جذبے کی روشنی میں ہم اپنے فرائض پوری دیانتداری سے بجا لانے کی سعی کر رہے ہیں......؟

۞...... بالفرض اگر بحیثیت والدین ہم اپنے فرائض و ذمہ داریوں سے بوجوہ غافل ہیں یعنی ڈالرز کمانے میں دن رات اسقدر غلطاں ہیں کہ بچوں کو وقت دینے اور ان کی تعلیم و تربیت جیسی اوّلین، بنیادی اور اہم ذمہ داری نبھانے سے لاتعلق سے ہو کر رہ گئے ہیں تو کیا بروزِ حشر خدا اور اسکے رسول شافیِ محشر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دربار میں ہم اپنی مجرمانہ غفلتوں اور چشم پوشیوں کا کوئی جواب دیں پائیں گے........؟

پس اس قابلِ احترام بچی کا قابلِ فخر کردار ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنے اور اپنے فرائض و ذمہ داریوں کا جائزہ لینے کی گویا دعوتِ فکر دے رہا ہے۔ لیکن اس دعوتِ فکر میں ایک اہم نکتے پر بھی نظر بار بار اٹھتی محسوس ہوتی ہے۔ وہ اہم نکتہ یہ ہے کہ یوں تو لاکھوں مسلمان کہلوانے والے خاندان مغرب کے ماحول میں رہ رہے ہیں۔ کیا اس قابل احترام بچی میں پہاڑ جیسی استقامت کا جذبہ بیدار کرنے اور اسے سچے اسلامی نمونے کا حامل بنانے میں اسکے والدین کا بھی کوئی کردار ہے؟ لا رَیب لازماً کردار ہے۔ مگر اس کردار کے حامل والدین یا اس بچی کے مسلک کے پس منظر کا ذکر کر دیا جائے تو راقم الحروف کو سو فیصد یقین ہے کہ بیشتر قارئین کی پیشانیوں پر فوراً سلوٹیں ابھر آئیں گی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ صاحبِ تحریر ڈاکٹر اسلم عبداللہ صاحب نے بچی کا نام اور جگہ وغیرہ کو حذف کرتے ہوئے اس کردار پر ایک افسانوی سا رنگ چڑھا دینا (بقیہ صفحہ 32 پر)

Page # 5 Weekly Sadaqat - Toronto 24 August 2001

خبر و نظر

قابل احترام بچی

اس کا نام کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کا تعلق دنیا کے کسی بھی خطے سے ہو سکتا ہے اور اس کا گھرانہ کسی بھی اقتصادی زمرے سے متعلق ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ بچی موجود ہے ہمارے درمیان اور اپنے عمل سے، اپنے کردار کی استقامت کا ثبوت دے رہی ہے...

اسکول میں وہ تنہا ہے۔ اپنے سر پر حجاب یا ڈوپٹہ ڈال کر جانے والی وہ تنہا بچی ہے۔ اسکول کے پندرہ سو دیگر بچے اس کا مذاق اُڑاتے ہیں اس پر آواز کستے ہیں۔ اس کو مختلف ناموں سے مخاطب کرتے ہیں... لیکن اس کی استقامت میں فرق نہیں آتا وہ کسی کا جواب نہیں دیتی، کسی کا مذاق نہیں اُڑاتی اور جب موقع آتا ہے تو اپنا موقف بیان کر دیتی ہے۔ وہ خاموشی سے اپنے اس جہاد میں مصروف ہے۔

اسکول کے کچھ لڑکے اس کے قریب آنا چاہتے ہیں وہ اُسے پارٹیوں میں بلانا چاہتے ہیں۔ اسکول کی اکثر بچیاں اس قسم کی سرگرمیوں میں شریک ہوتی ہیں، لیکن وہ بچی ایک پہاڑ کی طرح اپنے ارادے پر قائم ہے۔

اسکول میں مسلمان بچے بھی ہیں۔ لیکن ان کی وضع قطع سے کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ مسلمان ہیں، بلکہ ان میں اکثر اپنے مسلم نام کو ظاہر کرنے میں شرم محسوس کرتے ہیں!! اسکول کی لڑکیوں کے ساتھ یہ لڑکے تمام پارٹیوں وغیرہ میں شریک ہوتے ہیں اور جب کبھی یہ بچی اُن کے پاس سے گزرتی ہے یہ بے نام مسلمان لڑکے اس کا مذاق اُڑانے والوں میں شامل ہو جاتے ہیں یا ان میں سے کچھ گو اس لڑکی کا مذاق نہیں اُڑاتے لیکن خاموشی اور نہایت بے حسی سے سب کچھ دیکھتے رہتے ہیں۔

جب نماز کا وقت آتا ہے تو یہ بچی خاموشی سے اسکول کی لائبریری کے ایک کونے میں نماز پڑھ لیتی ہے۔ اسکول کے ذمہ دار اصحاب اس لڑکی کے عمل سے واقف ہیں اور وہ انہوں نے اسے عبادت کی اجازت بھی دے رکھی ہے۔

اسکول کے تعلیمی میدان میں یہ بچی کسی بھی لحاظ سے کسی سے کم نہیں ہے بلکہ ہر مضمون میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوتی ہے۔ کھیل کود میں بھی یہ آگے آگے ہے لیکن اسلامی حدود کے اندر... اس نے نیکر اور کھلی آستین کی قمیض پہننے سے انکار کر دیا ہے اس نے مشترکہ باتھ روم استعمال کرنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔ اسکول کے ذمہ داروں نے شروع شروع میں اس پر اعتراض کیا لیکن اُس نے کسی اعتراض کی پرواہ نہیں کی۔ نتیجتاً اسکول کے ارباب انتظامیہ اس کے فیصلے کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو گئے اور اس کی بات مان لی۔

آسمان والا، کُل کائنات کا خالق جب زمین کے مکینوں کے اچھے اعمال پر غور فرمائے گا تو اس میں اُس بچی کا نام بھی نمایاں طور پر شامل ہو گا جس نے اپنے علم اور اپنی قوتِ ارادی کی وجہ سے انتہائی ناساز گار ماحول میں بھی اپنے مذہب کے بنیادی اصولوں پر پوری طرح عمل کیا اور کسی نقصان کی پروا نہیں کی۔ اللہ کو یہ بات پسند ہے یہی تو وہ بچی ہے جو خاموشی سے جہاد میں مصروف ہے، دنیا کی ہر برائی سے خود کو بچائے رکھنے کی مقدور بھر کوشش کرتی ہے اور اپنے اصولوں کے تحفظ کے لئے سرگرداں ہے، یہ وہ بچی ہے جو نامساعد حالات میں بھی اپنے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے اور یہی وہ بچی ہے جو اپنے اردگرد پھیلی ہوئے بے شمار برائیوں سے اپنے آپ کو بچائے ہوئے ہے۔

یہ بچی حقیقتاً قابل احترام ہے اور صحیح معنوں میں معمار قوم ہے۔ وارث دین ہے اور قائد ہے!! ایسی ہی دختران اسلام کے عمل سے قوموں کی تقدیریں بدلتی ہیں۔

ہمارے قائدین اکثر کہتے ہیں کہ اس بچی کی حفاظت کی جائے جب کہ حقیقتاً یہ بچی ہے تو دین کی محافظ ہے اس کا احترام کیجئے اور جب یہ بچی بڑی ہو جائے، کالج اور یونیورسٹی سے گزر کر عملی ازدواجی زندگی میں داخل ہو جائے تو پھر... تو پھر اس کا احترام کیجئے اور اُسے وہی درجہ دیجئے جو آپ کسی قومی ہیرو کو دیتے ہیں۔ اس لئے کہ اُس نے اپنے عمل، اپنے کردار سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اُس نے سخت ناساز گار حالات میں بھی یہ ثابت کر دکھایا کہ اگر اپنے اصولوں پر ڈٹ جائیں اور ان کے تحفظ کا ارادہ کر لیا جائے تو بڑی سے بڑی رُکاوٹ بھی بے معنی ہو جاتی ہے۔

یہ بچی ہم سب کی بچی ہے۔ آپ اُسے جہاں بھی پائیں عقیدت و احترام سے اُسے خراج عقیدت پیش کریں اور فخر محسوس کریں...

دعا کیجئے کہ ہم اس کے احترام میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔

بقیہ کردار.........

مناسب جانا۔ ورنہ اندیشہ تھا کہ یار لوگ اس کردار کو سراہنے اور اپنی بچیوں کو بھی اپنانے کی تلقین کرنے کی بجائے اس میں مین میخ نکالنی شروع کر دیتے۔ حتیٰ کہ اس کردار کے پیچھے بھی کسی ''قادیانی سازش'' کے تانے بانے ملانے شروع کر دیتے......! جیسا کہ آجکل فیشن چلا ہوا ہے کہ کسی قادیانی یا احمدی سے وابستہ اچھی بات کو بھی ''قادیانی سازش'' کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ پاکستان کے پہلے وزیرِ خارجہ سر محمد ظفراللہ خاں جنہوں نے اپنی ذاتی قابلیت کے بل بوتے پر اقوام متحدہ سے کشمیریوں کے حقِ خود ارادیت کی قراردادیں پاس کروائیں۔ نیز لیبیا، مراکش، الجزائر، تیونس و سوڈان سمیت تقریباً نصف درجن اسلامی ریاستوں کو یو این او کے پلیٹ فارم سے عربوں کا وکیل بن کر آزادی کی نعمت سے ہمکنار کروایا، کو انگریزوں کا ایجنٹ اس لئے کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ شخص اپنے ذاتی عقیدے کی رُو سے احمدی مکتبۂ فکر سے وابستہ تھا..........

پاکستان کے واحد نوبل لاریٹ ڈاکٹر عبدالسلام جنہوں نے اپنی انعام کی رقم پاکستان کے ذہین طلباء کو وظائف دینے کیلئے وقف کر دی نیز پاکستان میں سپارکو (خلائی تحقیق کا ادارہ) سمیت کئی سائنسی اداروں کے چیئرمین اور بانی رہے انہیں یہودیوں کا ایجنٹ کہہ دیا جاتا ہے..........

جنگ ستمبر کے دو ہیرو جنرل اختر حسین ملک اور جنرل عبدالعلی ملک، جنہوں نے چھمب جوڑیاں اور چونڈہ کے میدانوں میں حملہ آور بھارتی فوج کا بھرکس نکال دیا تھا۔ ان دونوں سگے بھائیوں کو بھی بھارتی ایجنٹ کہہ دیا جاتا ہے......صرف یہی نہیں بلکہ متذکرہ بالا ممتاز پاکستانی سپوتوں کا ذکر پاکستان کی تاریخ سے اس لئے گول کر دیا گیا ہے کہ ان کا تعلق ایک ایسے فرقہ سے تھا، جنکا ذاتی عقیدہ بعض لوگوں کو پسند نہیں۔

راقم الحروف کو اِس مراسلے سے ہونیوالے ''سلوک'' کا پہلے ہی بخوبی اندازہ ہے کہ ہفت روزہ صداقت کی صحافتی دیانتداری و صداقت شعاری اس انکشاف کی اشاعت کی قطعاً متحمل نہ ہو پائے گی کہ ڈاکٹر اسلم عبداللہ نے اپنی تحریر میں جس قابلِ احترام بچی کا ذکر کیا ہے اسکا تعلق بھی نہ صرف جماعتِ احمدیہ سے ہے۔ بلکہ بچی کے والد آسٹریلیا میں سلسلۂ احمدیہ کے مبلغ بھی ہیں.......... جماعت احمدیہ کینیڈا کی ایک ذیلی تنظیم کے زیرِ اہتمام شائع ہونیوالے ایک مجلّہ ''نحن انصاراللہ'' میں اس قابلِ احترام بچی کے شائع شدہ مکتوب کی نقل بھی مُراسلہ سے منسلک ہے جو اس بچی نے اپنے امام کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔

اھم سوال: متذکرہ کردار کی حامل بچی کے ایک احمدی گھرانے سے تعلق رکھنے کے انکشاف کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس جماعت کے بانی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (جنہوں نے اپنی تحریروں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ احادیث میں موجود پیش گوئیوں کی روشنی میں آخری زمانے میں آنیوالے امام مہدیؑ ہونیکا جو دعویٰ کیا تھا،) کیا وہ حدیث کے اِن الفاظ کے بموجب کہ:-

''اگر ایمان ثریا (ستارے) پر بھی جا چکا ہو گا تو وہ (امام مہدیؑ) اسے واپس لے آئیگا۔''

اپنی جماعت کے افراد میں واپس لانے میں کامیاب رہے......؟ اب ظاہراً متذکرہ بچی کے کردار کو الفاظِ حدیث کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو بچی کا کردار اس کسوٹی پر سو فیصد پورا اترتا دکھائی دیتا ہے...... چنانچہ یہ بات اہلِ فکر و نظر کو دعوتِ فکر دیتی ہے کہ آیا جناب مرزا صاحب واقعی وہی امام مہدی تھے جنکا ذکر اصدق الصادقین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے چودہ سو سال قبل فرمایا تھا......؟ نیز متذکرہ بچی اپنے قابلِ رشک کردار کے باوجود اگر اس لئے ''کافرہ'' ہے کہ پاکستان کی ایک مرحومہ اسمبلی کے ہندو، مسلم، عیسائی وغیرہ سبھی ممبران نے احمدیہ فرقہ کے افراد کو ''ناٹ مسلم'' قرار دیا تھا تو پھر..........

اصلی مسلمان کہلوانے کے لئے (متذکرہ قابلِ رشک کردار کی حامل بچی کے کردار کے علی الرّغم) حقیقی اسلامی کردار کی آخر کیا تعریف ہونی چاہیئے؟ کیا فرماتے ہیں مولانا آصف قاسمی (جو صداقت میں قارئین کے دینی سوالات کے جوابات بھی لکھتے ہیں نیز احمدی مسلک کے شدید مخالف بھی ہیں) بیچ اِس مسئلہ کے......!؟

والسلام

خاکسار: ایم زیڈ منگلا (میپل)

اشاعت مکرر

ایک احمدی بچی کا قابلِ تقلید نمونہ

> زیرِ نظر مکتوب، چند سال پہلے بھی نحن انصاراللہ کے صفحات کی زینت بن چکا ہے۔ اَب اسے مکرر اشاعت کے طور پر پھر شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔ اس کی دوبارہ اشاعت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ احمدی طالبات جو مغربی ماحول میں اپنے بلند اسلامی کردار کے قابلِ تقلید و قابلِ فخر نمونے قائم کر رہی ہیں۔ ان سب کیلئے دعا کی تحریک کے ساتھ ساتھ مغرب میں نئے آنیوالے احمدی خاندانوں بالخصوص احمدی بچیوں کو بھی اللہ تعالیٰ ایسے ہی نیک نمونوں کو اپنانے اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا عَلَم بلند رکھنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

''میرا نام عطیۃ الغالب ہے اور مَیں اس وقت St. Francis Catholic College میں کلاس 9th کی طالبہ ہوں۔ میں اپنے والدین کے ہمراہ اگست ۱۹۹۶ء میں آسٹریلیا آئی تھی کیونکہ میرے والد صاحب (مسعود احمد شاہد) کا بطورِ مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ یہاں تقرر ہوا تھا۔

آسٹریلیا آ کر میں نے 4th کلاس سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ دورانِ تعلیم شروع شروع میں مجھے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ یہاں کے ماحول اور ہمارے اسلامی ماحول میں بہت فرق ہے۔ جبکہ میں ایک احمدی مسلمان لڑکی کے طور پر سکول میں اپنے آپ کو متعارف کروانا چاہتی تھی اور انہیں روایات کو لے کر آگے بڑھنا چاہتی تھی جو کہ ایک احمدی مسلمان بچی کی شایان شان ہوتی ہیں اور جن کی ہمارے پیارے حضور ہم احمدی بچوں سے توقع رکھتے ہیں۔ ان روایات میں سب سے بڑھ کر میرا لباس تھا۔ میری ہر وقت یہ کوشش رہتی تھی کہ میں اسلامی باپردہ لباس میں سکول جاؤں۔ اور سکول میں میری سیٹ بھی لڑکوں کی بجائے لڑکیوں کے ساتھ ہو۔ مزید یہ کہ جمعہ کے روز مجھے جمعہ پڑھنے کی اجازت بھی مل جائے۔ سکول میں داخل ہوتے ہی میں نے پہلا کام یہ کیا کہ محترم پرنسپل صاحب سے پورا لباس پہننے، جمعہ پڑھنے اور میوزک کلاس میں شامل نہ ہونے کی اجازت لے لی۔ اس کے علاوہ کلاس کے اندر اپنی کلاس ٹیچر کو بھی بتا دیا کہ میری سیٹ آپ لڑکیوں کے ساتھ مقرر کر دیں۔ دو تین مرتبہ جب میں نے اسے کہا تو

ٹیچر نے ذرا غصہ سے کہا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ میں ایک احمدی مسلمان لڑکی ہوں اور ہمارا مذہب ہمیں لڑکوں کے ساتھ کھلم کھلا میل جول کی اجازت نہیں دیتا۔ اس ٹیچر نے کہا کہ یہاں اور بھی بہت ساری مسلمان لڑکیاں پڑھتی ہیں مگر انہوں نے کبھی اس طرح نہیں کہا جس طرح تم کہتی ہو۔ اس پر میں نے کہا کہ میں ان سے مختلف ہوں، میں ایک **احمدی مسلمان** لڑکی ہوں۔ میرا جواب سن کر وہ ٹیچر تو خاموش ہوگئی اور اس نے میری سیٹ بھی مستقل لڑکیوں کے ساتھ کر دی۔ مگر کلاس نے میرا بائیکاٹ کر دیا۔ کوئی لڑکی میرے ساتھ بات کرنے کو تیار نہ تھی۔ کچھ دن تو اسی طرح ہوتا رہا۔ مگر مجھے ذاتی طور پر کوئی پریشانی نہیں تھی کیونکہ میں یہ سب کچھ اپنی خوشی سے اپنی مذہبی اقدار کو رواج دینے کی خاطر کر رہی تھی مگر اس بات کو سمجھنے سے قاصر تھی کہ آخر یہ لوگ میرے اس طرح کرنے کو Mind کیوں کرتے ہیں۔

آخر ایک دن میں نے گھر آکر اپنے والدین سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ تم سورۃ فاتحہ اور درود شریف پڑھ کر دعا کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ ضرور ان کے دلوں کو بدل دے گا اور وہ خود بخود تمہاری دوست بن جائیں گی۔ اس سے مجھے بڑا حوصلہ ملا۔ چنانچہ اگلے ہی روز سکول میں جب لنچ ٹائم کے دوران میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی تو میں نے سورۃ فاتحہ اور درود شریف پڑھ کر خاص توجہ سے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی تو میں نے یوں محسوس کیا کہ اب میں اکیلی نہیں ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے فرشتے میرے ہمراہ ہیں۔ اور اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میری کلاس کی وہ لڑکیاں جو سب سے زیادہ میرے نظریات کی مخالف تھیں میرے پاس آئیں اور کہا کہ آؤ ہم تمہاری دوست ہیں۔ ہمارے ساتھ کھیلو اور یہ کہ اب ہم بھی لڑکوں کو اپنے گروپ میں نہیں رکھیں گی۔ قبولیت دعا کے اس عظیم الشان معجزے نے میرے ایمان کو اس وقت اور زیادہ تقویت بخشی جب میں کلاس میں گئی تو ٹیچر نے مجھے کھڑا کر کے میرا تعارف پوچھا۔ میرے تعارف کرانے پر اس نے پوری کلاس کو مخاطب کر کے کہا کہ مجھے اب اس لڑکی کا مذہب سب سے اچھا لگتا ہے۔

اس دن کے بعد سے تمام کلاس اور ٹیچرز میرا خاص احترام کرتے ہیں۔ گھر آتے ہی میں نے یہ تمام باتیں بذریعہ خط حضور انور ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھ دیں۔ حضور کی طرف سے مجھے بڑا ہی پیارا دعائیہ خط موصول ہوا۔

اب اس وقت میں کیتھولک کالج میں 9th کلاس میں ہوں۔ پورا لباس پہنتی ہوں اور سر پر سکارف اوڑھ کر جاتی ہوں۔ انہوں نے مجھے سکول ہی میں نماز پڑھنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ سکول کے اندر ان کا عام دستور ہے کہ مرد عورتوں کے ساتھ اور عورتیں مردوں کے ساتھ ہاتھ ملاتی ہیں۔ مگر میں نے پہلے دن ہی جب پرنسپل نے میری طرف ہاتھ بڑھایا تھا تو کہہ دیا تھا کہ سوری (Sorry) ہم مردوں کے ساتھ ہاتھ نہیں ملاتیں۔ میرے اس طرح کہنے سے اس نے ایک ٹیچر کو مقرر کیا کہ وہ تمام Subject کلاسز میں میرا تعارف کراتے وقت یہ بھی کہہ دے کہ اس کے ساتھ کوئی ہاتھ نہ ملائے۔ اس کالج کے اندر باقاعدہ ایک Religious کلاس ہوتی ہے اس میں میرا ٹیچر میرے سے اسلام کے بارہ میں بہت سوالات کرتا ہے۔ اگرچہ میری اس کلاس میں اور بھی بہت ساری مسلمان لڑکیاں ہیں مگر ٹیچر کی مطمح نظر صرف میں ہی ہوتی ہوں۔ میرے جواب دینے سے ٹیچر اتنا متاثر ہوتا ہے کہ وہ کئی بار مجھے کہہ چکا ہے کہ میرا خیال ہے یہ کلاس آپ لیا کریں۔ کل میں نے ساری کلاس کو کلمہ طیبہ باترجمہ سکھایا تھا۔ وہ میرے عربی بولنے کے انداز سے بڑے خوش ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں جو بھی اپنے Assignments لکھتی ہوں اس کے ٹائٹل پیج کو کلمہ طیبہ، بسم اللہ اور دوسری اسلامی دعاؤں سے مزین کرتی ہوں جو کہ میرے اساتذہ کے لئے ایک نئی چیز ہوتی ہے۔ وہ بڑی دلچسپی سے اس کو پڑھتے ہیں۔ کل بطور ایک اسلامی لڑکی انہوں نے میرا انٹرویو لیا ہے۔ اب میرے Religious ٹیچر نے مجھ سے کہا ہے کہ اپنے مذہب کے عقائد سے متعارف کرواؤ۔"

امام الکلام

"وہ کام کرو جو اولاد کے لئے بہترین نمونہ اور سبق ہو"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اولاد کے لئے کچھ مال چھوڑنا چاہیئے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ مال چھوڑنے کا تو ان کو خیال آتا ہے۔ مگر یہ خیال ان کو نہیں آتا کہ اس کا فکر کریں کہ اولاد صالح ہو طالح نہ ہو۔ مگر یہ وہم بھی نہیں آتا اور نہ اس کی پرواہ کی جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسے لوگ اولاد کے لئے مال جمع کرتے ہیں اور اولاد کی صلاحیت کی فکر اور پرواہ نہیں کرتے۔ وہ اپنی زندگی ہی میں اولاد کے ہاتھ سے نالاں ہوتے ہیں اور اس کی بداطواریوں سے مشکلات میں پڑ جاتے ہیں اور وہ مال جو انہوں نے خدا جانے کن کن حیلوں اور طریقوں سے جمع کیا تھا آخر بدکاری اور شراب خوری میں صرف ہوتا ہے اور وہ اولاد ایسے ماں باپ کے لئے شرارت اور بدمعاشی کی وارث ہوتی ہے۔

اولاد کا ابتلاء بھی بہت بڑا ابتلا ہے۔ اگر اولاد صالح ہو تو پھر کس بات کی پرواہ ہوسکتی ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ (الاعراف:۱۹۷) یعنی اللہ تعالیٰ آپ صالحین کا متولی اور متکفل ہوتا ہے۔ اگر بدبخت ہے تو خواہ لاکھوں روپیہ اس کے لئے چھوڑ جاؤ۔ وہ بدکاریوں میں تباہ کر کے پھر قلاش ہو جائے گی اور ان مصائب اور مشکلات میں پڑے گی جو اس کے لئے لازمی ہے جو شخص اپنی رائے کو خدا تعالیٰ کی رائے اور منشاء سے متفق کرتا ہے وہ اولاد کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے اور وہ اسی طرح پر ہے کہ اس کی صلاحیت کے لئے کوشش کرے اور دعائیں کرے۔ اس صورت میں خود اللہ تعالیٰ اس کا تکفل کرے گا۔ اور اگر بدچلن ہے تو جائے جہنم میں اس کی پرواہ تک نہ کرے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک قول ہے کہ مَیں بچہ تھا۔ جوان ہوا۔ اب بوڑھا ہوگیا۔ میں نے متقی کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا کہ اسے رزق کی مار ہو اور نہ اس کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ تو کئی پشت تک رعایت رکھتا ہے۔

پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دُعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو۔

خوب یاد رکھو کہ جب تک خدا تعالیٰ سے رشتہ نہ ہو اور سچا تعلق اس کے ساتھ نہ ہو جاوے۔ کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی۔۔۔"

(ملفوظات جلد چہارم، صفحہ ۴۴۳-۴۴۴)

نقد و نظر
ابن احمد

جہالت، کج فہمی یا فکری اوباش پن------؟!

نارتھ امریکہ سے شائع ہونیوالے بعض اردو اخبارات کے صفحات پر فلوریڈا کے ایک بزعمِ خویش ''مفتی وفقیہہ'' ڈاکٹر شبیر احمد اپنے کالم ''بزمِ کہکشاں'' اور ''دستک'' کے ذریعے محض خودنمائی کے جنون میں اخبارات کے صفحات سیاہ کرنے اور اپنی مضحکہ خیز تھیوریوں کے نت نئے نمونوں سے قارئین کو محظوظ کرنے کا فریضہ بڑی باقاعدگی اور جانفشانی سے انجام دیتے رہتے ہیں۔ موصوف یوں تو پیشے کے اعتبار سے طبیب ہیں تاہم بیماریوں، صحتِ عامہ اور مریضوں کے متعلق کچھ لکھنے کی بجائے ''نیم ملاں'' بن کر اکثر و بیشتر دینی وفقہی مسائل پر طبع آزمائی کرتے ہوئے ان کا ایسا تیا پانچہ کرتے ہیں کہ رہے نام اللہ کا.........! چنانچہ ہفت روزہ پاکستان اسٹار ٹورانٹو کے گیارہ تا سترہ اکتوبر کے شمارہ میں حفظ قرآن کے حوالے سے پوچھے گئے ایک سوال یا مشورہ میں موصوف فتویٰ دیتے ہیں کہ آجکل کے زمانہ میں جبکہ قرآن پاک کروڑوں نسخوں کے علاوہ آڈیو ویڈیو کیسٹوں، مائیکروفلم اور کمپیوٹر ڈسکوں پر دستیاب ہے بچوں کو قرآن حفظ کرانا فضول بھی ہے اور انہیں سکول کالج کی پڑھائی میں نکما بنا دینے کے مترادف بھی.......... انا للہ و انا الیہ راجعون بالفرضِ محال یہ حضرت، رمضان المبارک میں مساجد میں جا کر نمازِ تراویح پڑھنے کے قائل ہیں (واللہ اعلم) تو ان سے دریافت کیا جانا چاہیئے کہ اگر قرآن حفظ کرنے کی فی زمانہ ضرورت باقی نہیں رہی تو کیا نمازِ تراویح میں نمازیوں کے آگے کسی حافظِ قرآن کی بجائے کیسٹ، سی ڈی، ڈی وی ڈی پلیر / ٹی وی وغیرہ رکھ اور بجا کر امامت کی جایا کریگی......؟! اقبالؔ نے یقیناً ایسے ہی نام نہاد عالموں کے متعلق کہا تھا ع

خودتو بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں!

''حضرت علامہ'' ڈاکٹر شبیر احمد آف فلوریڈا نے پاکستان اسٹار (ٹورانٹو) کے اسی شمارے میں جماعت احمدیہ کے بانی کے ایک شعر کو بھی اپنی ''بزمِ کہکشاں'' (جسے بزمِ 'جہلستان' کہنا شائد زیادہ موزوں ہوگا) میں تضحیک و تمسخر کا نشانہ بنا کر جہاں کروڑھا بندگانِ خدا کی دلآزاری کی۔ وہاں دراصل اپنی کج فہمی اور تبحرِ علمی کا بھانڈا اپنے ہاتھوں پھوڑ کر اپنے اسی کالم میں تحریر کردہ اقبالؔ کے اِس شعر کی عملی تفسیر اپنی ذات کے حوالے سے سب پر عیاں کر دی ہے کہ ؎

خلقِ خدا کی گھات میں رند و فقیہہ و میر و پیر
تیرے جہاں میں ہے وہی گردشِ صبح و شام ابھی

منبعِ رشدو ہدایت قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لاتنابزوا بالالقاب۔" کہ انسانوں کو ان کے بُرے القابات سے مت پکارو۔ ایک دوسری جگہ مسلمانوں کو بایں الفاظ نصیحت کی گئی ہے:

''تم کسی کے جھوٹے خدا کو بھی گالی مت دو۔ مبادا وہ تمہارے سچے خدا کو گالی دینے لگ جائے۔'' (الانعام۔109)

خود کو ''مبلغِ اسلام'' ثابت کرنے اور دوسروں کو اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونے کی نصیحتیں جھاڑنے والے ڈاکٹر شبیر نے مندرجہ بالا اسلامی احکامات پر کسطرح عمل کیا ہے اسکا ذکر آگے آئیگا۔ کہتے ہیں برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔ فلوریڈا کے اِس بدنہاد و بدذوق ڈاکٹر نے انتہائی پست ذہنیت کا مظاہرہ کر کے اپنی سرشت نمایاں کر دی ہے۔ چنانچہ کروڑھا انسانوں کے روحانی پیشوا کی ایک دعائیہ نظم کے اِس شعر، جو اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و نیاز کرتے ہوئے کچھ یوں نظم کیا گیا ہے کہ ؎

کِرمِ خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

کے نہایت گندے اور شرمناک معنے بیان کر کے اپنی کورنگاہی، کم علمی اور خود اپنے ہی الفاظ کے عین مطابق ''پستیوں کی جانب نگاہِ غلط انداز'' اور اندھے تعصب کا ثبوت دیا ہے۔ اس شعر کی تشریح سے قبل ذرا اِس ڈاکٹر کا بازاری اندازِ تمسخر اور فکری و ذہنی لچرپن ملاحظہ ہو:-

''اسلام علیکم! صاحبو! علامہ اقبال کے شعر سے آج کا کالم شروع نہیں ہو رہا ہے۔ ہم آپ کو فکری اعتبار سے بلندیٔ افلاک کی سیر کراتے آئے ہیں۔ آج چند لمحوں کے لئے پاتال دکھانے دیجئے یعنی پستیوں کی جانب ایک نگاہِ غلط انداز! آپ کے ذوقِ نفیس سے پیشگی معذرت، مجبوری آپڑی ہے۔

صاحبو!

ضلع گورداس پور کے ایک صاحب 1908ء میں ٹہل گئے تھے۔ دنیا میں کئی لاکھ بے ذوق ایسے ہیں جو آج تک ان کی بیماری نثر کو شاہکار اور آنجہانی مصنف کو سلطان القلم کہتے ہیں۔ 100 برس سے کہتے آئے تھے۔ بات ہو گئی تھی پرائی لیکن اب ایک نئی بات ہوئی ہے۔ کینیڈا میں رہنے والے ان کے ایک مداح مرزا مبارک احمد نے ان آنجہانی کو ستمبر 2000ء میں ملک الشعراء بھی کہہ دیا ہے۔ مجموعۂ کلام کا نام ہے ''درثمین''! اس مجموعہ کے صفحہ نمبر 116 پر جو شعر لکھا ہے اس سے زیادہ گھٹیا شعر تمام عمر ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ لیجئے سنیئے!

کِرمِ خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

جن معزز قارئین کو یہ شعر تشریح طلب محسوس ہو ان کی خدمت میں صرف اتنا عرض کرنا کافی ہے کہ شاعر آنجہانی نے یہاں خود کو چ ر ن! ''چرنا'' فرما دیا ہے۔ چرنا کیا ہوتا ہے؟ آپ نہ جانتے ہوں تو کسی جاننے والے سے پوچھ لیجئے ''فیروز اللغات'' کھول لیجئے۔ انگریزی میں اسے IN WORM یا THREAD WORM کہتے ہیں۔ شاعر کا نام ہم نہیں بتائیں گے۔ البتہ یہ عرض کر دیتے ہیں کہ ان کے نام کے ساتھ ''چرنا'' کا تخلص خوب سجتا ہے۔''

(PAKISTAN STAR OCTOBER 11 TO OCTOBER 17, 2000 PAGE 16)

اوپر جس شعر کا تمسخر اڑایا گیا ہے، اس کے حوالے سے اس بات کی ہرگز توقع نہیں کی جا سکتی کہ اِس جاہلیت کے فرزند کی نظر سے اللہ تعالیٰ کے ایک پاک نبی حضرت داوٗد علیہ السلام کا وہ کلام گزرا ہوگا جس کا منظوم لفظی ترجمہ مذکورہ شعر کی صورت اردو میں کیا گیا ہے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کی یہ مناجات زبور میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:-

''لیکن میں تو ایک حقیر کیڑا ہوں۔ انسان نہیں ہوں۔ انسانیت کیلئے ایک گالی اور سب لوگوں سے زیادہ لائقِ نفرت اور لوگوں میں حقیر''

(زبور باب 22 آیت: 6)

انگریزی بائیبل کے الفاظ یہ ہیں:-

But I am a worm, and no man, a reproach of men and despised of the people.

اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام اپنی دُعا میں اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:-

''اِلٰہِیْ! اَنَا عَبْد'' ذَلِیْل۔'' ترجمہ: اے خدا! میں ذلیل انسان ہوں''

(تفسیر کبیر امام رازیؒ جلد: 6 صفحہ: 181 مطبوعہ مصر)

پھر سب سے بڑھ کر رحمت العالمین، شافی محشر، سرورِ کونین، فخر الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ملاحظہ ہو:

''قُلِ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَاِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ

وَ اِنِّیْ فَقِیْرٌ فَارْزُقْنِیْ ؕ"

(مستدرک امام حاکم بحوالہ جامع الصغیر امام سیوطی جلد ۱ باب القاف مصری ۸۷)

(مستدرک امام حاکم بحوالہ جامع الصغیر امام سیوطی جلد ا باب القاف مصری صفحہ ۸۷)

یعنی کہہ اے خدا! میں کمزور ہوں تُو مجھے طاقت دے۔ میں ذلیل ہوں مجھے عزت اور غلبہ عطا فرما، میں فقیر ہوں۔ مجھے رزق دے۔ (آمین)

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے جس شعر پر پھبتیاں کسی گئی ہیں اسکے الفاظ انسانوں کو مخاطب کر کے نہیں بلکہ بطور مناجات و دعا اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے عرض کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ اس شعر میں "میرے پیارے" کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے۔ پس یہ دعا ہے اور مناجات میں اللہ تعالیٰ کی مافوق التصور ہستی کے بالمقابل انتہائی تذلّل و انکسار ظاہر کرنا انبیاء، اولیاء، صلحاء اور بزرگانِ دین کا شیوہ ہے۔ اور اس پر اعتراض کرنا بد فطرتوں، بدنہادوں، کم سوادوں اور بدبختوں کا کام ہے۔ اور اِس شعر میں بیان فرمودہ دعا کا مفہوم یہ ہے کہ:

اے میرے خدا! میرے دشمن مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مجھ سے عار محسوس کرتے ہیں۔ گویا میں اُن کی نگاہ میں انسان بھی نہیں ہوں۔ چنانچہ اسی نظم کا ایک اور شعر ہے ؎

کِس کے آگے ہم کہیں اِس دردِ دل کا ماجرا
اُن کو ہے ملنے سے نفرت، بات سننا درکنار
("درثمین" اردو)

پس اگر کوئی شخص تعصب، اپنی کج فہمی اور پرلے درجے کی جہالت کی بنا پر مندرجہ بالا دعائیہ مناجات پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت داؤد علیہ السلام یا حضرت ایوب علیہ السلام کو بھی انہی الفاظ سے مخاطب کرے تو اس سے بڑھ کر بدبخت انسان اور کون ہو سکتا ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ اِس بدذوق اور بدلحاظ ڈاکٹر نے ایک عالمگیر مذھبی جماعت کے بانی پر ہی تمسخر نہیں کیا بلکہ انبیائے سابقہ کی توہین کا بھی مرتکب ہوا ہے۔ کسی کے ذاتی عقائد و نظریات سے ہزار اختلاف ہی سہی، نیز عقائد کا اختلاف نہ ہوتا تو مسلمانوں کے تہتر فرقے بھی وجود میں نہ آتے۔ لیکن دنیا کا کوئی مہذب، شریف النفس، خاندانی اور اپنی رگوں میں صالح خون رکھنے والا شریف زادہ محض اختلافِ عقائد کی بنا پر کسی مذہبی کمیونٹی کے بزرگ اور پیشوا کی ذات کو گالی نہیں دیا کرتا...... ہاں، البتہ اگر کوئی مذکورہ بالا اوصافِ حمیدہ سے مبرّا ہے تو اسکا معاملہ دوسرا ہے۔ ایسے ہی بدفطرت اشخاص کو غالب نے کچھ اِن الفاظ میں مخاطب کیا ہے ع

شرم تم کو مگر نہیں آتی!

ملفوظات

یادرکھنے کی بات۔!

"..... جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اُس کے رسول کی برکات کے اظہار اور ثبوت کیلئے ہوں اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟ یاد رکھو! میرا سلسلہ اگر نری دکانداری ہے تو اس کا نام و نشان مِٹ جائے گا۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہو گا۔

مخالفت کی مَیں پرواہ نہیں کرتا۔ مَیں اس کو بھی اپنے سلسلہ کی ترقی کیلئے لازمی سمجھتا ہوں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مامور اور خلیفہ دنیا میں آیا ہو اور لوگوں نے چپ چاپ اُسے قبول کر لیا ہو۔ دنیا کی تو عجیب حالت ہے، انسان کیسا ہی صدیق فطرت رکھتا ہو مگر دوسرے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ وہ تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے سلسلہ کی ترقی فوق العادت ہو رہی ہے۔ بعض اوقات چار چار پانچ پانچ سو کی فہرستیں آتی ہیں اور دس دس پندرہ پندرہ تو روزانہ درخواستیں بیعت کی آتی رہتی ہیں۔ اور وہ لوگ علیحدہ ہیں جو خود یہاں آکر داخل سلسلہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ کے قیام کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ دنیا کے گند سے نکلیں اور اصل طہارت حاصل کریں۔ اور فرشتوں کی سی زندگی بسر کریں (الحکم ۱۷ر جولائی ۱۹۰۵ء)

"مسلمانو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں یہ خبر دے دی ہے اور مَیں نے اپنا پیام پہنچا دیا ہے اب اس کو سننا نہ سننا تمہارے اختیار میں ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو موعود آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں اور یہ بھی پکّی بات ہے کہ اسلام کی زندگی عیسیٰ کے مرنے میں ہے"۔ (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۵۷)

"اگر کوئی شخص ہماری جماعت سے نفرت کرتا ہے تو کرے۔ لیکن اُسے کم از کم غیرتِ اسلام کے تقاضا سے اور اسلام کی موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ بھی تو ضرور ہے کہ وہ کسی ایسی جماعت کو تلاش کرے اور اس کا پتہ دے جو حجج و براہین اور خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانات اور روشن آیات سے کسرِ صلیب کر رہی ہو۔ مگر مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ خواہ شرقاً غرباً شمالاً جنوباً کہیں بھی چلے جاؤ اس جماعت کا پتہ بجز میرے نہیں ملے گا۔ اِس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اِس غرض کے واسطے مجھے ہی مبعوث کر کے بھیجا ہے۔ میرے دعویٰ کو سُن کر نری بدظنّی اور بدلگامی سے کام نہ لو بلکہ تمہیں چاہئے کہ اِس پر غور کرو اور منہاجِ نبوّت کے معیار پر اس کی صداقت کو آزماؤ۔ انسان ایک پیسے کا برتن لیتا ہے تو اس کی بھی دیکھ بھال کرتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری باتوں کو سنتے ہی بغیر فکر کئے گالیاں دینی شروع کرتے ہیں۔ یہ بہت ہی نامناسب امر ہے۔

۔(الحکم ۱۰ر جون ۱۹۰۵ ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۴۵-۱۴۶)

آپکا خط ملا

مکرم چوہدری عبدالغفور صاحب عبدل (ونڈسر، انٹاریو) اپنے نوازش نامے میں رقمطراز ہیں:-

نحن انصاراللہ کا حالیہ شمارہ موصول ہوا۔ ٹائیٹل اور اندرونی صفحات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دفتر انصاراللہ کا معائنہ فرمانے کے موقع کی جاذب نظر تصاویر دیکھ کر دل باغ باغ اور زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل پڑے ''ہمارا بادشاہ'' مجھے اپنی اس خوش بختی پر بھی رشک آیا کہ بفضل اللہ تعالیٰ ہم احمدی کتنے خوش نصیب ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں آج کے مادی دور میں جب دنیا اِدھر اُدھر ٹاک ٹوئیاں مارتی پھر رہی ہے، خلافت علیٰ منہاجِ نبوت کی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا ہوا ہے۔ اے اللہ! آج پیرانہ سالی اور متعدد بیماریوں کے باوجود تیرا لاکھ لاکھ شکر بجا لاتا ہوں کہ تو نے مجھ جیسے کم علم دیہاتی کو لڑکپن (تیرہ چودہ سال کی عمر) میں ہی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو پرکھنے اور پھر خلیفۂ وقت کی بیعت کر کے اس میں شمولیت کر لینے کی توفیق عطا فرمادی۔ دل تو چاہتا ہے کہ بہت کچھ لکھوں مگر دورانِ سر کی تکلیف اور ضعف کی وجہ سے زیادہ پڑھنے لکھنے سے قاصر ہوں تاہم حالیہ شمارہ دیکھ کر رہ نہیں سکا۔ ویسے تو سبھی مضامین ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ البتہ ''زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے'' کے عنوان سے جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کے دو ہیروز، دو بھائیوں جنرل عبدالعلی ملک کی داستانِ شجاعت اور جنرل اختر حسین ملک کا مختصر تذکرہ پڑھ کر نہ صرف بے شمار یادیں تازہ ہو گئیں بلکہ (جنگِ عظیم دوئم کا ایک ریٹائرڈ فوجی ہونے کے ناطے) مجھے یوں لگا جیسے خون رگوں میں تیزی سے دوڑنے لگا ہے۔ میدانِ چونڈہ کے ہیرو جنرل عبدالعلی ملک کی فوجی تمغوں سے مزیّن بارعب تصویر اور مختلف فوجی و غیر فوجی حضرات کے تاثرات پڑھ کر دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ان کے بڑے بھائی جنرل اختر حسین ملک (فاتح چھمب جوڑیاں) پر بھی ایک ایسا ہی بھرپور، ولولہ انگیز تفصیلی آرٹیکل اسی طرح شائع کریں۔ تاکہ ہماری نئی نسل کو بھی اپنے ہیروز کی شجاعتوں کا علم رہے۔ مجھے آج بھی وہ منظر یاد ہے جب جنرل اختر ملک اور اُن کی اہلیہ کے جنازے ایک ساتھ راولپنڈی سے فوجی ہیلی کاپٹر پر ربوہ بغرض تدفین لائے گئے تھے۔ اور پاک فوج کے چاق و چوبند دستے نے پورے فوجی اعزاز کے ساتھ وطن کے اس بہادر سپوت کو مادرِ وطن کی مٹی کے سپرد کیا تھا...... بلاشبہ ع

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کیلگری (البرٹا) سے محترم سعید اختر صاحب اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں:-

مکرم مدیر صاحب مجلّہ نحن انصار اللہ (اردو) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خاکسار کو مجلّہ نحن انصار اللہ نمبری ۲-۳ پڑھ کر سخت حیرانگی ہوئی ہے۔ جس میں آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار، مولوی فضل الرحمان کے کردار پر وسیع پیمانے پر روشنی ڈالی ہے اور آنجہانی منظور چنیوٹی کے حسب نسب کا ذکر فرمایا ہے۔ جو کہ اسلام اور احمدیت کی تعلیم کے خلاف ہے۔

پہلے ان لوگوں کے متعلق علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے ع

ملاں کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور........

[نوٹ: مکرم ومحترم سعید اختر صاحب نے جو طویل مکتوب ارسال فرمایا ہے اس میں تاریخِ اسلام و تاریخ احمدیت سے بعض حوالہ جات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار اور خلفاءِ احمدیت کی تحریرات کے اقتباسات بھی شامل فرمائے ہیں۔ تمام خط کا نفسِ مضمون کم وبیش وہی ہے جو شروع کی سطور میں آ گیا ہے۔ لہٰذا طوالت سے بچنے کیلئے مکمل خط کی بجائے صرف شروع کی سطور شاملِ اشاعت کی جارہی ہیں۔(مدیر)]

عرضداشت از مدیر

بحیثیت مدیر مجلّہ ھذا، یہ عاصی و نابکار آپ کا ازحد ممنون ہے کہ آپ نے کینیڈا جیسے مصروف ملک میں وقت نکال کر اپنے رشحاتِ قلم سے نوازنا ضروری سمجھا اور مجلّے میں چھپنے والی کچھ تحریرات پر ناقدانہ نگاہ ڈالتے ہوئے اپنے اختلافی نقطۂ نظر کا برملا اظہار فرمایا۔ بالخصوص مولوی فضل الرحمان، مولوی منظور چنیوٹی اور ان جیسے دیگر احراری مکذّبین و مکفّرینِ احمدیت کی فتنہ پردازیوں سے چشم پوشی برتنے کی اہم تاکید فرمائی ہے۔

محترمی! آپکا ارشاد نہ صرف بجا بلکہ سولہ آنے درست ہے۔ لیکن مومن کا یہ بھی تو فرض ہے کہ وہ تصویر کے دونوں پہلوؤں پر نگاہ رکھے۔ تصویر کے دونوں پہلو اِس چٹکلے سے بھی سمجھے جا سکتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بے نمازی نوجوان سے کسی بزرگ نے کہا کہ برخودار! تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ نوجوان کہنے لگا کہ قرآن میں حکم ہے کہ ''مت قریب جاؤ نماز کے......!'' (النساء:) بزرگ کہنے لگے اس آیت کے آگے پیچھے کے احکامات بھی تو پڑھو کہ وہاں کیا لکھا ہے۔ نوجوان کہنے لگا قرآن میں تو بے شمار احکامات ہیں کچھ پر ہمارے باپ دادوں نے عمل کیا اور کچھ پر ہم کر رہے ہیں......!!! یہ تو ایک چٹکلا تھا مگر ایک مومن کو حالات و واقعات کے مطابق احکامات وتعلیمات کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھنی چاہیئے۔ قرآنِ حکیم میں سؤر کا گوشت حرام ہے مگر بعض مخصوص حالات میں اسکے کھانے کی بھی اجازت ہے۔ **لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّين** کی تعلیم قرآن و اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔ مگر بعض حالات میں (بہ موقع جہادِ اصغر) تلوار اٹھانے کا بھی ارشاد ہے۔ حدیثِ نبویؐ ہے کہ ظلم کو ہاتھ یازبان سے روکو۔ اگر یہ نہ کرسکو تو دل میں بُرا سمجھو۔ لیکن دل میں بُرا سمجھنے کو آخری درجہ دیا گیا ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ آنحضورﷺ نے فرمایا ظالم کی مدد کرو۔ صحابہؓ نے حیران ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ فرمایا اسے ظلم سے باز رکھ کر۔ پس جولوگ فتنہ پردازی پر عمل پیرا ہو کر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور افرادِ جماعت پر آئے روز جھوٹ کے طومار باندھتے ہوئے سادہ لوح عوام کو معصوم احمدیوں کے خلاف قتل و غارت گری پر اُکساتے ہوں اور اسکے نتیجہ میں احمدیوں کو شہید بھی کیا جاتا ہو، کیا ایسے لوگوں کے ظلم کو روکنا ہم سب کا فرض نہیں بنتا؟ ایسے میں چشم پوشی یا خاموشی بذاتِ خود ظلم اور مجرمانہ غفلت کے زمرے میں شامل ہو کر مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے روگردانی کا دانستہ یا نادانستہ ذریعہ بن جاتی ہیں۔ پس اندریں حالات ''زبان'' کا کام اگر قلم سے لیا جائے اور ورغلائے گئے عوام الناس کے سامنے اصل حقائق رکھے جائیں تو یہ حالات و ماحول کے عین مطابق ہے۔ آپ نے سر اقبالؔ کے اشعار کا حوالہ رقم فرمایا ہے۔ جبکہ اقبال کا یہ شعر بھی یقیناً آپ کو ازبر ہو گا کہ ؎

نالۂ بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہمنوا میں بھی کوئی گُل ہوں کہ خاموش رہوں

لہٰذا شریر اور مفسد ملّاؤں کی فتنہ پردازیوں کے متعلق اگر کچھ لکھا جاتا ہے تو احمدیوں پر مسلسل ڈھائے جانیوالے ناروا ظلم وستم کے ناطے اسکا علمی وقلمی جواب قرآن حکیم کے حسب ذیل حکم کے عین مطابق ہے کہ:

لایحب اللہ الجھر بالسوءِ من القول الا من ظلم

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بُری بات کے اظہار کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے کہ جس پر ظلم کیا گیا ہو۔ (النساء: 49)

چنانچہ اسی حکم کے تحت جماعتی جرائد و رسائل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق شریر اور مفسد ملّاؤں کے متعلق ایک دُعا عرصے اور باقاعدگی سے شائع ہو رہی ہے جو یقیناً آنمکرم کی نظر سے نہ صرف گزرتی ہوگی بلکہ خلیفۃ المسیح کے ارشاد کی روشنی میں یقیناً آپ اس پر روزانہ عمل پیرا بھی ہوتے ہوں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے اعلانِ مباہلہ کے نتیجہ میں احمدیوں پر ظلم کی انتہا کرنے اور بربریت کی کھلی چھوٹ دینے والا جنرل ضیاء الحق خدا تعالیٰ کی قہری تجلّی کا نمایاں نشان بنا تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا:-

''بایں ہمہ کسی دشمن کی موت پر خوش نہ ہونا چاہئے۔'' چنانچہ آپ نے جنرل ضیاء الحق کی بیگم اور دیگر افرادِ خاندان کے نام تاسف کا دلی تعزیت کا پیغام بھیجا۔ اس میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا:-

''اس میں شک نہیں کہ دنیا بھر کے احمدی اس سانحے پر خوش ہیں۔ اس لئے نہیں کہ کوئی مر گیا ہے بلکہ اس لئے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی تائید اور سچائی کی فتح مبین کا نظارہ کیا ہے۔ یہ نصرت الٰہی کا ایک آسمانی نشان جو ہمیں دیا گیا۔ آنے والے دنوں میں ہماری آئندہ نسلیں اس واقعہ کو فخر کے ساتھ یاد کیا کریں گی کہ خدا (تعالیٰ) کس طرح ان کے آباؤاجداد کی مدد کیلئے آسمان سے زمین پر اتر آیا تھا۔''
(منقول از کتاب: ''اک مردِ خدا''۔ مصنفہ ایڈمسن صفحہ ۳۸۴ مطبوعہ ۱۹۹۶ء لندن)

جہاں تک مولوی منظور چنیوٹی کے حسب نسب کی بات ہے اُس پر تو کوئی اعتراض نہیں کیا گیا تھا بلکہ صرف تعارف کے طور پر ضمناً اس چیز کا ذکر کیا گیا ہے کہ کس طرح اس شخص نے سائیکل سے پیجارو تک کا سفر فقط بلیک میلنگ اور احمدیت دشمنی کی بدولت طے کر لیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مفسدین کی نسبت تو **علماء ھم شرمن تحت ادیم السماء** (مشکوٰۃ کتاب العلم مطبع احمدی صفحہ ۳۸) ''کہ وہ آسمان کے نیچے **''بدترین''** مخلوق ہوں گے'' تفصیل کل کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پر بھی جب بعض مخالفین نے ''سخت کلامی'' کے الزامات عائد کئے تو اس کے جواب میں آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا، وہ یقیناً اس حوالے سے ہم سب کے لئے سند ہونا چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں:-

''ہم نے جو کچھ لکھا ہے یہ صرف شریر علماء کی نسبت لکھا ہے ورنہ غیر احمدیوں میں سے جو علماء شریر نہیں ہم نے ان کی نسبت یہ نہیں لکھا''
(الھدیٰ صفحہ ۶۸ حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں:-

''نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھَتْکِ الْعُلَمَاءِ الصَّالِحِیْنَ وَقَدْحِ الشُّرَفَاءِ الْمُھَذَّبِیْنَ سَوَاءٌ کَانُوْا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَوِ الْمَسِیْحِیِّیْنَ اَوِ الْاٰرِیَۃِ''

(لجۃ النور صفحہ ۶۷ طبع اوّل) ہم نیک علماء کی ہتک اور شرفاء کی توہین سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ خواہ ایسے لوگ مسلمان ہوں یا عیسائی یا آریہ''

پھر فرمایا:-

''صرف وہی لوگ ہمارے مخاطب ہیں خواہ وہ بگفتن مسلمان کہلاتے یا عیسائی ہیں جو حدِّ اعتدال سے بڑھ گئے ہیں اور ہماری ذاتیات پر گالی اور بدگوئی سے حملہ کرتے یا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توہین اور ہتک آمیز باتیں منہ پر لاتے اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے۔''
(اشتہار مشمولہ ایام الصلح صفحہ ۲ اُردو ٹائیٹل وتبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۷۷)

اسی طرح شریر و مفسد مولویوں کی شرانگیزیوں کا قدرے سخت الفاظ میں جواب دینا (جسے الزامی جواب کہا جاتا ہے) بعض اوقات حکمت و مصلحت کے تقاضوں کے تحت ضروری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس صورتِ حال کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''مخالفوں کے مقابل پر تحریری مباحثات میں کسی قدر میرے الفاظ میں سختی استعمال میں آئی تھی لیکن وہ ابتدائی طور پر سختی نہیں ہے۔ بلکہ وہ تمام تحریریں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے۔ جن کے مقابل پر کسی قدر سختی مصلحت تھی۔ اس کا ثبوت اس مقابلہ سے ہوتا ہے جو میں نے اپنی کتابوں اور مخالفوں کی کتابوں کے سخت الفاظ اکٹھے کر کے کتاب مسل مقدمہ مطبوعہ کے ساتھ شامل کئے ہیں جن کا نام میں نے ''کتاب البریّہ'' رکھا ہے اور بایں ہمہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ **میرے سخت الفاظ جوابی طور پر ہیں۔ ابتداء سختی کی مخالفوں کی طرف سے ہے** اور میں مخالفوں کے سخت الفاظ پر بھی صبر کر سکتا تھا۔ لیکن دو مصلحت کے سبب سے میں نے جواب دینا مناسب سمجھا تھا۔ اوّل یہ کہ تا کہ مخالف لوگ اپنے سخت الفاظ کا سختی میں جواب پا کر اپنی روش بدلا لیں۔ اور آئندہ تہذیب سے گفتگو کریں۔ دوم یہ کہ مخالفوں کی نہایت ہتک آمیز اور غصہ دلانے والی تحریروں سے عام مسلمان جوش میں نہ آئیں اور سخت الفاظ کا جواب بھی کسی قدر سخت پا کر اپنی پُر جوش طبیعتوں کو اس طرح سمجھا لیں کہ اس طرف سے سخت الفاظ استعمال ہوئے تو ہماری طرف سے بھی کسی قدر سختی کے ساتھ ان کو جواب مل گیا۔ اور اس طرح وہ وحشیانہ انتقاموں سے دست کش رہیں......... یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر سخت الفاظ کے مقابل پر دوسری قوم کی طرف سے کچھ سخت الفاظ استعمال نہ ہوں تو ممکن ہے اس قوم کے جاہلوں کا غیظ وغضب کوئی اور راہ اختیار کر لے۔ مظلوموں کے بخارات نکلنے کے لئے یہ ایک حکمتِ عملی ہے کہ وہ بھی مباحثات میں سخت حملوں کا سخت جواب دیں۔''
(کتاب البریّہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۱،۱۲)

حاکمِ عدل (امام آخرالزمان علیہ السلام) کا مندرجہ بالا موقف، اسلام سے ماقبل کی انتہائی سختی و انتہائی نرمی کی تعلیمات کے برعکس اسلام کی متوازن تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

راقم کسی قدر مفصل عرضداشت گوش گزار کرنے پر دلی معذرت خواہ ہے۔ تاہم امید رکھتا ہے کہ ہمارے معزز مکتوب نگار کی ''حیرانی'' یقیناً دور ہو جائیگی کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے مندرجہ بالا الفاظ کی روشنی میں مکذّبین و مکفّرین کو جوابات دیتے وقت بعض اوقات قدرے سخت اسلوب و اندازِ تحریر اپنانا اور انہیں ان کے منافقانہ و عیارانہ رُخِ کردار کا آئینہ دکھانا حکمت کے تقاضوں کے تحت لازم وملزوم ہو جاتا ہے۔ آخر میں غالب کے الفاظ میں فقط یہی عرض ہے کہ

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

ایک اعتراض نامہ....... ایک جواب نامہ

جماعت احمدیہ کینیڈا کے سالانہ جلسوں کے انعقاد کی خبریں یا جلسہ کے انعقاد کے اشتہارات کی مقامی میڈیا میں اشاعت، بعض مخصوص غیر از جماعت حلقوں کی طبع نازک پر بے حد گراں گزرتی ہے۔ چنانچہ حُبِّ علیؓ میں بُغضِ معاویہؓ کا اظہار بھی قدمے، درمے، سخنے خوب کھل کر سامنے آتا ہے۔ اس مخصوص حلقۂ فکر میں یارانِ صحافت سے لیکر فنکارانِ سیاست تک ہر قسم کے صاحبانِ فکروفن شامل ہیں۔ عجب رنگِ تماشا ہے کہ اُردو اخبارات میں ناچ گانوں اور فلمی مناظر کی اخلاق باختہ تصویروں وغیرہ پر تو ایسے صاحبانِ بصیرت کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ البتہ جماعت احمدیہ کے سٹیج سے ہونے والی خدا اور رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی باتیں ناگوارِ خاطر ضرور لگنے لگتی ہیں۔ ذیل میں ایک پاکستانی سیاسی جماعت کے مقامی سیاسی عہدیدار اور ''کمیونٹی لیڈر'' (جنکی عہدہ داری خود انہی کی پارٹی کے بعض دیگر سرکردہ افراد کے نزدیک متنازعہ فیہ اور محلِ نظر رہی ہے اور اخبارات میں چھپتی رہی ہے) کی طرف سے جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ میں دعوتِ شمولیت پر اپنے ذاتی چارورقی اخبار میں ''اعتراض نامہ'' کا جواب نامہ کچھ تلخیص کیساتھ قارئین کے مطالعہ کیلئے پیش کیا جا رہا ہے۔

(مکتوب نگار)

جنابِ آصف شجاع صاحب۔ مدیر ماہنامہ آزاد۔ ٹورانٹو السلام علیکم

آپکا ماہواری پرچہ گزشتہ روز ایک گروسری اسٹور سے اٹھا کر گھر لایا۔ جس کا صفحہ نمبر ۳ اِس وقت راقم کے سامنے ہے۔ اسمیں آپ نے ''ایک اہم نکتہ'' کے عنوان سے متعدد استفہامیہ نکات اٹھائے ہیں۔ جن میں ایک بنیادی نکتہ، جماعت احمدیہ کینیڈا کے امیر مولانا نسیم مہدی صاحب کو براہِ راست مخاطب کرتے ہوئے یہ دریافت کیا جانیوالا سوال بھی ہے کہ ''جماعت احمدیہ کے نزدیک مسلمان کون ہے۔؟''

جماعت احمدیہ کینیڈا کے امیر مولانا نسیم مہدی آجکل ویسٹرن کینیڈا کی جملہ احمدی جماعتوں کے دورے پر ہیں۔ ویسے بھی جب کسی جماعت، ادارے یا کمیونٹی پر کوئی اعتراض یا الزام دھرانے کے بعد اسکی باقاعدہ اشاعت بھی کی جائے تو پھر اعتراضات و الزامات کا جواب، زیرِ الزام جماعت یا کمیونٹی سے وابستہ کوئی بھی فرد دینے کا استحقاق محفوظ رکھتا ہے۔

چنانچہ جماعت احمدیہ کا ایک ادنیٰ فرد ہونے کے ناطے آپکے متذکرہ ''ایک اہم نکتہ'' نامی آرٹیکل کا جواب اپنے حقیر علم اور ذوق کے مطابق مراسلۂ ھذا کے ذریعے پیشِ خدمت ہے۔

مسلمان کی تعریف ....اور .... جماعت احمدیہ

آپکے اِس سوال کے جواب میں کہ ''جماعت احمدیہ کے نزدیک مسلمان کون ہے؟'' گذارش ہے کہ مسلمان کی تعریف وہی ہے جو آج سے چودہ سو سال قبل ہادیِ کونین، فخر الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونیوالی آخری شریعت اور منبعِ رشد وہدایت قرآنِ پاک میں موجود ہونے کے علاوہ خود رحمت العالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے فرمودات (احادیثِ مبارکہ) میں ارشاد فرما گئے۔ چودہ سو سال سے موجود اس ''تعریف'' سے ہٹ کر اسمیں ردّوبدل کردینے کا کوئی فرد، عدالت یا پارلیمنٹ ہرگز مجاز نہیں۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (سورة النساء: 95)

''جو تمہیں مسلمانوں کی طرح ''السلام علیکم'' کہے اسے یہ کہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں کہ تو مسلمان نہیں۔''

اسی طرح سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط عرب کے جنگلی آتے ہیں اور کلمہ پڑھ کر کہتے ہیں ہم بھی ایمان لے آئے۔

قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

(اے محمدؐ!) تو کہدے کہ تم ایمان نہیں لائے۔ ہاں میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم یہ کہو کہ ''ہم مسلمان ہو گئے ہیں''۔ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔'' یہ آیتِ قرآنی خوب کھول کر بیان کر رہی ہے کہ عالم الغیب اور دلوں کے بھید جاننے والا خدا خود گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ بے شک کلمہ پڑھ رہے ہیں اور اپنے ایمان کا اظہار کر رہے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے۔ اس صورتِ حال کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ترین نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو بھی یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ انہیں اسلام سے خارج سمجھے بلکہ فرمایا قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا یعنی وہ خود کو مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں۔ قرآنِ پاک کے علاوہ احادیثِ مبارکہ میں بھی مسلمان کی تعریف کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی فہرست تیار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تو یہ ہدایت بھی فرمائی۔ اکتبوا لی من یلفظ بالاسلام من الناس (بخاری باب کتابۃ الامام الناس) یعنی لوگوں میں سے جو شخص اپنی زبان سے مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہے اسکا نام میرے لئے تیار ہونیوالی فہرست میں لکھ لو۔ حضرت امام سیوطی علیہ الرحمتہ کی کتاب الخصائص الکبریٰ جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۷۔۷۸ ناشر مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور باب معجزته فیمن مات ولم تقبله الارض میں درج یہ واقعہ بھی قابلِ غور ہے کہ:-

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جنگ میں ایک مسلمان ایک مشرک پر غالب آ گیا۔ جب مسلمان نے اسے تلوار سے قتل کرنا چاہا تو اس نے فوراً کلمہ پڑھ دیا لیکن وہ مسلمان پھر بھی باز نہ آیا اور اسے قتل کر دیا۔ بعد ازاں اس مسلمان قاتل کے دل میں خلش پیدا ہوئی تو اس نے ساری بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دی۔ جس پر آپ نے فرمایا کیا تُو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا۔ جب وہ قاتل مسلمان فوت ہوگیا تو اسکی تدفین کے بعد اگلے دن دیکھا گیا کہ اس کی لاش قبر سے باہر پڑی ہے۔ اس کے ورثاء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا اسے دوبارہ دفن کر دو پھر دوبارہ دفن کیا گیا تو اگلے دن پھر یہی ماجرا ہوا۔ اسے تیسری بار دفن کیا گیا تو پھر زمین نے اس کی لاش باہر پھینک دی۔ تب حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمین نے کلمہ پڑھنے والے کو قتل کرنے والے کی لاش قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے اس لئے اسے کسی غار میں پھینک دو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

''زمین اس سے بھی بُرے اشخاص کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو تمہارے لئے عبرت کا نشان بنانے کیلئے ایسا کیا ہے تا تم میں سے کوئی شخص آئیدہ کسی کلمہ پڑھنے والے کو یا اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے شخص کو قتل نہ کرے۔''

اسی طرح بخاری کی حدیث ہے کہ:-

''حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور اسمیں ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔ جسکی حفاظت کی ذمہ داری اللہ اور اسکے رسولؐ نے لے لی ہے۔ پس اللہ کی ذمہ داری کی بیحرمتی نہ کرو۔'' (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

پس کسی شخص کے مسلمان ہونے کا فیصلہ صرف انہی دو (قرآن + حدیث) کی سند پر ہوگا۔ اور یہی جماعت احمدیہ کا اصولی اور واضح مؤقف و مسلک ہے۔ مندرجہ بالا دو احادیث پر غور کیا جائے تو بھٹو اور جنرل ضیاء الحق کے خوفناک انجام پر رونگٹے

کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بھٹو جس نے کلمہ گو احمدیوں پر سرکاری طور پر ''ناٹ مسلم'' کی تُہمت لگائی تھی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اسکی لاش کو دفن کرنے سے قبل قبر میں چونا بچھا دیا گیا تھا تا کہ ہڈیاں تک فی الفور گل سڑ جائیں۔ جبکہ جنرل ضیاء جس نے احمدی مساجد سے کلمہ طیبہ مٹانے کا حکم جاری کیا، کی لاش مکمل طور پر جل گئی تھی۔ قبر میں صرف نا قابلِ شناخت راکھ دفنا دی گئی گویا دونوں کی لاشوں کو زمین نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ع یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے!

مشہور عالم دین کا کلمہ پڑھ کر دوبارہ مسلمان ہونا......!

آصف شجاع صاحب! آپنے اپنا مسلک اہلِ حدیث لکھا ہے چنانچہ آپ ہی کے ہم مسلک اہلِ حدیث کے ایک مشہور عالم مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا ایک دلچسپ واقعہ یقیناً آپکی بھی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ جس سے ''مسلمان کی تعریف'' بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ جماعت اسلامی کا آرگن ایشیا (لاہور) رقمطراز ہے:-

''---- تکفیر کے سلسلہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا ایک واقعہ بیان کر دینا عبرت اور دلچسپی کا موجب ہوگا۔ دہلی میں پنڈت رامچند ر سے مناظرہ تھا مناظرہ شروع ہوا تو اس نے مولانا سے کہا:-

''مولانا! آپ مجھ سے مناظرہ کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں؟ آپ تو خود کافر ہیں، پھر اسلام کی نمائندگی کیونکر کر سکتے ہیں؟ یہ کہہ کر پنڈت رامچند ر نے فتاویٰ کا وہ پلندہ مولانا کو دکھایا۔ مولانا بالکل پریشان نہ ہوئے۔ انہوں نے انتہائی بے ساختہ پن سے کہا آپ کا اعتراض دُرست ہے۔ مگر لیجئے میں اسی وقت مسلمان ہوتا ہوں:

''لَا اِلٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ''

اب آیئے مجھ سے مناظرہ کر لیجئے۔ میں اسلام کا نمائندہ ہوں۔ اور پنڈت جی لاجواب ہو گئے---- مگر آجکل کے ''سیاسی مکفّرین'' کا معاملہ دوسرا ہے۔''

(ایشیاء ۔۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ نمبر ۳)

احمدیہ مسلک، حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے الفاظ میں

جہاں تک ختمِ نبوت کا تعلق ہے جماعت احمدیہ اور حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بعینہٖ انہی معنوں میں مانتے ہیں جن پر مشہور بزرگانِ سلف کا مسلک رہا ہے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اپنے مسلک کو واضح کرتے ہوئے اپنی ایک کتاب ''ازالۂ اوہام'' میں تحریر فرماتے ہیں:-

''ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُبِ لباب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اِس دُنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جسکے ساتھ ہم بفضل و توفیقِ باری تعالیٰ اِس عالَم گزران سے کُوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیّدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ''خاتم النبیین و خیرالمرسلین'' ہیں جنکے ہاتھ سے اکملِ دین ہو چکا اور وہ نعمت مرتبہ اتمام پہنچ چکی جسکے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔''

جناب آصف شجاع صاحب! یہاں ضمناً میں بھی آپ سے ایک سوال پوچھنے کا خواستگار ہوں۔ یہ جو آپنے بذریعہ اخبار، امیر جماعت احمدیہ کینیڈا سے استفسار کیا ہے کہ ''جماعت احمدیہ کے نزدیک مسلمان کون ہے؟'' یہ سوال آپ نے اپنے ماموں جان مکرم محمد ابراہیم جمونی صاحب مرحوم و مغفور (سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ) سے کیوں نہ دریافت فرمایا جو سکول سے ریٹائرمنٹ کے بعد امریکہ میں جماعت احمدیہ کے مبلغ کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد کینیڈا میں بذریعہ اخبار اس سوال کی یکا یک تشہیر کا آخر کیا مقصد ہے......؟! معاف کیجئے گا آنجناب کا یہ سوال بلکہ آپکا پورا آرٹیکل اِس تلخ حقیقت کی صاف چُغلی کھاتا نظر آتا ہے کہ جس طرح پاکستان میں بعض ابن الوقت قسم کے سیاستدان، احمدی غیر احمدی مسئلے کو پبلک یا میڈیا میں اُچھال کر وقتی واہ واہ کے حصول کی خاطر اپنی سیاسی دکانداریاں چمکانے کا مکروہ دھندہ کرتے رہتے ہیں، بعینہٖ آپ نے بھی اسی قسم کی ''بَلّے بَلّے'' سننے کی خاطر اپنے اخبار میں احمدی/غیر احمدی سوال کو ہوا دینے کا تاثر قائم کر دیا ہے۔ میرا اگلا سوال آپ سے یہ ہے کہ کیا آپ کو اپنے ماموں محترم ابراہیم جمونی صاحب (جو ایک نہایت شریف الطبع نافع الناس، درویش صفت اور واقفِ زندگی احمدی تھے) کے کردار میں کوئی ''غیر مسلموں'' والی چیز دکھائی دی تھی.....؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اِس قسم کے اعتراضات کو عوام الناس میں اچھالنا چہ معنی.....؟

بہرکیف آنمکرم کی تسلی و تشفی کیلئے جماعت احمدیہ کی طرف سے ''مسلمان کی تعریف'' کے متعلق شائع شدہ لٹریچر کی کچھ فوٹو اسٹیٹ نقول اِس مراسلہ سے منسلک ہیں۔ اس کے علاوہ ایک طبع شدہ کھلا خط بھی منسلک ہے جو راقم الحروف نے چند سال قبل ماہنامہ بصیرت ٹورانٹو کے مدیرِ اعلیٰ مولانا آصف قاسمی صاحب کو بھجوایا تھا کہ وہ ''ختمِ نبوت'' کے حوالہ سے راقم کے سوالات کا قرآن و حدیث کی روشنی میں علمی جواب اپنے پرچہ میں بصورت اشاعت عنایت فرمائیں۔ مگر مولانا نے ان سوالات کا علمی جواب دینے کی بجائے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق ''مرزا سلمان رشدی'' جیسے القابات لکھنے شروع کر دیئے۔ گویا ایک مفسّرِ قرآن اور عالمِ دین کی طرف سے یہ میرے سوالات کا قرآن و حدیث کی روشنی میں ''عالمانہ جواب'' تھا۔ جس پر مجھے آتش کا یہ شعر رہ رہ کر یاد آنے لگتا ہے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ☆ جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

جلسہ سالانہ میں دعوتِ شمولیت پر اعتراض!

آپنے اپنے مضمون میں مولانا نسیم مہدی صاحب کی ایتھنک پریس کانفرنس کو بھی اِس بنا پر تنقید کا نشانہ بنایا ہے کہ جماعت احمدیہ کینیڈا کے سالانہ جلسے میں دیگر مسلمانوں کو کیوں دعوتِ عام دی گئی؟ آپکے اِس اعتراض پر کچھ کہنے سے پیشتر میں آپ سے ایک بات پوچھنے کا متمنی ہوں۔

راقم کے سننے میں یہ بات آئی ہے کہ آپ پاکستان میں جماعت احمدیہ کے تعلیمی ادارے ٹی آئی کالج (تعلیم الاسلام کالج) ربوہ میں اپنے آبائی شہر سیالکوٹ سے آ کر زیرِ تعلیم رہے اور گریجویشن آپ نے ربوہ میں رہ کر اسی کالج سے مکمل کی۔ اور یہ اُس دور کی بات ہے جب متذکرہ کالج ابھی سرکاری تحویل میں نہیں لیا گیا تھا بلکہ جماعت احمدیہ کے زیرِ انتظام تھا۔ برسبیلِ تذکرہ یہ بھی بتاتا چلوں کہ راقم الحروف کا مولد اور آبائی ضلع بھی سیالکوٹ ہے۔ آپکا ''ہم ضلع'' ہونے کے علاوہ اس خاکسار کو بھی ٹی آئی کالج ربوہ کا سابق سٹوڈنٹ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ آپ ٹی آئی کالج کی کشتی رانی (Rowing) ٹیم میں بھی تھے جسکے ایک لمبا عرصہ انچارج راقم کے بڑے بھائی پروفیسر محمد اسلم صابر بھی رہے ہیں۔ بات کچھ طویل ہو گئی۔ اِس پسِ منظر میں خاکسار آپ سے یہ پوچھنے کا متمنی ہے کہ آپ خود تو احمدیوں کے قائم کردہ تعلیمی ادارے اور ان کے مرکز ربوہ میں مقیم رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے (جبکہ سیالکوٹ شہر میں بھی متعدد کالج موجود تھے) مگر تعجب ہے کہ جماعت احمدیہ کینیڈا کے امیر کی طرف سے جلسہ سالانہ میں شرکت کی دعوتِ عام پر آپ کو شدید اعتراض ہے..........؟!

بالفرض ٹی آئی کالج کے سابقہ سٹوڈنٹ ہونے والی بات اگر دُرست نہ بھی ہو تو پھر بھی آپکا معترض ہونا اِس بنا پر محلِ نظر ٹھہرتا ہے کہ:

اوّل: مولانا نسیم مہدی صاحب نے عام مسلمانوں سمیت سب کو شرکت کی دعوت عام اس لئے دی تا کہ (واضح رہے کہ جماعت احمدیہ اور حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے خلاف عوام الناس میں مخالف علماء کی طرف سے ایسی ایسی بے پر کی اڑائی جاتی ہیں کہ الحفیظ الامان) ان سرتا سر غلط باتوں اور افتراء سازیوں کا لوگ بچشمِ خود جائزہ لے سکیں کہ ان میں کس حد تک صداقت ہے۔ ویسے بھی حدیث نبویؐ ہے کہ "لیس الخبر کالمعائینة" یعنی محض سنی سنائی بات خود دیکھ لینے سے بڑھ کر نہیں ہوتی۔ پھر اس جلسہ میں تو فخرِ کائنات، رحمت العالمین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اور ستاروں کی طرح روشن آپکے صحابہ کرامؓ کے حسین تذکرے ہوتے ہیں۔ کیا کسی کلمہ گو مسلمان کیلئے ان

کا سُننا گناہ ہے؟ یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ جب برصغیر میں ۱۹۲۷ء میں دلآزار کتاب ''رنگیلا رسول'' شائع ہوئی تو اگلے سال جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی طرف سے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں کے انعقاد کی تحریک چلائی گئی۔ جسکے بعد یہ سلسلہ چل نکلا اور برِصغیر میں سیرت النبیؐ یا سیرت کانفرنسیں باقاعدہ ہونے لگیں۔ اس ضمن میں اپنا ایک مکتوب بھی ارسالِ خدمت ہے جو میں نے ہفت روزہ وطن کے مدیر کو بھیجا مگر وطن نے اسے شائع نہیں کیا تھا۔

ہمارے پاکستانی ہموطن کلمہ گو مسلمان بھائی اپنا اسلامی دیس چھوڑ کر کینیڈا جیسے عیسائی ملک میں آ آکر آباد ہو رہے ہیں۔ پھر یہاں ہونے والے میلے ٹھیلوں میں جن میں نا محرم عورتوں کے ڈانس اور دیگر خرافات ہوتی ہیں دیکھنے کیلئے نہایت ذوق وشوق سے شامل ہوتے ہیں۔ مگر عجیب بات ہے کہ کسی پاکستانی دانشور ''کمیونٹی لیڈر'' کا قلم ان خرافات میں شمولیت کے خلاف تو نہیں اٹھتا---ہاں، مگر جماعت احمدیہ کے خالصتاً دینی جلسہ میں شرکت کی دعوت پر نوک قلم، ''تیر کمان'' کا روپ ضرور دھار لیتی ہے--- !! اس حیران کُن روش پر تو محسن بھوپالی کا یہ شعر صادق آتا دکھائی دیتا ہے ؎

نیرنگیٔ عروجِ کم نظراں سانحہ نہیں ☆ یہ سانحہ ہے ''اہلِ نظر'' دیکھتے رہے

دوئم: مولانا نسیم مہدی صاحب نے اپنے سالانہ جلسے میں صرف مسلم برادری کو ہی نہیں بلکہ ہر مذہب اور مکتبۂ فکر کو دعوتِ شمولیت دی تھی۔ جماعت احمدیہ ایک خالصۃً مذہبی جماعت ہے جس کا مقصد اسلام کی نشاۃِ ثانیہ ہے۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ پورے عالمِ اسلام میں یہ واحد مذہبی جماعت ہے جس کا چوبیں گھنٹے چلنے والا سیٹلائیٹ ٹی وی چینل ہے جس پر بغیر کمرشل کے ہر وقت دینی و تربیتی پروگرام چلتے ہیں اور یہ دنیا کے ہر کونے میں دیکھا جا رہا ہے۔ امسال کینیڈا کی احمدیہ مسلم جماعت کے سالانہ جلسہ کی کاروائی براہِ راست اس چینل پر دکھائی جاتی رہی جسے پورے کرۂ ارض پر کروڑہا ناظرین نے دیکھا۔ اس چینل کے پروگرام دیکھ کر پوری دنیا کی سعید روحیں جوق در جوق اسلام میں داخل ہو کر تاج المرسلین حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر دن میں پانچ مرتبہ درود بھیجتی ہیں۔ پس ''اہلِ نظر'' کی مخالفانہ روش کے باوجود بحیثیت ایک احمدی کلمہ گو، میرا ایمان اس یقینِ محکم کیساتھ پختہ تر ہے کہ ؎

حالاتِ گلستاں سے مایوس نہ ہو اے دل ☆ آتا ہے گلستاں میں اِک دَورِ خزاں پہلے

نکتے کی بات! اب نکتے کی بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نجران کے ایک عیسائی وفد کو مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کے اندر اُن کی عبادت کے وقت یہ فرماتے ہوئے عبادت کرنے کی دعوت دی کہ ہم بھی اُسی خدا کی عبادت کرتے ہیں جس کی آپ کرتے ہیں۔

آصف شجاع صاحب! آپ ذرا اپنے اعتراض پر غور فرمایئے کہ اسکی زد کائنات کی کس اعلیٰ واکمل اور مقدّس ترین ہستی پر پڑ رہی ہے؟ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہادیٔ کونین صلی اللہ علیہ و الہٖ وسلم کا نجران کے عیسائی وفد کو مسجد نبوی کے اندر اپنی عبادت بجا لانے والی دعوت جیسا فعل بھی (نعوذ باللہ) نا درست تھا........!؟ آپکے اعتراض کا ایک دوسرا مگر لطیف پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے تو بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کر کے مسجد نبوی کے اندر اپنی عبادت کر لی۔ کیا آپ یا کسی بھی دیگر پاکستانی یا غیر پاکستانی کلمہ گو کا ایمان، نجران کے اُس عیسائی وفد کے افراد سے بھی گیا گزرا ہے........؟! بحیثیت ''کمیونٹی لیڈر'' آپکو تو خوش ہونا چاہیئے کہ توحید باری تعالیٰ کے قیام، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اسلام کے امن وسلامتی کے پیغام کو عام کرنے کا جو فریضہ مسلمانوں کی مذہبی جماعتوں کو ادا کرنا چاہیئے تھا وہ ایک ایسی جماعت کے ہاتھوں سر انجام پا رہا ہے جو اپنوں اور غیروں کے کفر کے فتوؤں کے پشتاروں، ردکوں اور مخالفتوں کا بھاری بھرکم بوجھ بھی اٹھائے پھرتی ہے۔ چنانچہ جلسہ کی رپورٹنگ CTV، سٹی ٹی وی۔ راجرز کیبل کے علاوہ بیشمار مقامی اخبارات میں ہوئی اور ان گنت افراد نے سٹیج پر لگے قدآدم سے بھی بڑے کلمہ طیبہ کے جلی حروف سے اپنی آنکھیں روشن کیں۔ میرے بھائی! مولانا نسیم مہدی صاحب نے ناچ گانے دکھانے والے کسی میلے ٹھیلے، ڈانس کلب یا ناؤنوش پارٹی میں شرکت کی دعوت تو نہیں دی تھی۔ نیکی، خدا اور رسول ﷺ کی باتیں سننے کیلئے ہی تو بلایا تھا۔ یہاں ایک احمدی شاعر کا یہ شعر دھرانے کو جی چاہتا ہے کہ ؎

ہمارے دل کی خواہش ہے کہ ہو جگ سارا مسلماں ☆ مگر یہ چھینتے پھرتے ہیں ہم سے بھی مسلمانی

مگر کیا کہیئے مذہب کو اکسپلائٹ کرنیوالی خود غرض سیاست اور اس سیاست کے کندھوں پر سوار ہو کر چھینا جھپٹی کرنے والے اسلام کے ٹھیکیداروں کو کہ فی زمانہ جماعت احمدیہ کے خلاف لکھنا، لوگوں کو مشتعل کرنا ایک فیشن اور نفع مند ''کاروبار'' کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ چنانچہ حقائق و شواہد اِس بات کے گواہ ہیں کہ ممتاز دولتانہ نے 1953ء میں خواجہ ناظم الدین کی حکومت گرانے اور اس پر قبضہ جمانے کیلئے ''ختمِ نبوت'' کے نام پر پنجاب میں آگ بھڑکائی۔ پھر بھٹو نے 1974ء میں ''ہیرو'' بننے کے جنون اور اپنے ڈولتے راج سنگھاسن کو سہارا دینے کیلئے خود ہی ہنگامہ آرائیوں کا اسٹیج تیار کروا کر 90 سالہ مسئلے کے حل کا ڈھونگ رچایا۔ پھر 1984ء میں ضیاء الحق نے بحالیٔ جمہوریت کے عوامی مطالبے سے عوام الناس کی توجہ ہٹانے کیلئے احمدیوں کے اذان دینے، کلمہ پڑھنے اور خود کو مسلمان کہنے لکھنے پر قدغنیں لگائیں۔ بعد ازاں آپکے مسلم لیگی لیڈر نواز شریف نے 1989ء میں ننکانہ صاحب (شیخوپورہ) اور چک سکندر (گجرات) میں احمدیوں کے گھروں کو آگ لگانے اور بیدخل کرنے کے مکروہ کھیلوں کی حوصلہ افزائی کی۔ ربوہ شہر کا نام دو دفعہ تبدیل کر کے بالآخر ''چناب نگر'' رکھا گیا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ان اقدامات اور مذہب کے نام پر سیاسی ڈراموں کا کیا نتیجہ نکلا؟ احمدیوں نے تو اپنا معاملہ خدا کی عدالت میں چھوڑ رکھا ہے۔ خدا کی عدالت کا فیصلہ بصیرت رکھنے والوں سے ہرگز اوجھل نہیں۔ خدا کی تقدیر اور مکافاتِ عمل نے احمدیوں کو قربانی کا بکرا بنا کر اپنی لیڈریاں چمکانے والوں کا کیا انجام کیا اس کے متعلق فقط اتنا ہی کہنا کافی ہے:-فاعتبروا یا اولی الابصار!

ان سطور کیساتھ ہی راقم اجازت چاہتا ہے نیز اگر کسی لفظ یا فقرہ سے آپکے جذبات مجروح ہوئے ہوں تو راقم پیشگی معذرت خواہ ہے۔ جماعت احمدیہ کا پیغام اور ماٹو محبت ہے، کسی سے بھی نفرت یا دلآزاری نہیں۔ بزبان حضرت بانی جماعت احمدیہ ؎

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو، نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

والسلام۔ آپکا مخلص؛ ناصر احمد وینس۔ ٹورنٹو

بلا تبصرہ

ع جنابِ شیخ کا نقشِ قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی!

''حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں''

ٹورنٹو (خبر نگار) پاکستان مسلم لیگ (ن) کینیڈا کے صدر آصف شجاع نے کینیڈا میں قیام پذیر تمام کرسچن کمیونٹی کو کرسمس کی مبارکباد دی ہے اور کہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ مسلمان ان کی تعلیمات کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ ان کی پیدائش کی مناسبت سے عیسائی خوشی مناتے ہیں۔ ہم بھی ان کی خوشیوں میں شریک ہیں۔ انہوں نے ایک بیان میں کہا کہ تمام پاکستانی کرسچن کمیونٹی کینیڈا میں اہم مقام بنا چکی ہے اور خود کو تسلیم کرا چکی ہے۔ ۲۵ دسمبر کا دن خوشی کا دن ہے۔ ہمیں کینیڈا میں تمام عیسائیوں کو ان کے گھر جا کر اس اہم دن کی مبارکباد دینی چاہئے۔ **پاکستانی اپنے تہواروں پر دوسرے مذاہب کے لوگوں کو مدعو کریں اور انہیں اپنے تہواروں کی اہمیت سے آگاہ کریں۔** آصف شجاع نے کہا کہ کرسمس کے بعد نئے سال کی بھی مبارکباد دینی چاہئے۔ پوری کمیونٹی اپنے حلقہ احباب کو نئے سال کے موقع پر مبارکباد کے پیغامات ارسال کرے۔

(ہفت روزہ اُردو ٹائمز، کینیڈا۔ ۱۶ دسمبر، ۲۰۰۴)

رپورٹ نیشنل سالانہ اجتماع (2004ء) مجلس انصار اللہ کینیڈا

سالانہ اجتماع ۱۷ تا ۱۹ ستمبر کو بیت الاسلام مسجد میں منعقد ہوا۔اس اجتماع کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انصاراللہ کی روحانی تربیت اور مشق کروائی جائے۔چنانچہ اسی کے مطابق پروگرام ترتیب دیئے گئے تھے۔اس کے علاوہ جسمانی نشو نما،تعلیمی اور ذہنی آزمائش کے مقابلہ جات بھی اس اجتماع کی رونق بنائے گئے۔یہ اجتماع ۱۷ ستمبر بروز جمعۃ المبارک کو مجلسِ شوریٰ کے پہلے دن کے اجلاس کیساتھ زیرِ صدارت محترم امیر جماعت کینیڈا مولانا نسیم مہدی صاحب ٹھیک آٹھ بجے شب شروع ہوا۔اجلاس کی کاروائی تلاوتِ قرآنِ کریم ،انگریزی اور اردو ترجمہ سے شروع ہوئی اور اسکے بعد محترم امیر صاحب نے انصار کا عہد دہرایا۔

محترم امیر صاحب نے اپنے افتتاحی خطاب میں جماعت اور ذیلی تنظیموں کے نظامِ شوریٰ پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔انھوں نے نمائندگان کو یاد دلایا کہ جماعت کا شوریٰ کا نظام ایک عظیم الشان نظام ہے اور اس کے لئے ہمیں چاہیے کہ پورا سال بلکہ جب بھی کوئی مناسب تجویز ہوتو اسے مرکز بھجوایا جانا چاہیے۔عہدیداروں کو چاہیے کہ اپنے ماتحتوں اور بھائیوں سے بھی تجاویز مانگیں۔اپنے مشوروں کے معیار کو بہتر بنانے کیلئے اپنے تقویٰ کے معیار کو بہتر بنائیں۔محترم امیر صاحب نے مزید فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ صرف مالدار یا بہت پڑھے لکھے لوگ ہی اچھی تجاویز دے سکتے ہیں، بلکہ بسا اوقات بہت کم علم اور غرباء بھی بہت اچھی تجاویز دے دیتے ہیں۔امیر صاحب نے اپنی تقریر کے بعد افتتاحی دعا کروائی ۔ اس طرح مکرم صدر صاحب مجلس کی صدرات میں مجلسِ شوریٰ کا باقاعدہ اجلاس شروع ہوا۔

قائد عمومی حامد لطیف بھٹی صاحب نے شوریٰ تجاویز پڑھ کر سنائیں۔اس کے بعد قائد تعلیم محمد عبدالماجد صدیقی صاحب نے رپورٹ پیش فرمائی۔قائد مال ارشد ملک صاحب نے مجلسِ شوریٰ کو بتایا کہ ۲۰۰۴ء کے بجٹ میں کوئی اضافہ نہیں ہے۔اس کے بعد تجاویز کے مطابق چار سب کمیٹیوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔

سب کمیٹی نمبر ۱: نماز کی ادائیگی اور اخلاقِ حسنہ
سب کمیٹی نمبر ۲: نو مبائعین کا جماعت میں ادغام
سب کمیٹی نمبر ۳: ذہانت وصحتِ جسمانی
سب کمیٹی نمبر ۴: بجٹ ۲۰۰۵ء

اس کے بعد محترم صدر مجلس مکرم ملک کلیم احمد صاحب نے مختصر خطاب فرمایا اور سب کمیٹیوں کے صدران اور سیکرٹریان مقرر فرمائے۔نو بجکر تیس منٹ پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

ہفتہ ۱۸ ستمبر کے دن کا آغاز نمازِ تہجد سے ہوا جسمیں بہت سے انصار بھائی شامل ہوئے۔ناشتہ اور صبح کی سیر کے بعد اجتماع کا پہلا سیشن محترم امیر صاحب کی صدارت میں ٹھیک ۱۰ بجکر ۱۲ منٹ پر شروع ہوا۔مکرم شیخ عبدالہادی صاحب نے تلاوت قرآنِ کریم اور مکرم ناصر وینس صاحب نے نظم ''کس قدر ظاہر ہے نور اس مبداء الانوار کا'' نہایت خوش الحانی سے پڑھی۔ بعد ازاں تلاوت اور نظم کا انگریزی میں ترجمہ پیش کیا گیا۔محترم امیر صاحب نے انصار اللہ کا عہد دہرایا اور ''کونوا مع الصادقین'' کے موضوع پر مختصر خطاب فرمایا۔

اس کے بعد سلسلہ کے دو مربیان کرام نے تقاریر فرمائیں۔محترم مختار احمد چیمہ صاحب نے اسمائے حسنہ پر اور محترم ہادی علی چوہدری صاحب نے آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ پر پُرمغز اور مدلل تقاریر فرمائیں۔یہ اجلاس بارہ بجے اختتام پذیر ہوا اور انصار بھائی دوپہر کے کھانے کیلئے تشریف لے گئے۔کھانے اور نماز کے وقفے کے بعد پہلے دن کا دوسرا سیشن محترم مرزا محمد افضل صاحب مربیِ سلسلہ کی زیرِ صدارت ایک بجکر ۵۱ منٹ پر شروع ہوا۔ اجلاس کی کاروائی کا آغاز تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوا جو کہ مکرم محمد یعقوب خان صاحب نے کی۔تلاوت کے بعد مکرم دلدار احمد صاحب نے درسِ حدیث دیا۔اس کے بعد مکرم مرزا محمد افضل صاحب مربیِ سلسلہ نے ''رسول اکرم ﷺ کے صحابہ'' کے موضوع پر پُر اثر تقریر فرمائی۔ یہ اجلاس تقریباً تین بجے اختتام پذیر ہوا۔

اس کے بعد ورزشی مقابلہ جات شروع کروائے گئے۔ان مقابلہ جات میں والی بال، رسہ کشی،کلائی پکڑنا،دوڑیں،مشاہدہ و معائنہ،بائیسکل دوڑ،میوزیکل چیرز،پیغام رسانی،ریلے ریس وغیرہ شامل تھیں۔ اس کے علاوہ بیت بازی کا ایک دلچسپ مقابلہ بھی کروایا گیا۔ورزشی مقابلہ جات کے ابتدائی مقابلے ۱۸ ستمبر کو جبکہ فائنل اگلے دن یعنی ۱۹ ستمبر کو منعقد ہوئے۔ان سب مقابلہ جات میں انصار بھائیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ان مقابلہ جات میں اول ،دوم اور سوئم آنے والے انصار بھائیوں کے اسماء انگریزی حصہ میں درج کر دیئے گئے ہیں۔

مغرب اور عشاء کی نمازوں کی ادائیگی اور کھانے کے وقفے کے بعد مجلسِ شوریٰ کی سب کمیٹیوں کے اجلاسات شروع ہوئے۔ اس دوران مسجد کے نچلے حصہ میں تعلیمی مقابلہ جات کا پروگرام جاری رہا۔ان مقابلہ جات میں تلاوت ،نظم،اردو اور انگریزی تقریر، فی البدیع تقریر کے مقابلے شامل تھے۔ ان مقابلہ جات میں بھی انصار بھائیوں نے پورے جوش وخروش سے حصہ لیا۔

اجتماع کے آخری دن یعنی اتوار ۱۹ ستمبر کا آغاز بھی نمازِ تہجد سے ہوا۔نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد محترم امیر صاحب نے درس دیا جسمیں انصار کو نصیحت فرمائی کہ انھیں نیکیوں کی تلاش میں لگے رہنا چاہیے۔اور بتایا کہ قطرہ قطرہ دریا بن جاتا ہے۔مثلاً السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کو رواج دینا چاہیے، اس سے آپ دیکھیں گے کہ آپ کی نیکیوں میں لگاتار اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔اس کے بعد معمول کی طرح انصار نے اجتماعی داک میں حصہ لیا اور بعد ازاں ان کی خدمت میں ناشتہ پیش کیا گیا۔

آٹھ بجکر تیس منٹ پر مجلسِ شوریٰ کا آخری اجلاس محترم صدر صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔تلاوت اور ترجمہ کے بعد سب کمیٹیوں کے صدران نے اپنی اپنی رپورٹس پیش فرمائیں۔مکرم مرزا محی الدین صاحب نے سب کمیٹی '' نماز کی ادائیگی اور اخلاقِ حسنہ'' کی رپورٹ پیش فرمائی اور ممبران نے رپورٹ کے بارہ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اس کے بعد مکرم عبدالرحمان صاحب نے سب کمیٹی ''نو مبائعین کا جماعت میں ادغام'' کی رپورٹ پیش فرمائی اور ممبران کو اس پر بحث کرنے کی دعوتِ عام دی گئی۔ بعد ازاں مکرم عبدالعزیز صاحب نے سب کمیٹی '' ذہانت وصحتِ جسمانی'' کی رپورٹ پیش فرمائی اور ممبران نے اس پر سیر حاصل بحث کی۔آخری رپورٹ سب کمیٹی ''بجٹ ۲۰۰۵ء'' پر مشتمل تھی جو کہ مکرم محمود احمد اشرف صاحب نے پیش فرمائی اور ممبران نے اس رپورٹ پر بھی پوری طرح بحث میں حصہ لیا۔

مجلسِ شوریٰ کے اختتام کے ساتھ ہی اجتماع کے تیسرے اجلاس کی کاروائی محترم امیر صاحب کی صدارت میں شروع ہوئی۔تلاوت ،نظم اور ترجمہ کے بعد مکرم مولانا مبارک احمد نذیر صاحب، پرنسپل جامعہ احمدیہ کینیڈا نے ''ذکرِ حبیب'' کے موضوع پر ایک اثر انگیز تقریر فرمائی ۔محترم مختار احمد چیمہ صاحب مربیِ سلسلہ نے حمدِ باری تعالیٰ کے موضوع پر اور محترم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب نے صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے موضوعات پر دلوں کو موہ لینے والے حسین واقعات پر مبنی تقاریر فرمائیں۔ اس اجلاس کے

اختتام پر کھانے اور نمازوں کا وقفہ ہوا۔

اجتماع کا آخری اجلاس ٹھیک دو بجکر دس منٹ پر شروع ہوا۔اس اجلاس کی صدارت محترم نائب امیر صاحب اول ،خلیفہ عبدالعزیز صاحب نے فرمائی۔اجلاس میں دینی معلومات کا ایک دلچسپ مقابلہ ہوا۔اس کے بعد محترم صدر صاحب نے انصار بھائیوں سے مختصر خطاب فرمایا اور اجتماع کے انتظامات میں حصہ لینے والے انصار کا شکریہ ادا کیا۔ان کے خطاب کے دوران محترم امیر صاحب بھی تشریف لے آئے۔محترم صدر صاحب کے خطاب کے بعد محترم امیر صاحب نے اجتماع کے دوران مقابلہ جات میں اول دوم اور سوم آنے والوں میں انعامات تقسیم فرمائے۔

محترم امیر صاحب نے اپنے اختتامی خطاب میں انصار بھائیوں کو صادقین کا گروہ بننے کی تلقین فرمائی۔ اور اس کے لئے فرمایا کہ حضرت رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا چاہیے،کیونکہ اس کے بغیر کوئی بھی صحیح معنوں میں صادق نہیں بن سکتا۔مزید فرمایا کہ انصار کو ذکرِ الٰہی کی عادت ڈالنی چاہیے۔

آخر میں محترم امیر صاحب نے اجتماعی دعا کروائی اور اس طرح یہ اجتماع بخیروخوبی اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: محمد زبیر منگلا)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رپورٹ کارگزاری شعبہ ایثار

شعبہ ایثار میں دو مجالس (مارکھم، پیس ویلج) کی جانب سے موصولہ کارگزاری رپورٹ مندرجہ ذیل ہے:-

☆ 19انصار نے 24 افراد کی تیمارداری کی۔اور ان کی صحت کے لئے دعا کی۔ (مجلس مارکھم کے چار انصار نے 4افراد کی تیمارداری کی)

☆ مجلس پیس ولج کے 15 انصار نے تجہیز وتکفین کے انتظامات میں حصہ لیا۔جبکہ 20 انصار جنازہ کے ساتھ قبرستان تک گئے۔

☆ مجلس پیس ولج اور مارکھم کے انصار نے چندہ اکٹھا کرنے میں مقامی جماعت کے عہدہ داروں کی مدد کی۔

☆ مجلس پیس ولج کے 16 انصار نے پانچ مرتبہ بیت الاسلام میں مختلف مواقع پر ریفریشمنٹ اور کھانے کے انتظامات میں مدد کی۔

☆ دو انصار بھائیوں نے مسلسل 40 گھنٹے کام کرکے مسجد بیت الاسلام ، جامعہ احمدیہ اور مرکزی سٹور کے Heating System کی مرمت کی۔

☆ عید الفطر کے موقع پر سات انصار بھائیوں نے پوری رات کام کرکے عید گاہ کو تیار کیا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

نوٹ: باقی مجالس میں ضرور کام ہوا ہوگا مگر جب تک مرکز کو اس بارہ میں رپورٹ نہ ملے کچھ تحریر نہیں کیا جاسکتا۔اس ضمن میں درخواست ہے کہ تمام مجالس اپنی کارروائی سے مرکز کو ضرور اطلاع دیں۔

والسلام۔خاکسار
میاں محمد سلیم
قائد ایثار مجلس انصار اللہ کینیڈا

شعبہ تعلیم

پہلے تین سہ ماہی امتحانات برائے سال 2004ء میں حسب ذیل مجالس (جنھوں نے زیادہ پرچہ جات بھجوائے)

اول، دوم اور سوئم قرار پائیں۔

	مجلس	تعداد پرچہ جات
اول	ویسٹن ساؤتھ	43
دوم	ویسٹن نارتھ	25
سوئم	مارکھم	13

پہلے تین سہ ماہی امتحانات میں حسب ذیل مجالس کے اراکین اول ، دوم اور سوئم آئے۔جنھوں نے نمبروں کی بنیاد پر پوزیشنز حاصل کیں۔

نام	مجلس	حاصل کردہ نمبر	
مکرم محمد عبدالحی طاہر	ونڈسر	45/50	اول
مکرم محمود احمد بشیر	ویسٹن ساؤتھ	44/50	اول
مکرم محمد اسلم شاکر	ونڈسر	43/50	اول
پیر خورشید احمد	برامپٹن	42/50	اول
مکرم اویس طارق	مارکھم	41/50	اول
مکرم سید طارق احمد	ویسٹن ساؤتھ	40/50	اول
مکرم محمد احمد شاہ	برامپٹن	40/50	اول
مکرم نذیر احمد چوہدری	مارکھم	39/50	دوم
مکرم عتیق احمد	ویسٹن نارتھ	39/50	دوم
مکرم مبارک احمد انصاری	ویسٹن ساؤتھ	38/50	سوم
مکرم محمود احمد چغتائی	ویسٹن ساؤتھ	38/50	سوم
مکرم محمد شریف	برامپٹن	38/50	سوم
مکرم عبدالسمیع ظفر	مارکھم	38/50	سوم
مکرم عبداللطیف	وان	38/50	سوم

والسلام ۔ خاکسار
محمد عبدالماجد صدیقی
نیشنل قائد تعلیم مجلس انصار اللہ
کینیڈا

صدر مجلس کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمتِ اقدس میں بھجوائی جانیوالی

مختصر رپورٹ مجلس انصار اللہ کینیڈا جنوری تا ستمبر ۲۰۰۴ء

جنوری ۲۰۰۴ء:

حضور انور کی ھدایات کی روشنی میں ۲۰۰۴ء کا لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ اور کاپی بغرض دعا حضور انور کی خدمت میں بھجوائی گئی۔ اس ماہ مسجد بیت الاسلام میں ریفریشر کورس منعقد ہوا جس میں G.T.A اور قریب کی مجالس کے جملہ ۱۱۵ اراکین نے شرکت کی۔ انہیں ہر شعبہ کے بارہ میں تفصیلاً لائحہ عمل کے مطابق کام کرنے کی درخواست کی گئی۔ اس ماہ نیشنل مجلس عاملہ اور زعماء کی اکٹھی میٹنگ ہوئی۔

فروری ۲۰۰۴ء:

مجلس عاملہ کی میٹنگ میں ہر قائد کے ساتھ تفصیلاً اس کے کام کے بارہ میں تبادلہ خیال ہوا اور اس ماہ ہونے والے المصلح موعودؓ ٹورنامنٹ کی تیاری کے بارہ میں تفصیلات طے ہوئیں۔

المصلح موعودؓ ٹورنامنٹ ۲۱-۲۲ فروری کو منعقد ہوا اس میں G.T.A کی تمام مجالس نے شرکت کی پہلے دن حاضری ۳۵۰ اور دوسرے دن ۴۱۰ رہی والی بال۔ بیڈمنٹن۔ باسکٹ بال۔ کلائی پکڑنا اور رنگ کے مقابلہ جات ہوئے۔ الحمدللہ یہ پروگرام محض اللہ کے فضل سے بہت ہی کامیاب رہا۔

مارچ ۲۰۰۴ء:

پورے ملک کی مجالس اور ان کے زعماء سے رابطہ کیا۔ آنے والی رپورٹس کے مطابق انہیں مشورہ جات دیئے۔ اگلے ماہ ہونے والی تربیتی کلاس کی تفصیلات مجلس عاملہ کے اجلاس میں طے ہوئیں۔ حضور انور کی ھدایت کے مطابق قائد تربیت نو مبائعین کے ساتھ پچھلے ۳ سال میں شامل ہونے والے احمدی احباب کیساتھ رابطہ کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔

اپریل ۲۰۰۴ء:

اس ماہ .G.T.A کی جملہ مجالس کی مسجد بیت الاسلام میں تربیتی کلاس منعقد ہوئی اور یہی کلاس باقی ملک میں ہر مجلس میں منعقد ہوئی۔ اس کلاس میں تربیتی پہلوؤں پر مکرم مولانا مختار احمد چیمہ صاحب اور مکرم چوہدری ہادی علی صاحب نے حاضرین سے خطاب کیا۔ ان کے خطاب کو پہلے سے ہی کتابی شکل میں چھپوایا گیا تھا جو حاضرین میں تقسیم کیا گیا اور باقی ملک میں بھی بھجوایا گیا۔

اس ماہ مجلس عاملہ اور زعماء کی اکھٹی میٹنگ ہوئی جس میں تربیتی کلاس کو کامیاب کرنے اور آئندہ ماہ ہونے والے سپورٹس ڈے کو کامیاب کرنے کے پروگرام مرتب ہوئے۔ اس ماہ بنگالی بھائیوں اور پھر بنگالی میڈیا کو دفتر بیت الانصار میں مدعو کیا گیا جماعتی تعارف کے ساتھ انہیں رات کا کھانا پیش کیا گیا اور اگلے ماہ ہونے والی میٹنگ میں مدعو کیا گیا۔

مئی ۲۰۰۴ء:

اس ماہ مجلس عاملہ کی میٹنگ منعقد ہوئی سپورٹس ڈے کے کاموں کی تفصیلات متعین ہوئیں اور قائدین کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ اس ماہ میں خاکسار نے بعض زعماء سے علیحدہ علیحدہ ملاقات کر کے انہیں اپنی مجالس میں تربیتی اور تبلیغی کاموں کی طرف توجہ دلائی۔

۲۹ مئی کو ایک پارک میں سپورٹس ڈے منعقد ہوا جس میں تقریباً ۴۵۰ دوست شامل ہوئے اللہ تعالیٰ نے اچھا موسم عطا کیا اور اپنے فضل سے سارے دن کا پروگرام اچھے رنگ میں مکمل کرنے کی توفیق عطا کی۔ الحمدللہ۔

اس ماہ مجلس انصاراللہ کا بہترین کام بنگالی بھائیوں کے ساتھ مل کر غیر احمدی بنگالیوں کو ایسے ہال میں مدعو کیا جو ان کے علاقے میں تھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقریباً ۳۰ مرد اور ۳۵ عورتیں (غیر احمدی بنگالی) شامل ہوئیں۔ حاضرین سے مکرم ملک لعل خان صاحب۔ مکرم مولانا مبارک نذیر صاحب اور مکرم مرزا محمد افضل صاحب نے خطاب کیا۔

ہم نے پچھلے سال تقریباً ایک ہزار ڈالر کی کتب بنگلہ دیش سے منگوائی تھیں جو سٹال پر رکھی گئیں۔ بنگالی نیوز پیپر کے ایڈیٹر صاحب کو قرآن کریم تحفۃً پیش کیا گیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹرینیڈاڈ کے ایک نوجوان نے احمدیت قبول کی جو مکرم نصراللہ خان صاحب کے زیر تبلیغ تھا۔

جون ۲۰۰۴ء:

اس ماہ سے لوکل اجتماعات شروع ہو جاتے ہیں مگر سالِ رواں ہمارے لئے اس لحاظ سے بہت بابرکت تھا کہ حضور انور جلسہ سالانہ پر تشریف لا رہے تھے۔ لہٰذا جہاں انصار اللہ کے کاموں کا تعلق تھا اس سے کہیں بڑھ کر حضور انور کو خوش آمدید کہنے اور جلسہ سالانہ کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ اس ماہ خاکسار مجلس نارتھ یارک اور اوٹاوا کے اجتماع میں شامل ہوا جبکہ شفقت محمود صاحب نائب صدر اوّل وینکوور کے اجتماع میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے۔

حضور انور کی آمد کے ساتھ ہی ہمارے سب پروگرام حضور انور کے پروگراموں کا حصہ بن گئے۔ ان دعاؤں اور برکتوں کے دنوں سے ہم سب اور خاکسار نے بالخصوص خوب حصہ پایا۔ حضور انور کے پیار اور خلوص اور محبتوں کے سمندر میں ہم علم و معرفت کے موتی چنتے اور اپنے رب کے پیار اور فضلوں کا شکر ادا کرتے ہوئے ان دنوں کو تیزی سے گذرتے دیکھتے رہے۔ اور اب تو یوں لگتا ہے کہ جیسے ایک خواب تھا۔ خدا کرے دوبارہ یہ دن جلد آئیں اور ہم اپنے پیارے آقا سے خوب مل سکیں۔ انشاء اللہ۔

اس ماہ کی خصوصی بات ۔ غانا کہ احمدیوں اور ان کے میڈیا کی دفتر بیت الانصار میں ملاقات اور انہیں عشائیہ پیش کرنا تھا یہ پروگرام مجلس انصار اللہ کے زیر اہتمام ہوا مکرم مبارک نذیر صاحب اور مختار چیمہ صاحب نے حاضرین سے گفتگو کی پہلی ملاقات میں مکرم امیر صاحب بھی شامل تھے۔ اب انشاء اللہ ۲۵ ستمبر کو غانین غیر احمدیوں کیساتھ ایک بڑا جلسہ منعقد کر کے ملاقات کا پروگرام بنایا ہے۔ ہال ان کے علاقہ میں حاصل کیا ہے اور ۲۰۰۰ پمفلٹ ان میں تقسیم ہو رہے ہیں اس پروگرام میں غانین احمدی بالخصوص حصہ لے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص میں برکت دے۔

جولائی ۲۰۰۴ء:

اس ماہ میں خاکسار نے مانٹریال۔ مارکھم۔ اور بعض دوسری مجالس کے اجتماعات میں حصہ لیا۔ شوریٰ کے نمائندگان کا انتخاب اور شوریٰ کی تجاویز اور اجتماع کی ابتدائی تیاری کا کام شروع ہوا۔

اگست ۲۰۰۴ء:

اس ماہ میں مغربی کینیڈا کے ریجنل اجتماع میں شرکت کی یہ اجتماع ایڈمنٹن میں منعقد ہوا اس میں کیلگری سے ۶۰ (فاصلہ ۳۵۰ کلومیٹر) اور وینکوور سے ۳۰ احباب ۱۴ گھنٹے کی ڈرائیو کر کے شامل ہوئے سسکاٹون تقریباً ۵۵۰ کلومیٹر ہے وہاں سے ۷ اور ریجائنا سے ۱۲ احباب شامل ہوئے۔

اللہ کے فضل اور حضور انور کی دعاؤں کے طفیل یہ اجتماع خوب کامیاب رہا۔

سیّدی اس ماہ کا خصوصی پروگرام ایک والی بال ٹورنامنٹ کا انعقاد ہے ہم نے یہ پروگرام پچھلے سال شروع کیا تھا اور اس میں ۲ غیر احمدی ٹیمیں شامل ہوئی تھیں۔ اس سال اس ٹورنامنٹ میں ایک اور ٹیم مانٹریال سے شامل ہوئی ہے۔ مسجد کے وسیع احاطہ میں اس ٹورنامنٹ کا انعقاد ہوا اور تقریباً ۱۰۰ غیر احمدی کھلاڑی اور مہمان شامل ہوئے۔ اور نظم وضبط مہمان نوازی اور خوبصورت مسجد کے حسین تاثر کا اظہار کرتے ہوئے یہ لوگ آئندہ سال آنے کیلئے کہہ گئے ہیں اس طرح ربوہ میں ہونیوالے آل پاکستان ٹورنامنٹ کی طرز پر یہ ایک حقیر کوشش ہے۔ حضور انور سے عاجزانہ درخواست دعا ہے مجلس انصاراللہ ایسے پروگراموں کو احسن رنگ میں آگے بڑھا سکے اور خدا کے فضلوں کی وارث ہو۔

اس ماہ میں خاکسار مجلس ویسٹن نارتھ، ہالٹن، وان اور ونڈسر (فاصلہ ۳۵۰ کلومیٹر) کے اجتماعات میں شریک ہوا۔ مشرقی کینیڈا کی مجالس کا ریجنل اجتماع مانٹریال میں منعقد ہوا جس میں نائب صدر اور ریجنل قائد صاحب نے شرکت کی۔

ستمبر ۲۰۰۴ء:

ماہِ رواں میں اجتماع اور شوریٰ کے انتظامات کی تیاری ہو رہی ہے انشاء اللہ خاکسار ان انتظامات کی نگرانی کرتا رہے گا۔ مکرم امیر صاحب شوریٰ اور اجتماع کا افتتاح کریں گے۔ حضور انور سے اجتماع کی کامیابی کیلئے دوبارہ درخواست دعا ہے۔

سیّدی دعا کریں کہ ہم محض لفظی نہیں بلکہ حقیقت میں انصار اللہ بن جائیں۔

آمین!

والسلام
اپنے آقا کا حقیر غلام
خاکسار کلیم احمد
صدر مجلس انصاراللہ کینیڈا

"بڑھتا ہوا سیلاب ....."

ماہنامہ "دفاع" ۔کراچی اپنی اشاعت بابت اگست ۱۹۹۷ء کے صفحہ ۴۰ پر رقمطراز ہے:-

"قادیانیوں کی روزافزوں ترقی ۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کا قادیانی مذہب میں داخل ہونا اور دنیا کا قادیانیت کی طرف بڑھتا ہوا سیلاب بظاہر اس بات کی علامت معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی طرف ہے..... جس رفتار سے قادیانیت کا سیلاب بڑھ رہا ہے اُس کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ آئندہ چند برسوں میں یہ ساری دنیا.....کو بھی بہا لے جائے گا۔"

بقیہ: برکاتِ احمدیت (آپ بیتی)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے وصیت کے نظام میں شمولیت کی بابت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سہ بار مرقومہ دعاؤں کی برکت سے وافر حصہ پایا۔ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ نظام وصیت میں شامل ہونے کی وجہ سے گو میں نیکیوں میں سبقت تو نہ حاصل کر سکا۔ لیکن برائیوں سے بچے رہنے کی توفیق ضرور ملتی رہی۔ اور اس سارا عرصہ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی بھی مالی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تین بیٹے اور تین بیٹیاں عطا کیں۔ ان کی اعلیٰ تعلیم اور جملہ ضروریات وغیرہ کا اللہ تعالیٰ وافر سامان عطا فرماتا رہا۔ میری بڑی صاحبزادی نے عربی میں ایم اے بی اے آنرز کے بعد کیا۔ اور گولڈ میڈل ۲۷ء میں حاصل کیا۔ دوسری بیٹی نے فائن آرٹس میں بی اے کیا۔ اور تیسری بیٹی نے ۱۹۷۸ء میں ہوم اکنامس میں ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ میرے بڑے بیٹے نے یونیورسٹی آف کینیڈا سے ۱۹۷۹ء میں ایم ایس سی ہائی گریڈ میں پاس کی۔ اور اس وقت ایک جہازوں کے انجن بنانے والی کمپنی میں بطور جنرل مینیجر کام کر رہا ہے۔ دوسرا بیٹا مشیت ایزدی سے ۷۶ء میں دائیں ہاتھ سے معذور ہو گیا تھا اسکے باوجود اس نے بائیں ہاتھ سے پرچے لکھ کر ۱۹۷۸ء میں ایف ایس سی اور کینیڈا آ کر ۱۹۸۲ء میں بی ایس سی پاس کر لی۔ جبکہ تیسرا بیٹا بھی اعلیٰ تعلیم کے بعد ہوٹل مینجمنٹ میں بطور ڈائریکٹر کام کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری اور میری اہلیہ کی وصیت ۱۹۴۸ء کے علاوہ میرے تینوں بیٹے اور تینوں بیٹیوں نے وصیت کی ہوئی ہے۔ اور اس کی مالی قربانی کا حصہ انشراح صدر سے پورا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو متقی بھی بنائے اور نظام وصیت کی دیگر منجملہ برکات اور فیوض سے بہرہ ور فرماتا رہے۔ آمین

حرفِ آخر

میری کہانی لمبی ہوتی جارہی ہے ۔ اور احمدیت کی برکات اور فیوض کا سلسلہ ایک موصی کی زندگی میں لاانتہاء ہے۔ میں جب اپنی زندگی پر "طائرانہ" نظر ڈالتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میری زندگی کا ایک ایک دن احمدیت کی برکات سے مرصّع ہے۔ ہائی سکول میں تعلیم کے زمانہ میں ۵ویں سے دسویں جماعت تک ہر سال جماعت میں اول آتا رہا۔ اور دینیات میں بھی اولیت قائم رہی۔ صرف دسویں جماعت کی نام نہاد قابلیت سے سپاہی بھرتی ہو کر آرمی میں لیفٹیننٹ کرنل کے عہدہ تک ترقی پانا، صرف اور صرف احمدیت کی برکات کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ کینیڈا ایمیگریشن پر آجانا پھر ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۲ء تک صرف دسویں جماعت کی تعلیم کی بنا پر بطور مربی خدمت کی توفیق پانا ایک معجزہ سے کم نہیں۔ یہ صرف احمدیت کی برکت ہی تھی جس کی بنا پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس عاجز کو بغیر مدرسہ احمدیہ، جامعہ اور مبلغین کلاس میں شامل ہونے کے اپنی بے پایاں شفقت سے براہ راست یعنی Direct مربی انچارج فلپائن مقرر فرمایا اور پھر ساڑھے نو سال تک کینیڈا کے تبلیغی میدان میں خوب خوب خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں احمدیت کی برکات کا ایک مجسم وجود ہوں۔ اور اس اعزاز پر میں شکر خداوندی کا کما حقہ شکریہ ادا کرنے کے بھی قابل نہیں ہوں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قارئین سے قلمی تعاون کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

اجتماع انصاراللہ 2004ء کی تصویری جھلکیاں

Majlis Ansarullah Canada

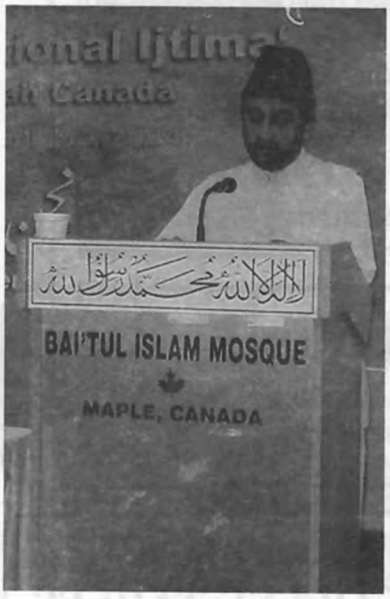
BAI'TUL ISLAM MOSQUE
MAPLE, CANADA

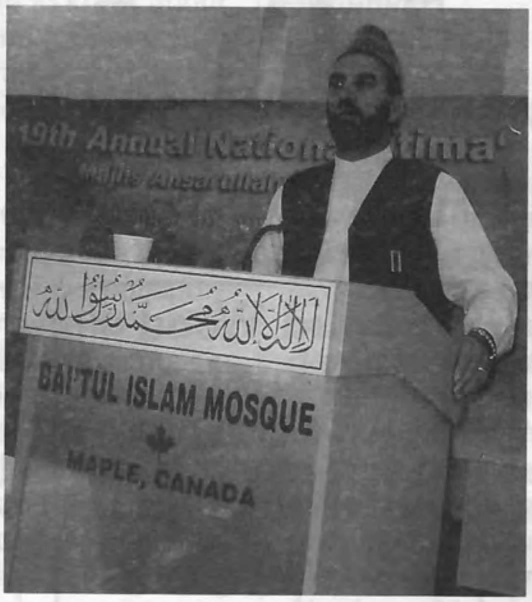
BAI'TUL ISLAM MOSQUE
MAPLE, CANADA

BAI'TUL ISLAM MOSQUE
MAPLE, CANADA

DREAM FURNITURE

TOTAL WAREHOUSE LIQUIDATION

TEL: 905-290-7205

Everything Must Go While Supplies Last

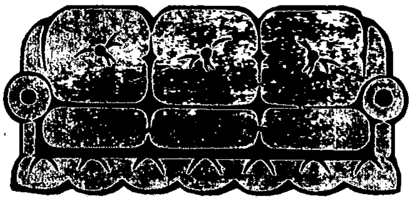

0% Interest for 4 Years.

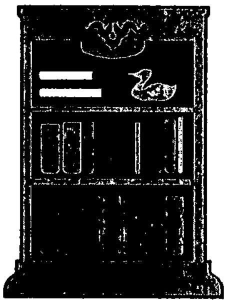

3 piece FABRIC SOFAS from $359

Solid Wood Malaysian 9 piece DINNING SET from $1399 (Dining table, 6 chairs Buffet & Hutch)

BUNK BED from $349

6 piece BEDROOM SET from $649

3 piece COFFEE TABLES from $69

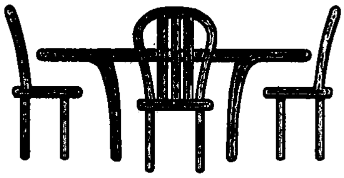

3 piece LEATHER SOFA from $1399

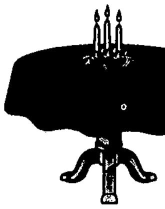

home decor accessories and much much more.

HURRY! HURRY! THIS IS A ONE TIME CHANCE TO GET MANUFACTURER PRICES.

Call Amir or Hidayat

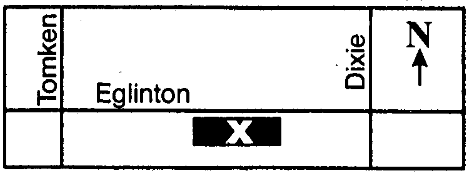

Cell: 416-576-7135

1268 Eglinton Ave. E. Mississauga, ON.

that effect; however the wording of the declaration was quite an innovation in that never before since the advent of Islam such declaration was introduced in any country or state to identify one as a Muslim.

Recently the government decided to introduce machine-readable passports (MRP). As per international standards, the column for religion was not provided therein. The mullah came to know about it, and took it as a first and formal step backward from the Islamist Pakistan. He dug his heels and started making hue and cry about it.

It is relevant to mention that while the mullah insisted that the major reason to have the religion column in the passport is to stop Ahmadis visiting the holy cities in Saudi Arabia, Ahmadiyya Community in Pakistan made no plea to the government on the issue. The mullah's reasons are unsupportable because there are more Ahmadis outside Pakistan and their passports do not identify them as Ahmadis; they are free to visit the holy sites of Islam and they do visit them routinely. Also for almost forty years, Ahmadis from Pakistan continued to visit the holy cities, and no heavens fell down; what is now new apart from the intolerant and bigoted imposition of Islamism of the Zia ul Haq version. The real issue is that of human rights in Pakistan and also whether enlightened moderation will prevail in Pakistan or the fundamentalism of Taliban. It seems Chaudhry Shujaat Hussain and Mr. Ijazul Haq of PML (Q) have decided to support their "natural allies" rather than the great idea of Enlightened Moderation.

The daily **Nation** wrote an editorial on December 26, 2004 entitled: **MMA Softening**.
It summed up the editorial as below :

"***In view of statements by Ch Shujaat Hussain and Mr. Ijazul Haq favoring the MMA demand on Passports, the possibility of the government accepting it cannot be ruled out. The MMA's critics believe this would provide a face saving excuse to gradually wind down its campaign on the uniform. If this was to happen, it would confirm the view that the change in the passport entries was affected by the government to provide it a lever to bargain with the MMA over uniform, on which General Musharraf is not willing to give in. If this happened, the MMA's critics will project it as another proof of its acting in unison with government on issues of substance while pretending to be in opposition.***"

quarter of a century. As the house was growing old, Ahmadis undertook replacement of roof of the room that was used for worship. The opponents came to know about the work and approached the Town Committee. The Committee asked Ahmadis to explain. This was scheduled for Monday. So the work continued on Sunday.

The mullahs then approached the police. They sent for both the parties at 2 p.m. on Tuesday the 21st December. The mullahs and their acolytes decided to wait no longer, and took the law in their own hands. *Approximately 30 of them armed themselves, assembled and arrived at the site in early hours of the night, demolished the new roof and set fire to the belongings in the adjacent room.* Ahmadis informed the police who arrived at leisure.

The Nawa-i-Waqt of Lahore, a leading Urdu daily made a quotable report about the incident in its issue of December 22. It reported that on account of the construction "the people got agitated and having demolished the construction set the place on fire"; it also added, "the police arrived subsequently at the site, however no further unpleasant development took place". One wonders how would the editors of Nawa-i-Waqt feel if some Indian newspaper had reported the demolition of Babri mosque incident as "the police arrived subsequently at the site; however no further unpleasant development took place". The police thereafter also claimed some credit in declaring that the issue had been settled and no follow up was required any more. In order to placate the mullah, the Tehsil Nazim stated that he was going to hold his staff accountable for any laxity on their part.

Such is the attitude of the authorities in the field to the incident in which Ahmadiyya place of worship is grossly vandalized. However, at the UN, Pakistan urges all nations to promote religious tolerance, understanding and moderation.

P. S. It is relevant to mention that the mullah and authorities have made it well-nigh impossible to build Ahmadi places of worship or to improve them in the country.

An observation in public by the Federal Minister of Information

***Islamabad*:** December 19, 2004: Sheikh Rashid Ahmad, the Federal Minister of Information set aside the discretion expected of him, to give the edict unnecessarily that "one who does not believe in the end of prophethood is outside the pale of Islam, and the present government has unshakable faith in the Prophethood of Muhammad; Mirzais, sitting outside the country continue to conspire against the country; I consider them Kafir (infidels)". (The daily Pakistan of December 20, 2004). It is noteworthy that the Geo TV channel continued to show the tape-line: "I consider Qadianis as Kafir" for long hours on that day.

The issue of religion column in Pakistani passports

This became a hot issue in Pakistan in the month of December. Initially there used to be no mention of the holder's religion in one's passport. With the so-called Islamisation of Pakistan, a number of pointless actions taken to promote religious content of the state included the inclusion of religion column in the passport. Those who claimed to be Muslims had to sign a declaration to

Persecution News Report
December 2004
(With thanks to www.alislam.org)

Three Ahmadis arrested under the blasphemy clause PPC 295B on fabricated accusation of defiling the Holy Qur'an

The accused are exposed to sentence of life imprisonment

***Mangat Unche*, District Hafizabad:** Three Ahmadis, Messrs Shahadat Ali, Mansur Hussain and Abdul Hafeez were named in **FIR 280/2004** at Police Station Kassoki, District Hafizabad on December 18, 2004 under **PPC 295B** in a complaint lodged by a mullah, Sanaullah, for allegedly burning copies of the Holy **Qur'an**. Under this law the accused can be awarded *imprisonment for life*. The police have arrested the accused.

No Holy **Qur'an**s were set on fire; the accusation is a blatant lie of Ahmadi-bashers. In fact, two Ahmadis had undertaken disposal of old copies of Alfazl (Ahmadiyya daily) and other papers no longer needed, by burning. Their opponents came to know about burning of some printed material, forced their way in, and created a scene. Mangat Unche has a history of opposition to Ahmadiyyat. The mullah threatened an agitation. The yellow Urdu press gave a helping hand. The local DSP Raja Riaz is the same inspector who made a mess in the notorious anti-Ahmadiyya riots at Chak Sikandar some years ago. The fabrication of the FIR is obvious from the fact that the accuser has named Mr. Abdul Hafeez as one of the accused whom they saw burning the Holy **Qur'an**. In fact, Mr. Hafeez was not even present in Mangat Unche on the day of the incident.

The three accused are at risk of imprisonment for life. Only four weeks ago an Ahmadi, Muhammad Iqbal was sentenced to life imprisonment in Faisalabad on fabricated charge of blasphemy. Production of two false witnesses for a religious cause is regrettably no problem in the prevailing culture here. (See Newsreport November, 2004)

It is highly relevant to mention that Pakistan very recently sponsored a Resolution in the United Nations on December 15, 2004 entitled: **"Promotion of Religious Understanding, Harmony and Cooperation"** and had it adopted by consensus. This was three days before the registration of this FIR. Then on December 22, 2004, the federal cabinet approved a draft bill for setting up the Pakistan National Commission for Human Rights to oversee human rights situation and violations, if any, in the country. How does the government explain the conduct of its officials in the field in the context of its worthy proclamations at the apex?

Damage and arson at Ahmadiyya place of worship

Sahiwal, District Sargodha; December 20, 2004: A two-roomed house at Sahiwal was being used as a place of worship by local Ahmadis for the last

General & Religious Knowledge

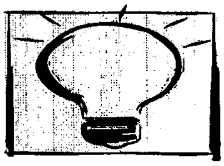

1st Mahmood Ahmed Malik , Scarborough
2nd Ch. Khazir Ahmad, Vancouver
3rd Ch. Abdul Bari, Calgary
3rd Dr. Abdul Batin, Peace village

ATTENDANCE:

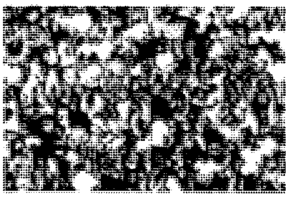

1ST MAJLIS: Weston South
2nd MAJLIS: Weston North

All programs finished on time with the good co-operation of Zo'ama, Muntazim and Ansar brothers, Jazak Allah.

Mubariz Warraich (Qa'id Sehat - Jismani)
Naeem - ur - Rehman
Zahid Naseer

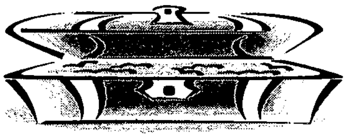

MUSHAIDA MOINA

Supervised by: Hamid Mirza Sahib

	Name	Majlis
First	Munawar Ahmed Ch.	Montreal, PQ
Second	Majeed Ahmed Tariq	Peace Village, ON
Third	Muhammad Nawaz	Weston North, ON

PAIGHAM RASANI

Supervised by: Mohammad Ahmad Shah Sahib

	1st Majlis Mississauga	2nd Majlis Toronto Central	3rd Majlis Montreal
1	Raja Mohammad	Ch. Hameed Ahmed	Mohammad Islam
2	Malik Abdul Rashid	Nasir Ahmed	Mohammad Latif
3	Ch. Abdul Karim Dogar	Taqi-ud din	Ghalib Mohan
4	Rehmatullah Khan Niazi	Malik Sultan Mohammad	Israr Ahmed
5	Nasrullah Khan	Ahmed Din	Azizullah

VOLLEYBALL

Supervised by:
Bashir Mahmood Sahib, Abdul Aziz Sahib
Sheikh Rafiq Sahib

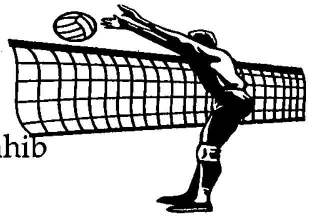

1st Majlis Peace Village	2nd Majlis Weston South	3rd Majlis Western Canada	3rd Majlis Montreal
Munawer Ahmed	Sikandar Majooka	Mirza Muhammad Afzal	Tariq Islam
Naeem Urehmaan	Raja Mohammed Yousaf	Naseem Ahmad Hundal	Munawer Ahmed
Farooq Ahmad	Riaz Ahmad	Daud Sobhi	Naeem Ahmad
Abdul Majid Warraich	Amjad Naeem	Arshad Mahmood Akbar	Ghalib Mohar
Malik Shamim	Nasir Mahmood	Chaudhry Nasim Ahmad	Ch. Rashid
Jamal Abdul Nasir	Shehbaz Rasool	Chaudhry Abdul Bari	Shamas-u-din
Sayyad Shahid Munir	Asad Sahib	Maqbool Ahmad	Muhammad Latif
Tanveer Islam	Rana Maqbool	Khizar Hayat Ch.	Abdul Shakoor

WALK (OVER 70) 200 METERS

Supervised by:
Ch. Nazeef Sahib and Raja Mohammad Aslam Sahib

	Name	Majlis
First	Mahmood Qureshi	Toronto East, ON
Second	Majeed ullah khan	Montreal, PQ
Third	Mohammad Sharif	Brampton, ON

SLOW CYCLING

Supervised by: Zafar Gondal Sahib

	Name	Majlis
First	Mian Mohammed Saleem	Peace Village
Second	Farooq Ahmad	Peace Village

RELAY RACE 500 METERS

Supervised by: Malik Khalid Sahib

	1st Majlis: Peace Village	2nd Majlis Montreal	3rd Majlis Eastern Canada
1	Jamal Abdul Nasir	Shakoor Ahmad	Rasheed Ahmad
2	Farooq	Naeem	Sheikh Hameed
3	Nasir Sahib	Shamas Sahib	Ralat Rabani
4	Shahid Sahib	Latif Sahib	Galib Mahar

RACE (UNDER 45) 500 METERS

Supervised by: Ch. Abdul Bari Sahib

	Name	Majlis
First	Jamal Abdul Nasir	Peace Village, ON
Second	Shamas Udeen	Montreal, PQ
Third	Naeem Sahib	Montreal, PQ

ARM WRESTLING (UNDER 55)

Supervised by:

Mohammad Ahmad Shah Sahib and Ch. Ashiq Ghumman Sahib

	Name	Majlis
First	Zafar Ahmad Gondal	Peace Village, ON
First	Manzoor Ahmad	Brampton, ON
Second	Jamal Abdul Nasir	Peace Village, ON
Third	Farooq Ahmad	Peace Village, ON

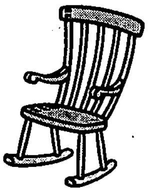

MUSICAL CHAIR

Supervised by:
Malik Khalid Sahib and Ch. Nazeef Sahib

	Name	Majlis
First	Abdul Hayee Farooqi	Montreal, PQ
Second	Nasir Bajwa	Peace Village, ON
Third	Arshad Mahmood Akbar	Vancouver, BC

RACE (UNDER 55) 200 METERS

Supervised by Main Saleem Sahib

	Name	Majlis
First	Abdul Shakoor Nasir	Ottawa, ON
Second	Chaudhry Naseem Ahmad	Vancouver, BC
Third	Talat Rabani	Durham, ON

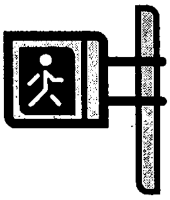

WALK (OVER 55) 300 METERS

Supervised by:
Ch. Nazeef Sahib and Raja Mohammad Aslam Sahib

	Name	Majlis
First	Malik Mubashir	Peace Village
Second	Abdul Bari	Calgary
Third	Arza Rashid	Scarborough

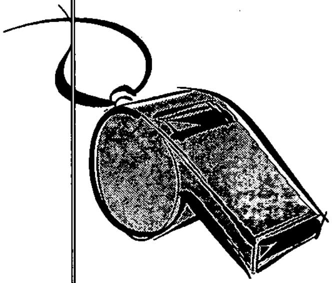

Majlis Ansarullah Canada
19th Annual Ijtima'
Sports Results
September 18 & 19, 2004

TUG-OF-WAR
Supervised by: Malik Khalid Sahib

1st Majlis Mississauga and Brampton	2nd Majlis Vaughan	3rd Majlis Eastern -Western Canada
1. Newaz Nagie	Abdul Naeem	Talat Rabani
2. Malik Maqbool	Nazeef Ahmad	Daud Ahmad Saubi
3. Abdul Basit	Yousaf Nasir	Naseem Ahmad Hundal
4. Mubashir Ashraf	Masood Ahmad Mehro	Munawar Chaudhri
5. Manzoor Ahmad	Tahir Ahmad	Mubashir Ahmad
6. Fazal Hasan Sadiqi	Sheikh Zahid Mahmood	Ghalib Mahar
7. Nasar Ullah Khan	Rana Abdul Shakoor	Majeed Ullah Khan
8. Munir Ahmad	Rana Abdul Mannan	Ashraf Samee
9. Liaqat Ali	Abdul Aziz	Khalid Naseer
10. Fazal Shahid	Asghar Saleem	Mohammed Latif
11. Sheikh Hameed	Chaudhry Farooq	Naeem Ahmad

ARM WRESTLING (OVER 55)

Supervised by:
Mohammad Ahmad Shah Sahib and Ch. Ashiq Ghumman Sahib

	Name	Majlis
First	Mohammad Nawaz Naji	Mississauga, ON
Second	Majeed Bajwa	Markham, ON
Third	Rasheed Ahmad	Montreal, PQ

those who attended and volunteered their time to make it happen.

Prizes were distributed by Maulana Naseem Mahdi Sahib Amir & Missionary Incharge Canada. *(The list of all prizes is included on the page#14-19)*

In his closing remarks Amir Sahib asked Ansar brothers to not only seek the company of "Sadiqeen" but try to be one of the "Sadiqeen". With the silent prayers the Ijtima' wasconcluded.

Results of Educational Competitions Salana Ijtima' 2004

Tilawat :

Mr. Majeed Ahmad Tariq (Peace Village)	**Ist**
Mr. Abdul Shakoor (Ottawa)	**2nd**
Mr. Shamsuddin (North York)	**3rd**

Nazm :

Mr. Majeed Ahmad Tariq (Peace Village)	**1st**
Mr. Mahmood Ahmad Zafar(Weston South)	**2nd**
Mr. Abdul Ghaffar (Toronto East)	**3rd**

Speech :

Mr. Mohammad Rafiq (Hamilton)	**1st**
Mr. Majeed Ahmad Tariq (Peace Village)	**2nd**
Mr. Habibullah Tariq (Vaughan)	**3rd**

(Qa'id Ta'lim Majlis Ansarullah Canada)

Afterwards respected Amir Sahib addressed the audience on one verse of the Holy Qur'an:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

"O ye who believe! fear Allah and be with the truthful". (9:19)

Then Maulana M A Cheema Sahib, Missionary Mississauga and Maulana Hadi Ali Ch. Sahib, Professor Jamia Canada, addressed us on "Attributes of Allah" and "Seerat of the Holy Prophet[sa]" respectively.

Second session was held after serving the lunch and offering the *Zuhr* and *Asr* prayers. Maulana Mirza Mohammad Afzal Sahib Missionary Vancouver delivered a speech on "Seerat of the Companions of Holy Prophet[sa]".

Later on Ansar brothers took part in various sports competitions until the dusk. The educational competitions were held after the Maghrib and Isha prayers. Meantime some sub-committees of the Majlis Shura finalized their reports to be submitted to Majlis Shura next day.

As usual Sunday September 19, 2004 was also started with *Tahhajud* and *Fajr* prayers.

Final Session of Majlis Shura commenced at 8:30 am and members discussed in an open session the recommendations of the sub-committees. After a few minor changes all all of the proposals were finalized to be presented to Hadhrat Khalifatul Masih V[AB].

In the third session of the Ijtima' Maulana Mubarak Ahmad Nazir Sahib Principal Jamia Ahmadiyya Canada and Professor Dr Parvez Parwazi Sahib addressed the audience on "*Zikre Habib*" and "Companions of the Promised Messiah[as]" respectively.

Final session was presided by Khalifa Abdul Aziz Sahib Na'ib Amir I. An interesting general and religious knowledge competition was conducted in this session and afterwards Kaleem Ahmad Malik Sahib, Sadr Majlis Ansarullah Canada addressed his gratitude to Almighty Allah whose help made this Ijtima' a successful event. He also thanked all

Report of Annual Ijtima' 2004

Majlis Ansarullah Canada

The annual Ijtima' was held on September 17-19,2004 at Bai'at-ul-Islam Mosque Maple Ontario. All programs were focused for the ansaar brothers' physical and spiritual training.

It commenced with the first session of the Majlis Shura on Friday September 17, 2004. Amir and Missionary Incharge Maulana Naseem Mahdi Sahib, who was presiding the session, elaborated on the system of *shura* and reminded the members that we should not wait for a year to propose a suggestion. Whenever someone gets an idea or a suggestion it should be forwarded to the *Markaz* as soon as possible. He further explained that to improve our suggestions we have to improve our *Taqwa* too. After leading the silent prayers Amir Sahib asked the Sadr Majlis Ansarullah Canada to conduct the rest of the session.

In this session, after the annual report, four sub committees were formed to discuss the proposed suggestions. First; to improve the members' participation in five daily prayers. Second; to improve the physical well being of the Ansar brothers. Third sub-committee discussed on the assimilation of the new members of the Jama'at. Fourth was responsible to discuss the budget for the year 2005.

All four sub-committees met after the dinner and continued their discussion late into the night.

After getting a few hours of sleep Ansar brothers and other guests offered the *Tahajjud* and *Fajr* prayers to start the Saturday.

First session of the Ijtima' commenced around 10 am. After the Recitation of the Holy Qur'an by Sheik Abdul Hadi Sahib and Poem by Nasir Ahmad Vance Sahib, Amir Sahib asked the ansar brothers to recite Ansarullah Pledge after him.

Tabligh - an Important Responsibility

Tabligh is an important responsibility therefore we must pay more attention to this activity. All Ansar brothers are requested to please take it seriously and try your best to increase your efforts in the field. All Zu'ama and Muntazemeen Tabligh are requested to prepare concrete and realistic programs to achieve Tabligh targets. Please conduct regular Majlis-e-'Amila meetings to review your progress in this field and extend the possible help to your Da'een to improve their performance. Please ask the center to help you where necessary.
Please include the following in your regular activity list:

- Conduct question answer session in the last week of every month.
- Send Tabligh report to the center.

Announcements/News

1) On Saturday, 25th September 2004 a question answer session was organized by the Department of Tabligh (Majlis Ansarullah Canada) under the supervision of National Secretary Tabligh. This event was created especially for Afro-Canadian brothers and sisters at Driftwood Community Center, 4401 Jane Street, Toronto. Mr. Mohammad Hanif (Audio video department) and member of Weston South Majlis played a key role to organize our Afro-Canadian community for this event. Total attendance was recorded 150 including 48 guests. Maulana Mubarak Ahmad Nazeer Sahib, Maulana Mukhtar Ahmad Cheema Sahib and Maulana Hadi Ali Chudhry Sahib answered the questions of the guests.
2) On Saturday, October 09, 2004 a question answer session was organized by the Tabligh department of Majlis Ansarullah Canada under the supervision of National Secretary Tabligh. This program was conducted at St. Charlis Garniear School, near Jane and Finch Ave, Toronto. Majlis North York was the Host Majlis and most of the guests were as a result of Sdar Sahib North York Ja'amat Mr. Nasrullah Khan. Total attendance was recorded 100 including 8 guests. Maulana Mubarak Ahmad Nazeer Sahib, Maulana Mukhtar Ahmad Cheema Sahib and Maulana Hadi Ali Chudhry Sahib answered the questions of the guests.
3) Majlis Brampton has opened a Book Stall in Flee Market at Dixie & Steels on 27th November 2004.
4) An Important meeting with Da'ayyan-e-Khasoosi of all GTA majalis was conducted on 8th January 2005 at Ba'itul Islam Mosque between Asr and Maghrab prayers. All Zu'ma and Muntazemeen Tabligh were requested to attend this meeting along with their Da'een -e-Khasoosi. Minimum target of Da'een -e-Khasoosi for each Majlis was three.
5) All Majalis are requested to send details of the activities carried out in Tabligh along with names of Da'een so that we can publish in Nahnu Ansarullah for the prayers.

All Ansar brothers are requested to kindly pray for all Da'een and volunteers who have helped us for the above-mentioned activity 1, 2 and 3. Also please pray for every member of the Jama'at that may Almighty Allah help every one to perform his/her duties perfectly in the field of Tabligh. Aameen

For any information or assistance please contact Qa'id Tabligh

Meer Majeed Ahmad Tariq
(905) 417-2097 (Home)/(416) 451-3425 (Cell)

Tafseere Saghir and masterly Tafseer-e- Kabir

Details of the unmatchable beauties of the Holy Qur'an and its abiding message are the precious monuments of his love and labour in several volumes, a unique present to the living world on this earth which is in fact a fathomless ocean of his knowledge that is exposed in his Magnum Opus, the *Tafseere Kabeer*, an exhaustive commentary on the holy Qur'an. In this astounding work, Hadhrat Musleh Mau'ud uncovered his mastery on such widely varying fields as history, philosophy, psychology, geology, linguistics, medicine, astronomy, cosmology, Egyptology and many more.

This contains the exposition of thousands of spiritual truths and hidden secrets, many of which had never been presented before. Here I request all my readers to spare some time to enjoy the blessings of Holy Qur'an as it is available on www.alislam.org and www.ahmadiyya.ca.

Tafsir e Saghir and his health

Aafter his return from Europe he started the monumental task of writing his shorter commentary of the Holy Qur'an in Urdu, Tafsire Saghir. Long hours of grueling intellectual work resulted in deterioration of his health in 1958. A great part of this work was done when he was not well at all. He spent days and nights to complete this task and every moment of his time was spent in the love of Allah and in the service of Islam and Qur'an.

Advice to the Community

At that time he advised the community in the following words: -

"May God be your protector and a helper and keep you from faltering. May the standard of the Jama'at always fly high. Let the voice of Islam be not reduced to a whisper. May the Holy name of Allah not fade away. Study the Qur'an and Hadith, teach it to others and act upon it yourselves. Exhort others to follow these teachings also. May there always be people among you who will devote their lives for Islam. Long live Khilafat and may there be believers among you who are ready to give their lives for its maintenance. May the truth be your ornament, trust in Allah your beauty, & fear of Allah your garment. May God be with you and you be with him."

Compliments and acknowledgement of his services for the Qur'an

I quote the renowned Non Ahmadi Muslim leader of Indo Pak subcontinent and poet, the editor of daily newspaper "Zimindar" Maulvi Zafar Ali Khan, while addressing the opponent of the Khaliftul Masih II, he said:

" Listen carefully, you and your followers will never be able to compete with Mirza Mahmood Ahmad. Mirza Mahmood has the Qur'an and he has got knowledge of Qur'an. What you have got...You have not read the Qur'an even in your dreams.... Mirza Mahmood has got a community with him, which is ready to sacrifice every thing they have at his slightest hint. Mirza Mahmood has got a party of preachers, expert in different fields. In every country of the world he has established his dominion."

I hope this will ignite in us, and specially in our youth, a strong desire to follow the path which Hazur's long and memorable services in the cause of Allah have lit up in glory for generations of Ahmadis to emulate and follow. Ameen.

His love and attachment for the Holy Qur'an was deep and abiding. In the prophecy, one of the purpose of his birth was this " ***so that superiority of Islam and Qur'an become manifest on people."***

Standing by the blessed corpse of his father, he made a famous and moving pledge that even if the whole world deserted the Promised Messiah, he would continue single-handed in his noble work. History bears witness to the sincerity of his pledge that was duly honoured by him.

In his very early age, he developed a keen interest in the study of Holy Qur'an and traditions of the Holy Prophet[SAW]. The knowledge of Qur'an as stated by him has been taught through angels and there is no one on the earth who can compete him in this field.

His love for the Holy Qur'an

From his very early age, he started giving Darse Qur'an as early as in 1910. As narrated by Late Mirza Muzaffar Ahmad Sahib, commonly known as M. M Ahmad, that, "In Qadian Hazoor also gave dars among women on Saturdays. The scene is still fresh and vivid in my mind, he would stand in the veranda of Hadhrat Amman Jan's House and ladies would sit in the court yard."

He would also give dars among men, which was attended by school children too, and once gave a special dars during summer vacation in Masjid Aqsa, which was also attended by number of Ahmadis from outside of Qadian. This dars was given every day for hours and lasted many weeks.

Hadhrat Khalifatul Masih IV[rh] in one of his darse Qur'an in Ramadan read out a visionary prediction of Hadhrat Musleh Mau'ud that a time will come when Darsul Qur'an of the Khalifatul Masih of the time will be *(televised)* listened to all over the world.

Lo and behold! It has happened at the initiative and during the khilafat of Hadhrat Khalifatul Masih IV[rh], and the whole world has witnessed of the fulfillment of this divine blessing.

Translations of The Holy Qur'an

One of the greatest achievements of Hadrat Khalifat ul-Masih II[ra] was the publication of English translation and commentary of the Holy Qur'an. He interpreted the holy text in such a scholarly manner that it has no match in the modern world. No other book even comes close to this. Many people were converted to Ahmadiyyat, the true Islam, after their deep study of this translation.

During his period the Holy Qur'an was also translated into Dutch, German, Danish, Indonesian, Malay, Russian, French, Swahili, Lugandi, Hindi, Gurmukhi and Urdu. Translation in other twelve languages was under review. Alhamdolillah, this process is continued till today. *ALLH O AALA WA AKBAR*

Various people and renowned scholars from different part of the world gave their opinions about these translations. Here are presented few examples.

1. Mr Charles S. Bardon, Head of the department of history and religious litrature, Evanston University, USA.
2. Famous Orientalist, Mr. H. A. R. Gibbs, said that it was so far the best effort in translating The Qur'an in English.
3. Mr Richard Bell.
4. A. J Arbury.

Hadhrat Al-Musleh Mau'ud
and
His Service of The Holy Qur'an

Abdul Haleem Tayyab Sahib
Na'ib Sadr Majlis Ansarullah Canada

Hadhrat Musleh Mau'ud, the promised son of the Promised Messiah whose birth came as a fulfillment of a grand and glorious prophecy and one of the most powerful signs of the truth of Hadhrat Aqdas Masihe Mau'ud (AS). Under the command of Allah, he had been in seclusion for forty days in Hoshiarpur, a city in India, devoting himself entirely in solitude to divine worship and supplication. He announced on 20th Feb. 1886 a glad tiding of a glorious son who was born on January 12th, 1889. He published a special leaflet, which reads as follows:

"I confer upon thee a sign of mercy according to thy entreaties and have honoured thy prayers with acceptance through My mercy and have blessed this thy journey. A sign of power, mercy and nearness to Me is bestowed on thee, a Sign of grace and beneficence is awarded to thee, and thou art the key of success and victory. Peace on thee, O victorious one. Thus does God speak so that those who desire life may be rescued from the grip of death, and those who are buried in the graves may emerge there from, so that the superiority of Islam and the dignity of God's Word may become manifest unto the people, and so that truth may arrive with all its blessings and falsehood may depart with all its ills; so that people may understand that I am the Lord of Power and so do as I will and so that they may believe that I am with thee, and so that who don't believe in God and deny and reject His religion and his Book and His Holy Messenger, Muhammad, the chosen one, one whom be peace, may be confronted with a clear Sign and the way of the guilty ones may become manifest. Rejoice, therefore that a handsome and pure boy will be bestowed on thee. Thou will receive an intelligent youth who will be of thy seed and will be of thy progeny. A handsome and pure boy will come as your guest. He has been invested with a holy spirit, and he will be free from all impurity. He is the light of Allah. Blessed is he who comes from heaven. He is the word of Allah, for Allah's mercy and honour have equipped him with the Word of Majesty. He will be extremely intelligent and understanding and will be meek of heart and will be filled with secular and spiritual knowledge. Behold a light cometh, a light anointed by God with the perfume of His pleasure, He will pour His spirit upon him and he will be sheltered under the shadow of God. He will grow rapidly in stature and will be the means of procuring the release of those held in bondage. His fame will spread to the ends of the earth and people will be blessed through him. He will then be raised to a spiritual station in heaven. This is a matter decreed."

The life and accomplishments of this great son of Islam for more than half a century of the period of his Khilafat constitute a fulfillment of this grand prophecy. His astonishing record of high achievement in so many fields marks him out as a shining star in the annals of the renaissance of Islam.

prayer, which provides necessary complacency and quietness to the exhausted heart and body. A short break at this time greatly increases the concentration and activity level of the body afterwards.

Then, a few hours after, *Asr* prayer is prescribed to reinvigorate the body once again because of the increased level of Adrenalin in the blood at this particular time. Unchecked increased Adrenaline may impact adversely on our heart by increasing its activity in particular and body in general. That reminds me the following verse.

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿٢٣٩﴾

"Watch over prayers, and particularly the middle Prayer" (2:239)

The *Asr* prayer prepares the heart and the body to accept this sudden state of activity. ***Heart patients can decrease the risks of another attack by offering Asr prayer on time.*** The reason is that Asr prayer helps to smoothly transition the inactive heart to more active state. If not then sudden increase of adrenaline may cause serious troubles to heart patients due to the sudden transfer of the heart from the inert state to the active state. You can verify this by asking your heart specialist.

In the state of *Salat* our organs and senses are in deep concentration, making it easy for the heart and the hormone to adjust the normal rhythm of the body.

Please note that the same mechanism occurs at Tahajjud time too, that is why the Holy Qur'an says;

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ

"And during a part of the night wake up for its recitation - a supererogatory service for thee." (17:80)

In the evening, in contrast to the morning, Cortisone level decreases and the activities of the body start to diminish. The transfer of daylight into darkness produces melatonin that encourages relaxation and sleep. So Almighty Allah, all Knowing has prescribed for us the *Maghreb* prayer. This prayer comes as a transitional point from day to night.

An hour or so later Melatonin further increases to prepare the body for rest and sleep. This is the last station in the course of the daily activities and we are blessed with the *Isha* Prayer, to wrap up the day.

Therefore, it is highly recommended to delay *Isha* prayer to the time before sleep so that all preoccupations are finalized, and sleep comes next.

It is a very interesting subject and in near future I may elaborate it in more details and with different graphs of the body hormones to supplement the continuous and consistent need of offering the five daily prayers.

Briefly the adherence to offer five daily prayers on time is the best way that guarantees an integral compatibility of the soul and the body, thus leading to highly efficient functions of human body systems.

May Allah help us to follow the right path.

Modern Science and Prescribed Timings of Five Daily Prayers

(Dr. Sajid Ahmad)

It's been more than 30 years since the discovery of the body's internal clock, a sliver of the brain that regulates vital rhythmic functions such as heart rate, blood pressure and hormone production. Since then, the field of chronobiology -- the study of the effects of time on life processes -- has grown, although slowly, into a significant area of medical research.

We Muslims are so fortunate that Almighty Allah has prescribed for us five daily prayers at a specific time.

إن الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا

"Verily Salat is enjoined on the believers to be performed at fixed hours." (*Al-Nisa*, 4:104)

It is very interesting to know that if we follow these times accordingly and offer our Salat with full concentration and utmost sincerity, we not only benefit spiritually but we tune our body to its most efficient level to obtain physical benefits too.

What scientists are discovering today, the Holy Prophet[sa] has practically informed us 1500 years ago. It is very unfortunate that so called Muslims have started questioning the practicality and use of five daily prayers.

Almost daily new studies emerge that our bodies need short breaks at certain times to synchronize our master clock.

I strongly believe that the obligation of five daily prayers is the best blessing for the mankind, if we know!

They help release the burden of the soul and body equally. Regular prayers at prescribed times keep the viability of the body systems specially the heart and blood circulation.

On the one hand prayers are surely a healing for the soul, as Allah says in the *Sura Al-`Ankabut;*

إن الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر

"Surely, Prayer restrains one from indecency and manifest evil" (29:46)

On the other hand they are also very beneficial for our physical well being.

Salat helps to adjust the 'rhythm' of the body. Modern scientific research is continuously proving that five daily prayers' timings correspond with that of the physiological activities of the body and different hormonal changes during 24 hours of the day.

Cortisone, the hormone of activity, that starts to increase acutely in our body with the approach of dawn time, and is associated with the rise in energy level. That's why Fajr is prescribed at that time to start the day. It is not a co-incidence that protective effect of Ozone, which has an invigorating effect on the nervous system, muscular and mental activities, is at the highest level at that time. Therefore soon after the *Fajr* prayer is considered to be the best time for hard work and seeking livelihood.

At the time of forenoon, production of cortisone reaches at the lowest level. We feel exhausted and body is asking for some rest. This is the time of *Zuhr*

Prayer is the Nourishment of the Soul

Ansar Raza Sahib

(Delivered at the occasion of Tarbiyati Class of Majlis Ansarullah Canada)

Two important terms have been used in the title of this speech; soul and prayer. Commonly, by soul we mean spirit responsible for our life. When a soul is departed from our body, we are declared dead. However, in reality soul means the underlying cause and objective of something. The spirit or soul of Islam is obedience and submission to God and righteousness in our character establishing peace in our society. This objective is achieved and this soul is nourished through prayer.

Prayer is the foundation stone of individual and collective life of each and every Muslim man and woman. Individually, it inculcates the true characteristics in us as mentioned in *Sura Al Ma'arij* verses 23-36.

- Except those who pray,
- Those who are constant in their Prayer;
- And those in whose wealth there is a known right –
- For those who ask for help and for those who do not ask –
- And those who believe in the Day of Judgment to be a reality;
- And those who are fearful of the punishment of their Lord –
- Verily, from the punishment of their Lord none can feel secure –
- And those who guard their private parts –
- Except from their wives and from those whom their right hands possess; such indeed, are not to blame;
- But those who seek to go beyond that, it is these who are transgressors –
- And those who are watchful of their trusts and their covenants;
- And those who are upright in their testimonies.
- And those who are strict in the observance of their Prayer.
- These will be in the Gardens, duly honoured.

These verses show that the prayer is not a physical exercise or a mere duty to perform. A person who prays regularly should have these characteristics. Allah further mentions in the Holy Qur'an that prayer helps us to refrain from obscenity, evil doings and rebellious attitude.

Collectively, the prayer teaches us to follow a system led by an Imam, leader of the time. Five times a day, a Muslim is ordained to come to a mosque and pray in congregation behind an Imam appointed by the system. This practice, repeated five times a day, requires us to implement this system of obedience in our daily life.

4. The most important function in salat is *sajdah* where we touch the ground with our forehead. This posture increases fresh supply of blood to our brain. Needless to say in certain forms of yoga some adherents stand on their heads for the same purpose.

5. In *tashahhud* position, our hip, elbow, knee joints, backbone, wrist joints move in a way as to provide a form of relaxation to our entire body. Pressure is applied on the body parts as if it was a kind of massage, which releases tension.

6. The Heart is the most important organ in the body. It supplies fresh blood to all body tissues. These body movements performed during salat are an excellent source of exercise for our heart as well. According to a *Hadith* of the Holy Prophet, "There is an organ in the body, when it is healthy, the whole body is healthy, and when this is sick, the entire body becomes sick". It is the heart.

7. A remarkable tissue in our body is cartilage. It is unique in being a living tissue with no direct blood supply. The only way it receives nutrients and oxygen is by movements of the joints.

The pumping effect of muscle movements, during *salat*, forces blood into the joint areas that would otherwise be bypassed.

Those people who have sedentary jobs and sit at the computer terminals are in greater danger of ending up with dead cartilage tissues that will subsequently wear away.

This will leave us with arthritis, painful joints and paralysis. Bacteria and viruses find safe haven in joints for this reason as no blood cell can get at them and in most cases neither can antibodies.

Salat, therefore, has many orthopedic benefits for all Muslims. Next time you offer salat, thank Almighty Allah that He made you a Muslim. Indeed, ***there is cure in salat***. May Allah the Almighty always be with us.

Physical Benefits of Salat

Zakaria Virk, Kingston

Salat is one of the five fundamental requirements that a Muslim is obligated to perform.

Salat is given the highest priority in the Holy Qur'an. There are many benefits of Salat described in the Book of Allah.

It says, *innassalata tanha anil fahsha'i*, Surely Prayer restrains one from indecency. (29:46)

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

In *Sura Luqman*, we read that when Hadhrat Luqman was giving advice to his son, the first and foremost on his mind was to remind his son, *ya bunayya aqimissalat* "O my dear son! Observe Prayer." (31:8)

The Holy Prophet of Islam (peace be upon him) has said, *inna fissalati shifa'a* " verily there is cure in salat ".

According to a Muslim Scholar, as reported in the monthly Urdu magazine, *Tahzibul Akhlaq*, Aligarh, India, "*a Muslim who offers salat regularly has very little chance of getting arthritis as we exercise our bones and joints while we offer salat*".

In the light of the above *Hadith* we shall endeavor to describe some orthopedic benefits of salat in this short note.

1. Regular exercise reduces cholesterol in the body. An elevated Cholesterol causes heart failures, strokes, diabetes and many other ailments. It is a known fact that people in professions where exercise is required have less amount of cholesterol in their bodies.

2. Salat is an excellent form of exercise to prevent indigestion. In the morning when stomach is empty, a Muslim is required to offer fewer number of *Rak'aat* whereas in the evening after the dinner we offer an extra number of *Rak'aat.*

3. By offering *Takbir* at the beginning of salat, we move hand and shoulder muscles thereby increasing the flow of blood towards torso. *Akamat* performs a similar function.

Allah, the Almighty, all Knowing says in Sura *Al-Zilzal*

[99:1] In the name of Allah, the Gracious, the Merciful.	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾
[99:2] When the earth is shaken with her violent shaking,	اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَہَا ﴿۲﴾
[99:3] And the earth throws up her burdens,	وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَہَا ﴿۳﴾
[99:4] And man says, 'What is the matter with her?'	وَ قَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَہَا ﴿۴﴾
[99:5] On that day will she tell her news,	یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَہَا ﴿۵﴾
[99:6] For, thy Lord will have commanded her.	بِاَنَّ رَبَّکَ اَوۡحٰی لَہَا ﴿۶﴾
[99:7] On that day will men issue forth in scattered groups that they may be shown the results of their works.	یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۷﴾
[99:8] Then whoso does an atom's weight of good will see it,	فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ﴿۸﴾
[99:9] And whoso does an atom's weight of evil will also see it.	وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ﴿۹﴾

The Holy Prophet, on whom be peace and blessings of God, has said:

Abu Ayub Ansari[ra] relates that a man said: Messenger of Allah, tell me that which will cause me to be admitted to Paradise and will keep me away from the Fire. He answered: "***Worship Allah and do not associate anything with Him, observe Prayer, pay the Zakat and join the ties of kinship.***" (Bukhari, Kitabul Adab)

The Promised Messiah[as] on Prayers

"I say truly that if crying before God Almighty is in the utmost humility, it moves His grace and mercy and draws them. I can say it out of my own experience that I have felt and seen the grace and mercy of God, which come in the shape of the acceptance of prayer, pulling towards them. If the dark-minded philosophers of this age cannot feel it or see it, this verity cannot disappear from the world, especially as I am ready at all times to demonstrate the acceptance of prayer" (*Al-Hakam, Vol 5 No. 28-34 July 31, September 17, 1901 reprinted in Malfoozat, V ol. I, p. 198*).

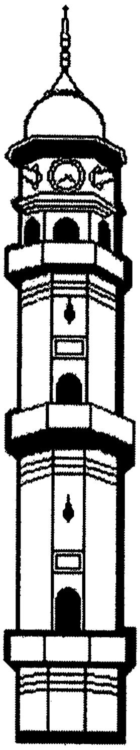

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ

(3:53 & 61:15)

Quarterly

Nahnu Ansarullah Canada

Volume 5, No.4
Volume 6, No.1
Oct.2004 – Mar.2005

a publication of
Majlis Ansarullah Canada
an auxiliary of
Ahmadiyya Muslim Jama'at Canada

Editorial Board
Nahnu Ansarullah Canada

Amir & Missionary Incharge
Maulana Naseem Mahdi

Sadr Majlis Ansarullah
Kaleem Ahmad Malik

Qai'd Umumi & Coordinator
Hamid Latif Bhatti

Qai'd Isha'at & Manager
Mohammad Zubair Mangla

Addl. Qai'd Isha'at & Editor Urdu
Nasir Ahmad Vance

Addl. Qai'd Isha'at & Editor English
Dr. Sajid Ahmad

100 Ahmadiyya Avenue,
Maple, ON L6A 3A4

In this Issue

1	*Physical Benefits of Salat*	3
2	*Prayer-Nourishment of the Soul*	5
3	*Modern Science & Prescribed Times of Five Daily Prayers*	6
4	*Hadhrat Al-Musleh Mau'ud*[ra]	8
5	*An Important Responsibility*	11
6	*Report of Salana Ijtima' 2004*	12
7	*Results - Salana Ijtima' 2004*	14
8	*Persecution News Report*	20

GATEWAY

GM Canada

CHEVROLET.OLDSMOBILE
2 GATEWAY BOULEVARD, BRAMPTON, ONTARIO L6T 4A7

Thank You For Your Continuous Support!!!

Drive a NEW Vehicle For Only $199 / Month

- 0% Financing & Lease Rates
- Sales & leasing Financing Available
- Huge Selection - 2 Doors & 4 Doors
- Huge selection of Pickup Trucks & Vans
- Many Factory Incentives
- Large selection of Pre-owned Vehicles
- Large Service Dept. And Body Shop
- Top Value For All Trades
- Graduate Program $1000 Discount

CALL FOR THE BEST DEAL !!!

Mubariz Warraich
TEL: (905) 791-7111- ext 201
Cell: (647) 280 - 7431
E-mail: mubarizw@hotmail.com

LOOKING FOR NEW & USED CARS, TRUCKS AND VANS

BONUS With The Delivery Of Every New Or Used Vehicle Receive: **1 Year FREE Oil Change!**

NAHNO ANSARULLAH

VOLUME 5 ISSUE 4 OCTOBER-MARCH 2005

حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

Hazrat Mirza Masroor Ahmad Khalifatul Masih V

MAJLIS ANSARULLAH CANADA